ادع الی سبیل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة (القران)

شمس الهداية فی رؤية الله تعالیٰ

تصنیف لطیف
شیخ الحدیث والتفسیر مفتی نذیر احمد سیالوی دامت برکاتہم العالیہ

جامعہ محمدیہ معینیہ جڑانوالہ روڈ فیصل آباد سٹی
041-8544971

دیدار الٰہی کی شرعی حیثیت

تصنیف

شیخ الحدیث والتفسیر مفتی نذیر احمد سیالوی دامت برکاتہم العالیہ

جامعہ محمدیہ معینیہ

جڑانوالہ روڈ۔ فیصل آباد سٹی

041-8544971

نام کتاب: دیدارِ الٰہی کی شرعی حیثیت

مصنف: نذیر احمد سیالوی دامت برکاتہم العالیہ

کمپوزنگ: محمد نوید اقبال چشتی

نظر ثانی: حضرت مولانا ریاض احمد سعیدی زید مجدہ

سن طباعت: اگست ۲۰۱۳ء

ناشر: جامعہ محمدیہ معینیہ عمر ٹاؤن

214 ر۔ب ڈھڈی والا شرقی جڑانوالہ روڈ۔ فیصل آباد سٹی

تعداد: گیارہ سو

بار: اول

ملنے کے پتے

جامعہ محمدیہ معینیہ

214 ر۔ب ڈھڈی والا شرقی، عمر ٹاؤن، جڑانوالہ روڈ، فیصل آباد سٹی۔ فون نمبر 041.8544971

مکتبہ نوریہ رضویہ بغدادی مسجد، گلبرگ۔ فیصل آباد

مکتبہ نوریہ رضویہ، نزد حضرت داتا دربار لاہور

مکتبہ قادریہ، نزد حضرت داتا دربار لاہور

اہل السنہ پبلی کیشنز، دینہ۔ ضلع جہلم

ان شاء اللہ تعالیٰ اہل سنت کے اکثر کتب خانوں پر دستیاب ہوگی۔

0333.8377392.....0300.8092933.....0301.0312.7035947

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہدیۂ عقیدت

بارگاہ سید الانبیاء والمرسلین محبوب رب العالمین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفی
ودیگر جملہ انبیاء ومرسلین علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات

بتوسل حجۃ الواصلین برھان الکاملین شمس العارفین
حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی قدس سرہ العزیز

وسیدی وسندی وشیخی شیخ الاسلام والمسلمین
حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی قدس سرہ العزیز

بامید شفاعت روز جزا

ع   گر قبول افتد زہے عز وشرف

فقیر نذیر احمد سیالوی عفی اللہ عنہ

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی

اٰلہ واصحابہ اجمعین۔

اما بعد! فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال اللہ تبارک وتعالیٰ: لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَزِیَادَۃٌ۔ (یونس ۲۶:۱۰)

وقال اللہ تبارک وتعالیٰ: وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ ۞ اِلٰی رَبِّہَا نَاظِرَۃٌ ۞
(القیامۃ ۲۳_۲۲:۷۵)

وقال اللہ تبارک وتعالیٰ: لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَھُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ ۞
(الانعام ۱۰۳:۶)

وقال رسول اللہ ﷺ: اِنَّکُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّکُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔ الحدیث

وقال رسول اللہ ﷺ: تَعَلَّمُوْا اَنَّہٗ لَنْ یَّرٰی اَحَدٌ مِّنْکُمْ رَبَّہٗ حَتّٰی یَمُوْتَ۔

دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے عظیم انعامات

اللہ تعالیٰ کے انعامات کی گنتی اور شمار ہی ہمارے لیے ممکن نہیں ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے:

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللہِ لَا تُحْصُوْھَا۔ (ابراہیم ۳۴:۱۴)

تاہم حضرات انبیاء کرام ورسل عظام علیہم السلام کی ذوات مقدسہ کے سوا

دوسرے انسانوں کے لئے دنیوی زندگی میں سب سے عظیم اور بنیادی انعام ایمان و اسلام کی نعمت سے بہرہ ور ہونا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں زندگی بسر کرنا اور ایمان پر خاتمہ اور موت نصیب ہونا ہے۔ اور آخرت میں اہل جنت کے لیے جنت میں اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا انعام اللہ تعالیٰ کی ابدی رضا اور خوشنودی نصیب ہونا اور اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے دیدار سے نوازا جانا ہے جیسا کہ قرآن و حدیث کے نصوص سے واضح ہے۔

رضائے الٰہی:

حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاری اور حضرت امام مسلم بن حجاج قشیری رحمہا اللہ تعالیٰ نے حدیث شریف روایت کی ہے:

عن ابی سعید رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اللہ تعالیٰ یقول لاهل الجنة یا اهل الجنة فیقولون لبیک ربنا و سعدیک والخیر فی یدیک فیقول ہل رضیتم فیقولون و ما لنا لا نرضی یا رب و قد اعطیتنا ما لم تعط احدا من خلقک فیقول الا اعطیکم افضل من ذلک فیقولون یا رب و ای شیئ افضل من ذلک ؟ فیقول احل علیکم رضوانی فلا اسخط علیکم بعدہ ابدا۔

(متفق علیہ، مشکوۃ المصابیح مع شرح اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۴۱۳-۴۱۴)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (جب اہل جنت، جنت میں پہنچ جائیں گے اور جنتی نعمتیں عطا کر دیئے جائیں گے تو) اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائے گا: اے اہل جنت! تو وہ عرض کریں گے: اے ہمارے رب ہم حاضر ہیں ہم تیری اطاعت کے لیے حاضر ہیں اور ساری خیر اور بھلائی تیرے قبضہ قدرت میں ہے، تو اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائے گا: کیا تم خوش اور راضی ہو؟

تو وہ عرض کریں گے: (جنت اور جنت میں بے شمار انعامات سے تو نے ہم کو نوازا ہے تو) اے ہمارے رب ہم کیونکر راضی نہ ہوں حالانکہ تو نے ضرور ہمیں وہ کچھ عطا فرمایا ہے جو اپنی مخلوق سے کسی کو عطا نہیں فرمایا، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا میں تمھیں اس سے افضل عطا نہ کروں؟ تو اہل جنت عرض کریں گے: اے ہمارے پروردگار! کونسی چیز اس سے افضل ہے؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں تم پر اپنی رضا اور خوشنودی اتارتا ہوں۔ (اپنی رضا اور خوشنودی تمھیں عطا فرماتا ہوں) تو اس کے بعد کبھی تم پر ناراض نہ ہوں گا (متفق علیہ)

اللہ تعالیٰ کی ابدی رضا اور خوشنودی سب سے بڑا انعام ہے کیونکہ جب مولیٰ بندے سے راضی ہو گیا تو تمام نعمتیں اور سعادتیں حاصل ہو گئیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے فرمایا:

و دولت دیدار نیز اثر و نتیجہ آنست۔ (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۴۱۴)

اور دیدار الٰہی کی دولت سے نوازا جانا بھی اس رضائے الٰہی کا اثر اور نتیجہ ہے۔

اور اسی حقیقت کی طرف قرآن کریم نے رہنمائی فرمائی ہے:

وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ۔ (التوبۃ ۹:۷۲)

اور اللہ تعالیٰ کی رضا سب سے بڑی (نعمت) ہے۔

جنت میں دیدارِ الٰہی:

رضائے الٰہی کے بعد جنت میں سب سے بڑی نعمت ذات حق تعالیٰ کا دیدار ہے اللہ تعالیٰ اپنے جن بندوں سے راضی ہو جائے گا انہیں جنت عطا فرما کر اور جنت کی ابدی نعمتوں سے نوازنے کے بعد اپنے جمالِ ذات کے دیدار سے بھی انہیں محروم نہ رکھے گا۔ مومنین کے لیے اس نعمت عظمیٰ کی بشارت قرآن کریم میں موجود ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝ (القیامۃ ۷۵۔ ۲۳۔ ۲۲)

اور کچھ چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے اپنے پروردگار کا دیدار کرتے ہونگے۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ۔ (یونس ۱۰:۲۶)

جن لوگوں نے نیک کام کئے ان کے لیے اچھی جزا (جنت) ہے اور زیادت (دیدار الٰہی)۔

اور حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ میں بڑی وضاحت اور صراحت کے ساتھ اس انعام کی نوید سنائی گئی ہے اور وہ ارشادات عالیہ مجموعی طور پر تواتر کی حد کو پہنچے ہوئے ہیں جو ایک بندۂ مومن کے یقین کے لیے کافی ووافی ہیں دلوں کی راحت اور تسکین کے لیے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد مقدس جو حضرت امام مسلم بن حجاج قشیری علیہ الرحمۃ نے روایت کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

عن صهيب رضى الله عنه عن النبى صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا دخل اهل الجنة الجنة يقول الله تعالىٰ تريدون شيئا ازيدكم فيقولون الم تبيض وجوهنا الم تدخلنا الجنة و تنجنا من النار فير فع الحجاب فينظرون الى وجه الله فما اعطوا شيئا احب اليهم من النظر الى ربهم ثم تلا "لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ۔"(یونس ۲۶:۱۰) -

(رواہ مسلم، مشکوۃ المصابیح مع شرحہ اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۴۲۶)

حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اہل جنت، جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا (کیا) تم ایک

عظیم چیز کا ارادہ کرتے ہو جو میں تمھیں (جنت میں داخل کرنے اور اس میں تیار شدہ انعامات کے علاوہ) مزید عطا کر دوں؟ تو اہل جنت عرض کریں گے: کیا تو نے ہمارے چہرے روشن نہیں کیے؟ کیا ہمیں جنت میں داخل نہیں فرمایا اور جہنم سے نجات نہیں بخشی؟ (تو ایسے عظیم انعامات کے بعد ہمیں مزید کس چیز کی طلب ہو سکتی ہے؟ پہلے ہی کوئی کمی باقی نہیں رہی) تو (اچانک) حجاب اٹھا دیا جائے گا پھر اہل جنت اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کی طرف دیکھیں گے (جمال ذات حق کا دیدار کریں گے) تو اہل جنت جو بھی انعامات عطا کیے جائیں گے ان میں سے کوئی چیز انہیں اپنے پروردگار کا دیدار کرنے سے زیادہ محبوب نہ ہوگی۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ ۔ جن لوگوں نے نیک کام کیے ان کے لیے اچھی جزا (جنت) ہے اور مزید عطا (دیدارِ جمال ذاتِ حق)۔

ضروری وضاحت:

کچھ لوگ جو آخرت کے معاملات کو دنیا پر قیاس کرتے ہیں اور اپنے محدود علم اور تجربہ کو حرفِ آخر سمجھتے ہیں اور اپنی فہم کی کوتاہی کی وجہ سے جسے خلاف عقل تصور کریں اس کا انکار کر دیتے ہیں اگرچہ درحقیقت وہ خلاف عقل نہ ہو تو ان لوگوں نے آخرت میں دیدار الٰہی کا انکار کیا ہے۔

وہ کہتے ہیں دیکھا تو اس چیز کو جا سکتا ہے جو جسم ہو' مکان اور جہت میں ہو' محدود ہو' اس کا کوئی رنگ ہو' دیکھنے والے کی آنکھ کے سامنے ہو' کچھ فاصلہ پر ہو، نہ نہایت قریب ہو اور نہ ہی انتہائی دور' وغیرہ۔

اور اللہ تعالیٰ نہ جسم ہے نہ مکان میں ہے نہ محدود ہے نہ اس کا کوئی رنگ ہے اور نہ

اس کے لیے کوئی جہت ہے اور دور ونزدیک ہونے سے بھی پاک ہے تو اسے کیونکر دیکھا جاسکتا ہے۔

جبکہ درحقیقت یہ سراسر مغالطہ ہے کیونکہ یہ شرائط جو دیکھنے کے لیے بتائی جاتی ہیں یہ ازروئے عقل ضروری نہیں ہیں بلکہ صرف عادت الٰہیہ اسی طرح جاری ہے کہ ان چیزوں کے پائے جانے کی صورت میں دیکھا جاتا ہے ورنہ ان چیزوں کے نہ پائے جانے کی صورت میں بھی اگر اللہ تعالیٰ دکھانا چاہے تو دیکھا جاسکتا ہے۔ نیز اہل سنت وجماعت ودیگر جمہور امت جو آخرت میں دیدار الٰہی عطا کئے جانے پر یقین رکھتے ہیں اگر ان کا یہ عقیدہ اور نظریہ ہوتا کہ دنیا کی انہی فانی آنکھوں سے دیدارِ ذات حق ہوگا جو عادتاً جسم اور رنگ دار اور محدود اور جہت اور مکان والی اور سامنے کی چیز کو دیکھ سکتی ہیں تو اس مغالطہ کا ایک محل ہوتا۔ جبکہ قرآن وحدیث پر ایمان ہونے کی وجہ سے اہل حق کا نظریہ اور عقیدہ یہ ہے کہ اہل جنت کو اللہ تعالیٰ ایسی قوتیں اور قدرتیں عطا فرمائے گا جو دنیا والی قوتوں اور قدرتوں سے مختلف اور اعلیٰ ہوں گی اور ایسی آنکھیں عطا فرمائے گا جو لافانی ہوں گی اور ان کے دیکھنے کی طاقت صرف اسی حد تک محدود نہ ہوگی جہاں تک دنیا میں محدود تھی تو ایسی آنکھوں سے اہل جنت کو اللہ تعالیٰ اپنے جمال ذات کے دیدار سے نوازے گا باوجودیکہ بلاشک وشبہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک نہ جسم ہے نہ ہی اس کا کوئی رنگ ہے نہ ہی مکان میں ہے نہ ہی اس کے لیے کوئی جہت ہے نہ محدود ہے کیونکہ یہ مخلوقات کی صفات ہیں اور اللہ تعالیٰ مخلوقات کی تمام صفات سے منزہ اور مبرا ہے۔

وللہ الحمد فی الاولی والآخرۃ۔ اللّٰھم ارزقنا رضاك والنظر الی ذاتك فی جنۃ الفردوس۔

سببِ تصنیف:

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کی عظمت اور شان وراء الوراء ہے اسی طرح جمالِ ذاتِ حق کا دیدار نصیب ہو جانا بھی بہت بڑا انعام ہے اور شریعت مطہرہ نے اس عظیم اعزاز سے مشرف ہونے کا وقت اور مقام بتایا ہے اور وہ ہے موت کے بعد دارِ آخرت میں۔

اور دنیوی زندگی میں بحالتِ بیداری سر کی آنکھ سے دیدارِ الٰہی، تمام مخلوقات میں سے صرف اور صرف حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک کو معراج کی رات عطا فرمایا گیا اور وہ بھی انتہائی مقامِ قرب میں۔ اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے۔ جبکہ اس میں بھی حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان و من بعدہم علمائے امت کا اختلاف ہے۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک کے سوا پوری کائنات میں سے کسی فرد کے لیے دنیا کی زندگی میں دیدارِ الٰہی واقع ہونا شریعت مطہرہ کی رو سے ناممکن ہے۔

جبکہ کچھ لوگ دیدارِ الٰہی کے اس عظیم مسئلہ میں غلطی پر ہیں۔ آخرت میں دیدارِ الٰہی کے منکرین کے برعکس ان لوگوں نے دنیا میں پوری امت مسلمہ کے لیے دیدارِ الٰہی عام ہونے کا نظریہ اختیار کر رکھا ہے اور حالت بیداری میں سر کی آنکھ سے دیدارِ الٰہی خود کرنے اور اپنے مریدین کو دیدارِ الٰہی کروانے کے دعویدار ہیں۔ تو ایسے لوگوں کی خیر خواہی اور بھلائی کے ارادے سے مسئلہ دیدارِ الٰہی کی شرعی حیثیت بیان کی ہے۔

اور اس کتاب میں قرآن کریم، احادیث مبارکہ اور اجماع امت سے ثابت کیا گیا ہے کہ موت سے پہلے دیدارِ الٰہی شرعاً ناممکن ہے۔ ان لوگوں کے مزید اطمینان کے لیے کتاب و سنت کے دلائل کے ساتھ حضرات مفسرین و محدثین و متکلمین و عارفین کاملین کی تصریحات کثیر تعداد میں پیش کی گئی ہیں تاکہ واضح ہو جائے کہ تمام علمائے شریعت و

طریقت کے نزدیک قرآن وحدیث کی ان نصوص کا یہی مفہوم ومعنی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہی منشا ومراد ہے۔

اور دنیا میں دیدارِ الٰہی کرنے کے دعویٰ کو معمولی چیز نہ سمجھا جائے بلکہ یہ ایک نازک ترین مسئلہ ہے اور شریعت مطہرہ کا اس پر نہایت سنگین حکم ہے جس کی تفصیل اس کتاب میں مذکور حضرات عارفین کاملین کی تصریحات میں بھی موجود ہے اور آخر میں ان لوگوں کے شبہات کا ازالہ بھی کر دیا گیا ہے۔

ہمدردانہ اپیل:

مسئلہ کی نزاکت کے پیش نظر دیدارِ الٰہی کے دعویدار حضرات سے ہمدردانہ اپیل ہے کہ اول فرصت میں اس کتاب کو پڑھیں تاکہ اس دعویٰ کی سنگینی کا آپ کو پتہ چل سکے اور پھر اخلاص کا مظاہرہ کرتے ہوئے شریعت مطہرہ کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کر دیں اور دوسروں کو یہ کتاب پڑھنے کا مشورہ دیں۔

اور دیگر حضرات جو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ایسے دعویٰ کو درست نہیں سمجھتے وہ پڑھ کر دعویدار حضرات کو قبول حق کی اپیل ضرور کریں۔ اگر آپ کے ذریعے کوئی شخص صراط مستقیم پر آجائے گا تو آپ کے لیے یہ عمل باعث اجر وثواب ہوگا۔ نیز اپنی طاقت کے مطابق نیکی کی دعوت دینا اور بدی سے روکنا بھی شرعاً ایک فریضہ ہے اور دعوائے دیدارِ الٰہی کے سیلاب میں بہنے والے زیادہ تر چونکہ عوام الناس اور شریعت مطہرہ اور حضرات صوفیائے کرام کی تعلیمات سے زیادہ واقفیت نہ رکھنے والے لوگ ہیں اس لیے فقیر نے پوری کوشش کی ہے کہ سادہ اور عام فہم زبان استعمال کی جائے لیکن چونکہ یہ ایک شرعی مسئلہ اور علمی بحث ہے اس لئے اگر کسی صاحب کو کتاب کا کوئی مقام سمجھنے میں دشواری ہو تو ہرگز پریشان نہ ہو

بلکہ کسی صاحب علم سے وہ مقام سمجھ لے لیکن کتاب کو اول تا آخر ضرور پڑھے ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور مفید ثابت ہوگی۔ اور سوائے چند عبارات کے باقی ساری کتاب واضح ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو اپنے فضل وکرم اور اپنے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی رحمت کے صدقے اہل اسلام کے لیے نفع بخش بنائے اور فقیر پر تقصیر اور اس کے محبین کے لیے دینا وآخرت میں سرخروئی کا ذریعہ بنائے۔

آمین یارب العالمین۔ والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

یہ کتاب مقدمہ، چار ابواب اور خاتمہ پر مشتمل ہے۔

مقدمہ: مسئلۂ دیدارِ الٰہی کا خلاصہ اور عقیدۂ اہل سنت کی تفصیل اور دنیوی زندگی میں دیدارِ الٰہی شرعاً ممکن ہونے پر اجمالی دلائل اور دیگر ضروری معلومات پر مشتمل ہے۔

باب اول: قرآن کریم سے دلائل مع تفسیرات وتحقیقات مفسرین کرام۔

باب دوم: احادیث مبارکہ سے دلائل مع تشریحات وتحقیقات محدثین کرام۔

باب سوم: قرآن وحدیث کی روشنی میں حضرات متکلمین کی تحقیقات و توضیحات مع تصریحات عارفین کاملین۔

باب چہارم: ازالۂ شبہات

خاتمہ: ''صراط الصالحین'' نامی کتاب کے مندرجات کی ایک جھلک اور دیگر ضروری امور۔

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیدار الٰہی کی شرعی حیثیت

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی

اٰلہ واصحابہ اجمعین۔

اللّٰھم الھمنی الحکمۃ والصواب

مسئلۂ دیدار الٰہی کا خلاصہ:

تمام اہل سنت اور دوسرے فرقوں سے جمہور کے نزدیک دنیوی زندگی اور آخرت میں حالت بیداری میں سر کی آنکھ سے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا دیدار کرنا عقلاً ممکن ہے البتہ دنیوی زندگی میں اس کا وقوع اور حصول حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص سے ہے۔ حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ایک جماعت و دیگر کثیر ائمہ کرام وعلمائے اعلام کے نزدیک راجح اور مختار یہی ہے کہ اسراء اور معراج کی رات حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذاتی تجلی سے مشرف فرمائے گئے اور حضور خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا دوسرے کسی فرد کو دنیوی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا دیدار حاصل ہونا شرعاً ناممکن اور محال ہے۔ اس پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور ان کے بعد تمام ائمہ، اہل سنت فقہاء کرام،

محدثین، مفسرین، متکلمین، عرفاء وصوفیائے عظام رحمہم اللہ تعالیٰ کا اجماع اور اتفاق ہے۔

البتہ آخرت میں تمام مومنین کو دیدارِ الٰہی سے مشرف فرمایا جائے گا۔ جبکہ خوارج، معتزلہ اور بعض مرجئہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا دیدار کرنا مطلقاً ناممکن اور محال ہے، نہ دنیا میں کسی کے لیے جائز اور ممکن ہے اور نہ ہی آخرت میں۔

مشاہدات روحانیہ:

قلبی دیدار یا خواب میں دیدارِ الٰہی سے مشرف فرمایا جانا حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ خاص نہیں ہے، دیگر انبیاء کرام علیہم السلام بلکہ اولیائے کرام کو بھی حاصل ہے۔ اور اس کتاب میں مشاہدات روحانیہ کے بارے میں کلام نہیں ہے بلکہ رؤیت بصریہ (سر کی آنکھ سے دیدار کرنے) کے بارے میں تفصیلات پیش کی جائیں گی۔

مسئلہ دیدارِ الٰہی میں عقیدۂ اہل سنت کے تین اجزاء:

الف: دنیوی زندگی میں بحالت بیداری سر کی آنکھ سے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا دیدار کرنا عقلاً ممکن ہے۔

ب: دنیوی زندگی میں دیدارِ الٰہی صرف حضور سید المرسلین ﷺ کی ذات پاک کے لیے واقع ہے اور وہ بھی حضرات صحابہ کرام ومن بعدہم علمائے امت کی ایک عظیم جماعت کے نزدیک، اور یہ آپ ﷺ کا خاصہ ہے اور دوسرے کسی بھی انسان کے لیے اس کا حصول اور وقوع شرعاً ناممکن اور محال ہے۔

ج: آخرت میں تمام مومنین کو دیدارِ ذات حق تعالیٰ سے مشرف فرمایا جائے گا۔

ضروری تنبیہ:

اس تحریر میں چونکہ اصلاحی جماعت کے نظریہ ''تمام امت مسلمہ کے لیے دیدار الٰہی عام ہونے'' کی شرعی حیثیت کا بیان کرنا مقصود ہے' اس لیے دارِ دنیا میں از روئے عقل دیدارِ الٰہی ممکن ہونے پر دلائل ذکر کرنے کی حاجت اور ضرورت نہیں ہے کیونکہ اصلاحی جماعت کو اس سے اختلاف نہیں ہے۔ اور ایسے ہی آخرت میں تمام مؤمنین کے دیدار الٰہی سے مشرف فرمائے جانے پر دلائل پیش کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے بلکہ دلائل سے صرف یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ دنیوی زندگی میں بحالت بیداری سر کی آنکھ سے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا دیدار کرنا حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا دوسرے کسی عام مسلمان کا ذکر تو درکنار، کسی بڑے سے بڑے ولی کامل حتی کہ حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان بلکہ جو نفوس قدسیہ تمام کائنات میں افضل اور اعلیٰ ہیں یعنی حضرات انبیاء کرام اور مرسلین عظام علیہم السلام کے لیے بھی شرعاً ناممکن اور محال ہے' اور اصلاحی جماعت کا نظریہ اور عقیدہ مذکورہ، قرآن کریم و احادیث مبارکہ اور اجماع امت کے سراسر خلاف ہے' اور اس نظریہ کی اسلام میں گنجائش ہرگز نہیں ہے۔

لیکن چونکہ علمائے اعلام حضرات مفسرین' محدثین اور متکلمین رحمہم اللہ تعالیٰ نے مسئلہ دیدار الٰہی کو بیان فرماتے وقت معتزلہ' خوارج وغیرہ منکرین دیدارِ الٰہی کا رد بلیغ بھی کیا ہے اور ان حضرات ائمۂ اعلام نے مسئلہ کے تمام پہلو مبرہن بیان کئے ہیں تو فقیر راقم الحروف کتاب و سنت کے دلائل کے ساتھ اسلاف کرام علمائے اعلام کی تحقیقات و تصریحات بھی نقل کرے گا تا کہ سادہ لوح مسلمانوں کے لیے مسئلہ کے تمام پہلو واضح ہو جائیں اور حق کے متلاشی حضرات کی تسکین کا سامان ہو جائے' اس طرح مسئلہ کے تینوں

اجزاء پر دلائل بھی آجائیں گے۔

مسئلہ دیدار الٰہی کے بارے میں عقیدۂ اہل سنت پر اجمالی دلائل

نمبر ا: قرآن وحدیث کی روشنی میں حضرات صحابہ کرام ومن بعدہم ائمۂ اہلسنت، حضرات فقہاء ومحدثین ومفسرین ومتکلمین کرام وصوفیائے عظام قدس اللہ اسرارھم کا اس پر اجماع ہے کہ دنیوی زندگی میں بحالت بیداری سر کی آنکھ سے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا دیدار کرنا اگرچہ عقلاً ممکن ہے لیکن حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا تمام مخلوق کے لیے ازروئے شرع ناممکن اور محال ہے۔

نمبر ۲: حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام جو اولوالعزم رسل کرام علیہم السلام سے ہیں تو انھیں کلیم اللہ ہونے کا شرف بخشنے کے بعد ان کی طرف سے شدتِ شوقِ دیدار کے سبب واقع ہونے والے سوال "رَبِّ اَرِنِیۡۤ اَنۡظُرۡ اِلَیۡكَ" (الاعراف ۷: ۱۴۳) اے میرے رب مجھے اپنی ذات پاک کا دیدار عطا فرما' میں تیری زیارت کروں۔

کا جواب 'لَنۡ تَرٰىنِیۡ'' تم مجھے (دنیا میں) ہرگز نہیں دیکھ سکتے، سے دیا جاتا ہے۔ اور اس کلام باری تعالیٰ کی تفسیر زبان رسالت سے حدیث قدسی میں یہ وارد ہے:

ان اللہ تعالی قال لموسی لما سأل الرؤیۃ یا موسی انہ لا یرانی حیّ الا مات۔ الحدیث، (اخرجہ الحکیم الترمذی فی نوادر الاصول و ابو نعیم فی الحلیۃ)

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیدار الٰہی کا سوال کیا تو بیشک اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: اے موسیٰ بیشک (دار دنیا میں) کوئی زندہ مجھے نہیں دیکھے گا مگر (ذاتی تجلیات کی تاب نہ لاسکنے کی وجہ سے) فوت ہو جائے گا۔

تنبیہ:

اسی پر ہی اگر غور کر لیا جائے تو مسئلہ دیدارِ الٰہی سمجھنے کے لیے کافی ہے کیونکہ جب حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کی طرف سے دیدارِ ذاتِ پاک کے سوال پر جواب میں "لَنْ تَرَانِیْ" اور "یا موسیٰ انہ لا یرانی حی الا مات۔" فرمایا جا رہا ہے۔ تو جو شخص مرتبہ اور مقام میں ان کے برابر بھی نہیں ہو سکتا اس کے لیے دیدارِ الٰہی شرعاً کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ اور بالخصوص غیر انبیاء اور امت مسلمہ کے عامی افراد کی کیا مجال ہے کہ وہ دنیوی زندگی میں ذاتی تجلی سے مشرف ہو سکیں اور دیدارِ الٰہی کر سکیں۔

نیز حدیث قدسی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایسا جواب نہیں ارشاد فرمایا گیا جو صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ذات کے ساتھ مخصوص ہو بلکہ جواب ایک قانون اور ضابطہ کی صورت میں وارد ہے: ملاحظہ فرمالیں: "یا موسیٰ انہ لا یرانی حی الا مات" اے موسیٰ بیشک کوئی زندہ مجھے (دارِ دنیا میں) نہ دیکھے گا مگر ذاتی تجلی کے سبب وفات پا جائے گا۔

نمبر ۳: حضرات صحابہ کرام و من بعدہم علمائے اعلام سے جو حضرات شب اسراء اور معراج حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ذاتی تجلی واقع ہونے کا نظریہ اور عقیدہ رکھتے ہیں وہ حضرات علمائے امت اس عظمت میں حضرات انبیاء کرام و رسل عظام علیہم السلام کے درمیان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت کے قائل ہیں جیسا کہ کتب احادیث و سیر و تفاسیر و عقائد میں صراحت موجود ہے۔

یعنی یہ وہ اعزاز اور شرف ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی دوسرے نبی اور رسول کو بھی عطا نہیں فرمایا گیا۔ تو اس سے نتیجہ خوب واضح ہے کہ دنیوی زندگی میں اگر ذاتی تجلی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کے لیے بھی واقع ہے اور ہر مسلمان دیدارِ الٰہی کر سکتا ہے

پھر تو اِس عظمت اور شرافت میں عامی افراد امت کی نسبت بھی حضور سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیت ثابت نہ ہوئی چہ جائیکہ حضرات انبیاء کرام ورسل عظام علیہم الصلوات والتسلیمات کی نسبت خصوصیت کا عقیدہ رکھا جائے حالانکہ علمائے اعلام حضرات صحابہ ومن بعدہم خصوصیت کے قائل ہیں۔

نمبر ۴: یہ امر بھی خوب عیاں اور روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شب معراج جن رفعتوں پر اور کمال قرب میں شرف دیدار سے نوازا گیا وہ عالم اس عالم دنیا سے ماوراء ہے جیسا کہ علمائے اعلام نے تصریح فرمائی ہے تو اس سے بھی خوب واضح ہے کہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بھی حقیقتاً دار دنیا میں دیدارِ الٰہی واقع نہیں ہوا چہ جائیکہ آپ کی تمام امت کے لیے اس کا عام ہونا تسلیم کرلیا جائے۔

نمبر ۵: علم کلام کی کتب میں قرآن کریم اور احادیث مبارکہ واجماع امت سے ثابت کیا گیا ہے کہ ہمارے پیارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا سب کے لیے دنیوی زندگی میں دیدار الٰہی شرعاً ناممکن اور محال ہے۔ اور ان کتب کا مقام اس سے ہی واضح ہے کہ یہ کتب بیانِ عقائد کے لیے ہی تصنیف کی گئی ہیں۔ اسی لیے محققین، مفسرین اور محدثین حضرات نے بھی صراحت فرمائی ہے کہ مسئلۂ دیدارِ الٰہی کی کامل واکمل تحقیق علم العقائد کی کتب میں ہے۔

نمبر ۶: علمائے طریقت وحقیقت حضرات اکابر عارفین کرام وصوفیائے عظام کا بھی اس پر اجماع اور اتفاق ہے کہ دنیا میں دیدار الٰہی عام مسلمان کے لیے تو درکنار کسی بڑے سے بڑے، ولی کامل کو بھی نہیں ہوا کیونکہ شرعاً ممکن ہی نہیں ہے اور جو شخص دیدار الٰہی کرنے کا دعویٰ کرے، اس کی تضلیل اور تکذیب پر بھی ان نفوس قدسیہ کا اجماع ہے اور

اکابراولیاءکرام نے اس کی صراحت بھی فرمائی ہے کہ دیدارالٰہی کا مدعی اللہ تعالیٰ کی معرفت سے محروم ہے۔

نمبر ۷: محققین علمائے طریقت عارفین ربانیین اور محققین علمائے شریعت ربانیین کے درمیان عقائد میں اتفاق پر، اکابر کی تصریحات موجود ہیں اور بالخصوص مسئلہ دیدارِالٰہی میں اتفاق پر اکابر صوفیائے کرام کی تصریحات بھی آئندہ صفحات میں آپ ملاحظہ کریں گے۔

باب اول

دنیا میں دیدارِ الٰہی شرعاً ناممکن اور محال ہونے پر قرآن کریم سے دلائل مع تفسیرات و تحقیقاتِ مفسرین کرام

پہلی آیت مبارکہ:

لَا تُدۡرِكُهُ الۡاَبۡصَارُ وَهُوَ يُدۡرِكُ الۡاَبۡصَارَ وَهُوَ اللَّطِيۡفُ الۡخَبِيۡرُ ۞
(الانعام ۶: ۱۰۳)

آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور وہ احاطہ کئے ہوئے ہے سب آنکھوں کا اور وہی لطیف و خبیر ہے۔

آیت مذکورہ اور مسئلہ دیدار الٰہی:

پہلے علمائے اعلام اور مفسرین کرام کے کلام کا خلاصہ بیان کیا جاتا ہے اور بعد میں اصل عبارات و نقول پیش کی جائیں گی۔

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

منکرین دیدارِ الٰہی: معتزلہ اور خوارج وغیرہ مبتدعہ جو دیدار الٰہی کو مطلقاً ناممکن اور محال سمجھتے ہیں۔ انھوں نے ارشاد باری تعالیٰ "لَا تُدۡرِكُهُ الۡاَبۡصَارُ" کو اپنے موقف پر بطور دلیل پیش کیا ہے۔ اُن کے استدلال کا حاصل یہ ہے کہ آیت مذکورہ میں ادراک بمعنی رؤیت اور دیکھنا ہے اور "لَا تُدۡرِكُهُ الۡاَبۡصَارُ" کا معنی ہے سر کی آنکھیں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتیں، لہٰذا دیدار الٰہی ناممکن اور محال ہے نہ دنیا میں ہو سکتا ہے اور نہ ہی آخرت میں ہوگا۔

اہل حق کی طرف سے استدلال مذکور کا جواب:

اہل سنت نے فرمایا: "لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ" میں ادراک، رؤیت مطلقہ (مطلقاً دیکھنا) کے معنی میں ہے یا رؤیت مخصوصہ کے معنی میں ہے یعنی اس طرح دیکھنا کہ دیکھنے والے کی نگاہ دیکھی جانے والی چیز کی تمام جوانب واطراف کا احاطہ کرلے۔

جواب نمبر ۱: آیت مبارکہ میں ادراک اگر رؤیت مطلقہ اور دیکھنے کے معنی میں ہے تو لازم اور ضروری ہے کہ "لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ" میں ادراک اور رؤیت کی نفی سے مراد یہ ہے کہ ایک خاص وقت تک آنکھیں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتیں اور وہ وقت خاص عالم دنیا ہے۔ کیونکہ دار آخرت میں اللہ تعالیٰ کے شرف دیدار سے مؤمنین کے مشرف فرمائے جانے کی خبر خود اللہ تعالیٰ نے دی ہے "وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۞ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۞" اور کچھ چہرے اس دن اپنے رب کا دیدار کر کے تروتازہ ہوں گے۔ اور لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ" آنکھیں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتیں۔

یہ خبر بھی اللہ تعالیٰ نے دی ہے اور اللہ تعالیٰ کی اخبار میں فی الواقع تضاد اور تعارض ناممکن اور محال ہے تو لامحالہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ "میں دیدار الٰہی کرنے کی نفی خاص وقت پر محمول ہے کیونکہ دونوں قسم کی آیات مقدسہ کے درمیان توفیق اور تطبیق کی یہی صورت ہے کہ "لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ فِي الدُّنْيَا" مراد ہو یعنی دنیا میں سر کی آنکھیں اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں کر سکتیں۔ اور منشا الٰہی اور مراد باری تعالیٰ ہرگز یہ نہیں ہے کہ سر کی آنکھیں کبھی بھی اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں کر سکتیں، لہٰذا اس آیت سے دار آخرت میں دیدار الٰہی کی نفی ثابت نہیں ہوتی۔

نتیجہ کلام: یہ ہے کہ: تفسیر مذکور کے مطابق اہل سنت کے نزدیک بھی

قرآن کریم سے ثابت ہے کہ دنیا میں سر کی آنکھیں اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں کر سکتیں.

جواب نمبر ۲ : اور اگر ادراک، رؤیت مطلقہ اور دیکھنے کے معنیٰ میں نہ ہو بلکہ رؤیت مخصوصہ یعنی ایسا دیکھنا کہ دیکھنے والے کی نگاہ دیکھی جانے والی شئ کی تمام جوانب و اطراف کا احاطہ کرے۔ تو" لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ " اپنے عموم پر ہے اور معنی یہ ہے کہ آنکھیں اللہ تعالیٰ کا احاطہ نہیں کر سکتیں (کیونکہ احاطہ محدود چیز کا کیا جاتا ہے اور ذاتِ باری تعالیٰ محدود ہونے سے بالاتر ہے۔ نیز اطراف و جوانب والا ہونا اور محاط ہونا تو ممکنات کے اوصاف ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ان اُمور سے منزہ اور مبرا ہے کیونکہ وہ واجب الوجود ہے۔ لہٰذا اس کا احاطہ ناممکن اور محال ہے)

حاصل کلام:

اس تفسیر کے مطابق لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ سے مطلقاً دیدار الٰہی کی نفی ثابت نہیں ہوتی بلکہ ایسے دیدار کی نفی ہے جس میں ذات باری تعالیٰ کا احاطہ بھی ہو۔ اس پر ہمارا بھی ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایسا دیدار نہیں ہو سکتا۔ اور جب آخرت میں مؤمنین کو دیدار الٰہی نصیب ہوگا اور وہ اس عظمت و شرافت سے مشرف فرمائے جائیں گے تو وہ دیدار، ذاتِ باری تعالیٰ کا احاطہ کئے بغیر ہی ہوگا۔ لہٰذا اس دیدار کی نفی اس آیت مبارکہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔ وللہ الحمد

تنبیہ:

فِرَق مبتدعہ نے اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے جو دلائل دیئے ہیں اور علمائے اہل سنت نے ان کے جوابات ارشاد فرمائے ہیں اس کا ذکر عوام الناس کے لیے زیادہ مفید نہیں ہے اس لیے اس مقام پر نہیں کیا گیا۔

علمائے اعلام و مفسرین کرام کی تفسیرات و تحقیقات

کتب تفاسیر میں عظیم کتاب ”جامع البیان فی تفسیر القرآن“ سے آغاز کرتا ہوں جس کی نسبت حضرت امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے علمائے معتبرین کا اجماع نقل کیا ہے کہ علم تفسیر میں اس جیسی کوئی کتاب تالیف نہیں کی گئی' ملاحظہ فرمائیں۔

فان قلت فای التفاسیر ترشد الیہ و تأمرالناظر ان یعول علیہ ؟ قلت تفسیر الامام ابی جعفر بن جریر الطبری الذی اجمع العلماء المعتبرون علی انہ لم یؤلف فی التفسیر مثلہ ۔ قال النووی فی تھذیبہ کتاب ابن جریر فی التفسیر لم یصنف احد مثلہ۔

(الاتقان فی علوم القرآن ج ۲ ص ۱۹۰)

اگر تو (بطور سوال یہ) کہے کہ کتب تفاسیر سے کونسی کتاب کی طرف آپ راہنمائی کرتے ہیں اور ناظر کو اس پر اعتماد کرنے کا امر کرتے ہیں ۔تو (جواب میں) میں کہوں گا امام ابی جعفر محمد بن جریر طبری علیہ الرحمۃ کی تفسیر' جس کی نسبت علمائے معتبرین نے اجماع اور اتفاق کیا ہے کہ علم تفسیر میں اس کی مثل کوئی کتاب تالیف نہیں کی گئی ۔ امام نووی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب ”تھذیب الاسماء و اللغات“ میں فرمایا ہے: علم تفسیر میں محمد بن جریر کی کتاب (جامع البیان فی تفسیر القرآن) کی مثل کسی نے تصنیف نہیں کی ۔ (الاتقان)

حضرت امام ابی جعفر محمد بن جریر طبری علیہ الرحمۃ کی تفسیر و تحقیق

انھوں نے قول باری تعالیٰ ”لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ“ کے تحت اہل السنۃ کی ایک تفسیر یہ بیان فرمائی ہے:

و قال آخرون معنی ذلک لا تدرکہ ابصار الخلائق فی الدنیا و اما فی الآخرۃ فانھا تدرکہ و قال اھل ھذہ المقالۃ: الادراک فی ھذا الموضع الرؤیۃ، (الی ان قال) قالوا و

قد اخبر الله ان وجوها یوم القیامۃ الیہ ناظرۃ (الی ان قال) قالوا و اذا کان ذلک کذلک و کان غیر جائز ان یکون فی اخبار الله تضاد و تعارض وجب و صح ان قولہ لا تدرکہ الابصار علی الخصوص لا علی العموم و ان معناہ لا تدرکہ الا بصار فی الدنیا (الی ان قال) والصواب من القول فی ذلک عندنا ما تظاهرت بہ الاخبار عن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم انہٗ قال اِنَّکُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّکُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ - الحدیث (جامع البیان فی تفسیر القرآن ج ۷ ص ۲۰۱۔۲۰۲)

اور دوسروں (اہل سنت) نے کہا ہے "لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ" کا معنی ہے مخلوقات کی آنکھیں دنیا میں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتیں لیکن آخرت میں بیشک اس کے دیدار سے مشرف ہوں گی، اور اس قول والوں نے کہا ہے کہ اس جگہ میں ادراک، رؤیت (دیکھنا) کے معنی میں ہے (تا) انھوں نے کہا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ضرور خبر دی ہے کہ کچھ چہرے قیامت کے دن (دار آخرت میں) اس کی طرف نظر کرنے والے (شرف دیدار پانے والے) ہیں (تا) اس مقالہ والوں نے کہا ہے جب اللہ تعالیٰ نے "لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ" (آنکھیں اسے نہیں دیکھ سکتیں) فرمایا ہے اور وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ ۝ اِلٰی رَبِّہَا نَاظِرَۃٌ ۝ (اور کچھ چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے اپنے رب کی طرف نظر کرنے والے، شرف دیدار پانے والے) بھی فرمایا ہے۔

اور یہ تو جائز ہی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو خبریں دی ہیں ان میں تضاد اور تعارض ہو، تو لازم وضروری ہے اور صحیح اور درست بات یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد "لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ" (آنکھیں اسے نہیں دیکھ سکتیں) خصوص پر محمول ہے عموم پر محمول نہیں ہے اور بلاشک وشبہ اس فرمان باری تعالیٰ کا معنی یہ ہے کہ لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ فِی الدُّنْیَا دنیا میں سر کی آنکھیں اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں کر سکتیں (تا) اور مسئلہ دیدار الٰہی میں ہمارے

نزدیک درست قول وہ ہے جس کی مدد پر حضور محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مروی اخبار و احادیث ایک دوسری کی معاون اور مددگار ہیں کہ بیشک نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے: تحقیق تم عنقریب قیامت کے روز (دارِ آخرت میں) اپنے رب کا دیدار کرو گے۔ آخرِ حدیث تک

(جامع البیان)

حضرت امام طبری علیہ الرحمۃ کا بیان محتاج وضاحت نہیں ہے۔

حضرت امام ابو عبداللہ محمد بن عمر فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تفسیر و تحقیق

زیرِ آیت "لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ" کے تحت فرمایا:

و تمام التحقیق فیہ ان الشئ اذا کان فی نفسہ بحیث یمتنع رؤیتہ فحینئذ لا یلزم من عدم رؤیتہ مدح و تعظیم للشئ اما اذا کان فی نفسہ جائز الرؤیۃ ثم انہ قدر علی حجب الابصار عن رؤیۃ و عن ادراکہ کانت ھذہ القدرۃ الکاملۃ دالۃ علی المدح والعظمۃ فثبت ان ھذہ الآیۃ دالۃ علی انہ تعالیٰ جائز الرؤیۃ بحسب ذاتہ و اذا ثبت ھذا وجب القطع بان المؤمنین یرونہ یوم القیامۃ (الی ان قال) و کل من قال انہ تعالیٰ جائز الرؤیۃ فی نفسہ قال ان المؤمنین یرونہ یوم القیامۃ فصارت ھذہ الآیۃ دالۃ علی انہ جائز الرؤیۃ و علی ان المؤمنین یرونہ یوم القیامۃ . (تفسیر کبیر ج ۱۳ ص ۱۲۵)

اور تمامِ تحقیق اس میں یہ ہے کہ شئی فی نفسہ جب اس حیثیت سے ہو کہ اس کو دیکھنا ناممکن ہو تو اس وقت اس کے نہ دیکھے جانے سے اس شئی کی مدح اور تعظیم لازم نہیں آتی لیکن جب فی نفسہ شئی کو دیکھنا جائز ہو پھر وہ اپنے دیدار اور ادراک سے آنکھوں کو باز رکھنے پر قادر ہو تو یہ قدرت کاملہ، مدح اور عظمت پر دلالت کرتی ہے (اور آیت مذکورہ چونکہ باری

تعالیٰ کی مدح اور عظمت کے بیان میں وارد ہے) تو ثابت ہوا کہ یہ آیت اس پر دلیل ہے کہ اپنی ذات کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کا دیدار جائز ہے۔ اور جب یہ ثابت ہو چکا تو اس امر کا قطعی اور یقینی ہونا واجب ہو گیا کہ بیشک مؤمنین قیامت کے دن (دار آخرت میں) اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے (تا) اور وہ تمام اہل علم جو اس کے قائل ہیں کہ فی نفسہ اللہ تعالیٰ کا دیدار جائز ہے انہوں نے کہا ہے کہ بیشک مؤمنین قیامت کے دن (دار آخرت میں) اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہوں گے' تو یہ آیت مبارکہ اس امر پر دلیل ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنا جائز ہے اور اس امر پر (بھی) دلیل ہے کہ قیامت کے روز اہل ایمان اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے۔ (تفسیر کبیر)

نیز حضرت امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

المسألة الاولى: احتج اصحابنا بهذه الآيه (لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ، الآية) على انه تعالى تجوز رؤيته والمؤمنين يرونه يوم القيامة . (تفسیر کبیر ج ۱۳ ص ۱۲۴)

پہلا مسئلہ: ہمارے اصحاب (اہل سنت) نے اس آیت مبارکہ (لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ، الآية) سے اس امر پر استدلال کیا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنا جائز ہے اور بیشک مؤمنین روز قیامت (دار آخرت میں) اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے۔

نیز حضرت امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ نے معتزلہ کے شبہات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

(الوجه الثالث) ان نقول صيغة الجمع كما تحمل على الاستغراق فقد تحمل على المعهود السابق ايضاً.

و اذ كان كذلك فقوله (لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ، الآية) يفيد ان الابصار المعهودة

فی الدنیا لا تدرکہ و نحن نقول بموجبہ فان ھذہ الابصار و ھذہ الاحداق مادامت تبقی علی ھذہ الصفات التی ھی موصوفۃ بھا فی الدنیا لا تدرک اللہ تعالیٰ و انما تدرک اللہ تعالیٰ اذا تبدلت صفاتھا و تغیرت احوالھا فلم قلتم ان عند حصول ھذہ التغیرات لا تدرک اللہ۔

(تفسیر کبیر ج ۱۳ ص ۱۲۸)

تیسری وجہ: ہم کہیں گے کہ جمع کا صیغہ جیسے استغراق پر محمول ہوتا ہے تو کبھی معہود سابق پر بھی محمول ہوتا ہے اور جب ایسا ہی ہے تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد "لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ" (آنکھیں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتیں) اس بات کا فائدہ دیتا ہے کہ بیشک جو آنکھیں دنیا میں معہود اور معلوم ہیں وہ اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں کر سکتیں اور ہم خود اس کے موجب اور مقتضی کے قائل ہیں اس لیے کہ یہ آنکھیں اور آنکھوں کے یہ ڈھیلے جب تک ان صفات پر باقی ہیں جن کے ساتھ دنیا میں موصوف و متصف ہیں تو اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں کر سکتے اور آنکھیں اللہ تعالیٰ کا دیدار صرف اس صورت میں کریں گی جب ان کی صفات تبدیل ہو جائیں گی اور ان کے احوال متغیر ہو جائیں گے تو (اے معتزلہ وغیرہ) تم نے کس لیے کہا ہے کہ ان تغیرات کے حصول کے وقت بھی آنکھیں اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں کر سکتیں۔

خلاصہ تحقیق رازی:

حضرت امام رازی علیہ الرحمۃ نے نہایت حسین اور عمدہ اسلوب کے ساتھ مسئلہ کی وضاحت فرما دی ہے اور تمام تحقیق اور کمال تحقیق میں یہ ثابت کیا ہے کہ فی نفسہ اللہ تعالیٰ کا دیدار جائز ہے اور اس نے اپنی قدرت کاملہ سے آنکھوں کو دنیا میں اپنے دیدار اور ادراک سے باز رکھا ہے اور یہ قدرت اس کی مدح اور عظمت کی دلیل ہے اور لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ اس پر دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے اعتبار سے اس کا دیدار کرنا جائز ہے اور اس پر بھی

دلیل ہے کہ اہل ایمان دار آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے اور تمام اہل علم جو اللہ تعالیٰ کا دیدار جائز سمجھتے ہیں وہ اس کے قائل ہیں کہ مؤمنین قیامت کے دن (دار آخرت میں) اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے اور مؤمنین کا دار آخرت میں دیدار کرنا قطعی اور یقینی ہے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ "لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ" سے ثابت کیا ہے کہ دنیا میں جو آنکھیں معہود و معلوم ہیں وہ اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں کر سکتیں اور فرمایا ہم اہل سنت خود اس کے قائل ہیں کہ یہ آنکھیں دنیا میں جن صفات سے موصوف و متصف ہیں (اور ان صفات سے ایک صفت' فانی ہونا بھی ہے) جب تک انہی صفات سے موصوف و متصف رہیں گی تو دیدار الٰہی کی استطاعت نہیں رکھتیں۔ لیکن دار آخرت میں ان کی صفات تبدیل ہو جائیں گی، فنا کی جگہ بقا والا وصف ان کو عطا کر دیا جائے گا تو ہمیشہ ہمیشہ باقی ذات پاک کا دیدار کرنے کی استعداد و صلاحیت بھی ان کو بخش دی جائے گی' تو اس وقت دیدار الٰہی سے مشرف ہوں گی۔ لہٰذا اے منکرین رؤیت باری تعالیٰ تمہارا مطلقاً دیدار الٰہی کو ناممکن اور محال قرار دے کر دار آخرت میں بھی مؤمنین کے لیے دیدار الٰہی کا انکار کرنا غلط اور خلاف قرآن کریم ہے۔ وللہ الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ

حضرت امام ابو محمد حسین بن مسعود بغوی اور اور حضرت علامہ محمد بن مصلح الدین شیخ زادہ رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قال ابن عباس و مقاتل لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ فی الدنیا و هو یری فی الآخرة۔

(تفسیر معالم التنزیل ج ۲ ص ۱۲۰)

و قد روی فی تفسیر الآیة لا تدرکه الابصار فی الدنیا و هو یری فی الآخرة۔

(حاشیہ شیخ زادہ علی البیضاوی ج ۲ ص ۱۹۵)

حبر الامۃ رئیس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت مقاتل علیہ الرحمۃ نے ارشاد باری تعالیٰ ''لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ'' کی تفسیر میں فرمایا ہے:

دنیا میں آنکھیں اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں کر سکتیں اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا جائے گا۔

حضرت امام ابو عبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

قد صح عن النبی ﷺ الاحادیث فی الرؤیۃ یوم القیامۃ و قال ابن عباس لا تدرکہ الابصار فی الدنیا و یراہ المؤمنون فی الآخرۃ لاخبار اللہ بھا فی قولہ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝ (الی ان قال) فقال ابن عباس اما نحن بنو ہاشم فنقول ان محمدا ﷺ رای ربہ مرتین ثم قال ابن عباس ا تعجبون ان الخلۃ تکون لابراہیم والکلام لموسٰی والرؤیۃ لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم و علیہم اجمعین (الی ان قال)

و عن مالک بن انس رضی اللہ تعالی عنہ قال لم یر فی الدنیا لانہ باق و لا یری الباقی بالفانی فاذا کان فی الآخرۃ و رزقوا ابصار باقیۃ رأوا الباقی بالباقی قال القاضی عیاض و ھذا کلام حسن ملیح - (الجامع لاحکام القرآن ج ۷ ص ۳۷-۳۸)

قیامت کے دن (دارِ آخرت میں) اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنے کے بارے میں حضور نبی مکرم ﷺ سے احادیث صحیحہ مروی ہیں اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: دنیا میں آنکھیں اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں کر سکتیں اور آخرت میں مؤمنین اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ارشاد مقدس ''وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝'' (کچھ چہرے اس دن اپنے رب کا دیدار کر کے تر و تازہ ہوں گے) میں رؤیت اور دیدار کرنے کی خبر دی ہے (تا) تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ

تعالیٰ نے فرمایا: ہم بنو ہاشم تو کہتے ہیں کہ بیشک حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ اپنے رب کا دیدار کیا ہے۔ پھر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: کیا تم تعجب کرتے ہو کہ خلت حضرت ابراہیم کے لیے اور کلام حضرت موسیٰ کے لیئے اور دیدار حضرت محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہم اجمعین کے لیے ہو،

(تا) حضرت امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انھوں نے فرمایا: دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں کیا جاسکتا اس لیے کہ وہ باقی ہے (اور دنیا میں ہماری آنکھیں فانی ہیں) اور باقی ذات پاک، فانی آنکھوں سے نہیں دیکھی جاسکتی، پھر آخرت میں مؤمنین جب باقی اور لافانی آنکھیں عطا کر دیئے جائیں گے تو باقی ذات پاک کا، باقی اور لافانی آنکھوں کے ساتھ دیدار کریں گے، حضرت امام قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے فرمایا یہ کلام، حسن، ملاحت والا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن)

حاصل کلام:

حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ارشاد باری تعالیٰ "لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ" کی تفسیر فرمائی ہے "لا تدركه الابصار فی الدنیا" دنیا میں سر کی آنکھیں اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں کر سکتیں۔ اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وہ خوش نصیب صحابی ہیں جن کے لیے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حضور تفسیر قرآن کریم کا علم عطا کرنے کی دعا فرمائی ہے، انھوں نے دنیوی زندگی میں دیدار الٰہی سے مشرف ہونا حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ بتایا ہے۔

نیز امام دار الہجرت حضرت امام مالک قدس سرہ العزیز نے دنیا کی زندگی میں سر کی آنکھوں میں دیدار الٰہی کی تاب نہ ہونے اور آخرت میں ذاتی انوار و تجلیات کی متحمل ہو

جانے کی جو وجہ لطیف بیان کی ہے وہ نہایت ہی معقول ہے۔

ضروری تنبیہ: پوری امت مسلمہ کے لئے دیدار الٰہی عام ہونے کے دعویدار حضرات غور کرلیں کہ اصلاح اور فقر کے نام پر لاعلمی کی وجہ سے درحقیقت قرآن کریم کی تکذیب کے مرتکب ہورہے ہیں۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

حضرت امام قرطبی مالکی علیہ الرحمۃ نے معتزلہ کی تردید میں فرمایا:

فاما ما استدلوا به من قوله تعالى لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ فانما ذلک فی الدنیا (الجامع لاحکام القرآن ج۱۹ ص۱۷)

معتزلہ نے جو ارشاد باری تعالیٰ "لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ" (سر کی آنکھیں اسے نہیں دیکھ سکتیں اور وہ آنکھوں کا ادراک فرماتا ہے) سے استدلال کیا ہے (یہ استدلال غلط ہے کیونکہ) آنکھوں کا اللہ تعالیٰ کو نہ دیکھ سکنا تو صرف دنیا کے اندر ہے

حضرت علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

و فی الخبر ان اهل الجنة اذا رأوا الحق نسوا نعيم الجنة و هذه الرؤية بعين الرأس و اما فی الدنيا فبعين العين لغير نبينا ﷺ كما سبق عند قوله تعالى لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ الآية (الى ان قال) و لنا لا نشاهد الحق فی دار الدنيا لانها مقام التكليف.

(تفسیر روح البیان ج ۴ ص ۳۹-۳۸)

اور حدیث شریف میں ہے کہ اہل جنت جب اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہوں گے تو جنت کی نعمتیں بھول جائیں گے اور یہ دیدار الٰہی سر کی آنکھ کے ساتھ ہوگا لیکن دنیا میں ہمارے نبی مکرم ﷺ کی ذات پاک کے علاوہ دوسروں کے لئے دل کی آنکھ کے ساتھ ہے، جیسا کہ اس کا بیان ارشاد باری تعالیٰ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ کی تفسیر کے مقام پر گزر چکا

ہے (تا) اور اسی لئے دار دنیا میں ہم حق تعالیٰ کا مشاہدہ (سر کی آنکھ سے) نہیں کر سکتے اس لئے کہ بیشک دارِ دنیا مقام تکلیف ہے (یہاں بن دیکھے ہم ایمان لانے کے مکلف ہیں)۔

نیز حضرت علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

لکن فرق بین الدنیا والآخرۃ کثافۃ و لطافۃ فان الشھود فی الدنیا بالسر المجرد لغیر نبینا علیہ السلام بخلافہ فی الآخرۃ فان القلب ینقلب ھناک قالبا فیفعل القالب ھناک ما یفعلہ القلب والسر فی ھذہ الدار - (تفسیر روح البیان ج۹ ص ۲۲۳)

لیکن دنیا (میں سر کی آنکھوں سے دیدار الٰہی کی تاب نہ ہونے) اور آخرت (میں اہل ایمان کے دیدارِ الٰہی سے مشرف فرمائے جانے) کے درمیان فرق' کثیف اور لطیف ہونے کا ہے۔ اس لیے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کے غیر کے لیے دنیا میں شہود صرف سِرّ کے ساتھ ہے' آخرت میں شہود کا معاملہ اس کے بخلاف ہے اس لیے کہ بیشک قلب وہاں قالب میں منقلب ہو جائے گا تو دارِ آخرت میں قالب وہی کچھ کرے گا جو اس دارِ دنیا میں قلب اور سِرّ کرتا ہے۔ (تفسیر روح البیان)

الحمدللہ تعالیٰ عباراتِ مذکورہ، بیانِ مسئلہ میں خود اتنی واضح ہیں کہ مزید کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہیں۔

شب معراج دیدارِ الٰہی حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی خصوصیت ہے

فقد اختلفوا فی انہ علیہ السلام رای اللہ تعالٰی لیلۃ الاسراء بقلبہ او بعین رأسہ (الی ان قال) یقول الفقیر ایرا د الرؤیۃ فی مقابلۃ الکلام یدل علی رؤیۃ العین لان موسٰی علیہ السلام قد سألھا و منع منھا فاقتضی ان یفضل النبی ﷺ علیہ بما منع منہ و ھو الرؤیۃ البصریۃ و لا شک ان الرؤیۃ القلبیۃ الحاصلۃ بالانسلاخ یشترک فیھا جمیع الانبیاء

حتی الاولیاء - (تفسیر روح البیان ج۹ ص ۲۲۲)

علمائے امت نے اس امر میں اختلاف کیا ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شب اسراء اور معراج اپنے دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا ہے یا اپنے سر کی آنکھ کے ساتھ (تا) فقیر (علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ) کہتا ہے کلام (سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مشرف فرمانے) کے مقابلہ میں رؤیت (دیدار کرنے) کو وارد کرنا، سر کی آنکھ کے ساتھ دیدار کرنے پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے کہ بیشک حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سر کی آنکھ سے دیدار کرنے کا سوال کیا تھا اور اس سے روک دیئے گئے تو یہ اسی کا مقتضی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اس چیز کے ساتھ فضیلت دی جائے جو اُن سے روک لی گئی اور وہ رؤیت بصریہ (سر کی آنکھ سے دیدارِ الٰہی کرنا) ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تحقیق رؤیت قلبیہ (قلبی دیدار) جو انسلاخ کے ساتھ حاصل ہوتی ہے اس میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام حتی کہ اولیاء بھی شریک ہیں۔

بیان فوائد:

[۱] حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے صرف رؤیت قلبیہ (قلبی دیدار الٰہی) ثابت ماننے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت ہرگز ثابت نہ ہوگی جبکہ دیدار سے مشرف فرمانے سے مقصود، فضیلت دینا ہے۔ تو اس سے خوب ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سر کی آنکھ سے دیدار الٰہی سے مشرف فرمایا گیا۔

[۲] علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ کی مذکور تحقیق سے خوب واضح ہے کہ سر کی آنکھ سے دیدار الٰہی امت مسلمہ کے لیے عام ہونے کی صورت میں حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس بات میں اپنی امت پر بھی فضیلت ثابت نہ ہوگی۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ چہ جائیکہ تمام

انبیاء کرام و رسل عظام علیہم السلام پر فضیلت ثابت ہو۔

[۳] جب حضور سید المرسلین ﷺ کے بارے میں ہی اس مسئلہ میں علمائے امت کے درمیان اختلاف ہے تو ساری امت کے لئے دیدار الٰہی عام ہونے کا دعویٰ کیونکر درست ہوسکتا ہے۔

حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تفسیر و تحقیق

و تحقیق المقام (الی ان قال) فرؤیۃ اللہ سبحانہ یتیسر للمؤمنین فی الآخرۃ بتوسط الحاسۃ لا فی الدنیا الا ما ذکرنا من الخلاف فی حق النبی ﷺ خاصۃ .

(تفسیر مظہری ج ۹ ص ۱۰۸)

اور تحقیق مقام (تا) مؤمنین کو حاسہ (سر کی آنکھ) کے توسط سے اللہ تعالیٰ کا دیدار آخرت میں میسر آئے گا۔ دنیا میں نہیں، مگر خاص طور پر حضور نبی مکرم ﷺ کے بارے میں ہم نے (علمائے امت کا) جو اختلاف ذکر کیا ہے۔

نیز فرمایا: قال انس والحسن و عکرمۃ رای محمد ﷺ ربہ یعنی بعینہ قال البغوی قال عکرمۃ عن ابن عباس قال ان اللہ اصطفٰی ابراہیم بالخلۃ و اصطفٰی موسٰی بالکلام واصطفی محمدا ﷺ بالرؤیۃ و روی الترمذی عن الشعبی ان کعب الاحبار قال لابن عباس ان اللہ قسم رؤیتہ و کلامہ بین محمد و موسٰی فکلم موسٰی مرتین و رای محمد ﷺ مرتین قلت المراد الرؤیۃ المختلف فیھا الرؤیۃ بالبصر و اما الرؤیۃ القلبیۃ المعبر عنھا بالمشاھدۃ فغیر مختص بالنبی ﷺ بل یتشرف اولیاء امتہ ﷺ ایضاً و قد ادعی بعض الاولیاء الرؤیۃ البصریۃ و ذلک خلاف اجماع فی غیر النبی ﷺ و ھذا الدعوی مبنی علی الاشتباہ و وجہ الاشتباہ ان الصوفی قد یری ربہ بقلبہ و ھو یقظان و یتعطل

حینئذ بصرہ لکنہ یزعم فی غلبۃ الحال انہ یراہ ببصرہ و انما ھو یراہ بقلبہ و بصرہ معطل۔

(تفسیر مظہری ج ۹ ص ۱۰۷)

حضرت انس ﷺ اور حضرت حسن بصری اور حضرت عکرمہ رحمہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ حضور محمد (رسول اللہ) ﷺ نے اپنے رب کا دیدار کیا ہے یعنی اپنی سر کی آنکھ سے، امام بغوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا: عکرمہ علیہ الرحمۃ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلت کے ساتھ، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلام کے ساتھ اور حضور محمد مصطفی ﷺ کو دیدار کے ساتھ چن لیا ہے۔

اور امام ترمذی نے شعبی (تابعی) سے روایت کیا ہے کہ بیشک حضرت کعب احبار نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا تحقیق اللہ تعالیٰ نے اپنا دیدار اور اپنا کلام حضور محمد مصطفی ﷺ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان تقسیم فرمایا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دو مرتبہ ہم کلامی کا شرف پایا ہے اور حضور محمد مصطفی ﷺ دوبار دیدار الٰہی سے مشرف ہوئے ہیں۔

میں (قاضی محمد ثناء اللہ) کہتا ہوں جس دیدار الٰہی میں اختلاف ہے وہ سر کی آنکھ سے دیدار ہے، رہا قلبی دیدار جسے مشاہدہ کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے، وہ حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ مختص نہیں ہے بلکہ آپ ﷺ کی اُمت کے اولیاء بھی قلبی دیدار سے مشرف ہوتے رہے ہیں۔ اور بعض اولیاء نے سر کی آنکھ سے دیدار کرنے کا دعویٰ کیا ہے اور وہ دعویٰ حضور نبی مکرم ﷺ کے غیر کے حق میں اجماع امت کے خلاف ہے (یعنی اس پر اجماع امت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے سوا کسی کے لیے بھی دنیا میں سر کی آنکھ سے دیدار الٰہی

شرعاً جائز اور ممکن ہی نہیں ہے) اور یہ دعویٰ اشتباہ پر مبنی ہے' اور اشتباہ کی وجہ یہ ہے کہ صوفی کبھی بیداری کی حالت میں دل کے ساتھ اپنے رب کا دیدار کرتا ہے اور اس وقت اس کی سر کی آنکھ معطل ہوتی ہے لیکن غلبۂ حال میں صوفی گمان کرتا ہے کہ وہ سر کی آنکھ سے دیدارِ الٰہی سے مشرف ہو رہا ہے (جبکہ حقیقت یہ ہے) کہ وہ صرف اپنے دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہو رہا ہوتا ہے اور اس کی سر کی آنکھ معطل ہوتی ہے۔ (تفسیر مظہری)

ضروری تنبیہ:

بحمدہ تعالیٰ، عبارت مذکورہ میں کافی تفصیل کے ساتھ دیدارِ الٰہی کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے' کہ دنیوی زندگی میں سر کی آنکھ سے دیدارِ الٰہی کا شرف پانے یا نہ پانے میں علماءِ امت کے درمیان جو اختلاف ہے وہ صرف اور صرف حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک کے بارے میں ہے (حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نسبت سر کی آنکھ سے شرفِ دیدارِ الٰہی پانے کا قول اگر کسی نے کیا ہے تو وہ اجماعِ امت کے خلاف ہونے کی وجہ سے باطل اور مردود ہے) البتہ قلبی دیدار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خاص نہیں ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے اولیاءِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کو بھی نصیب ہوتا ہے۔ اور اگر کسی ولی نے سر کی آنکھ سے دیدارِ الٰہی کا دعویٰ کیا ہے تو یہ دعویٰ قائل کے معصوم نہ ہونے کی وجہ سے اس سے خلافِ واقع سرزد ہوا ہے جو کہ در حقیقت باطل و مردود ہے کیونکہ قرآن کریم و احادیث مبارکہ اور اجماعِ امت کے خلاف ہے۔ نیز مفسر نے واضح کر دیا ہے کہ دعویٰ مذکور کا باعث دراصل اشتباہ ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی علیہ الرحمۃ کی تحقیق

آپ نے ''لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ'' کے تحت مطلقاً دیدارِ الٰہی کو محال اور ناممکن قرار دینے والے فرقِ متبدعہ کے شبہات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

الثالث انا لو سلمنا ان الادراک ھو الرؤیۃ المطلقۃ و ان أل للاستغراق و ان الکلام لعموم السلب لکن لا نسلم عمومہ فی الاحوال والاوقات ای لا نسلم انھا دائمۃ لجواز ان یکون المراد نفی الرؤیۃ فی الدنیا کما یروی تقییدہ بذلک عن الحسن و غیرہ و یدل علیہ ما اخرجہ الحکیم الترمذی فی نوادر الاصول و ابو نعیم فی الحلیۃ عن عباس قال تلا رسول اللہ ھذہ الآیۃ "رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْكَ" فقال قال اللہ تعالی یا موسٰی انہ لا یرانی حی الا مات ۔الحدیث ۔ (تفسیر روح المعانی ج ۷ ص ۲۴۵)

تیسرا جواب یہ ہے کہ بیشک ہم اگر تسلیم کرلیں کہ ادراک کا معنیٰ مطلقاً دیکھنا ہے اور ''الابصار'' پر الف لام استغراق کے لیے ہے اور یہ بھی تسلیم کرلیں کہ کلام عمومِ سلب کے لیے ہے، لیکن تمام احوال اور اوقات میں اس کا عموم ہم تسلیم نہیں کرتے یعنی ہم یہ نہیں مانتے کہ یہ قضیہ دائمہ ہے کیونکہ یہ بھی جائز ہے کہ صرف دنیا میں دیدارِ الٰہی کی نفی مراد ہو جیسا کہ آیت مذکورہ میں نفی دیدار کو دنیا کے ساتھ مقید کرنا حسن بصری وغیرہ سے مروی ہے، اور اس پر دلیل وہ حدیث ہے جسے حکیم ترمذی نے نوادر الاصول اور ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت مبارکہ "رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْكَ" الآیۃ (اے میرے رب مجھے اپنی ذات دکھا میں تیری زیارت کروں) تلاوت فرمائی، پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سوال دیدار کے جواب میں فرمایا، اے موسیٰ بیشک (دنیا

میں) کوئی زندہ مجھے نہیں دیکھے گا مگر (ذاتی تجلیات کی برداشت کی تاب نہ ہونے کی وجہ سے)اس پر موت طاری ہوجائے گی۔ (تفسیر روح المعانی)

حدیث قدسی میں مسئلہ دیدارالٰہی کی وضاحت

بفضلہٖ تعالیٰ تفسیر روح المعانی کی عبارت میں صرف حدیث مرفوع ہی نہیں بلکہ حدیث قدسی نقل کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی حضور سرور کونین ﷺ نے اپنی امت کو تعلیم فرمائی ہے جس سے ''لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ'' کی تفسیر بھی ہوگئی ہے۔اس کا حاصل یہ ہے کہ دارِ دنیا میں اگر کوئی زندہ دیدارِ الٰہی سے مشرف ہوجائے اور اس پر ذاتی تجلی واقع ہوجائے تو ذاتی تجلی برداشت نہ کرسکنے کی وجہ سے اس کی موت واقع ہوجائے گی۔

دوسری آیت مبارکہ:

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ. (الاعراف ۷:۱۴۳)

اور جب موسیٰ ہمارے مقرر کئے ہوئے وقت پر آئے اور ان کے رب نے ان سے کلام فرمایا۔عرض کی اے میرے رب مجھے اپنی ذات دکھا، میں تجھے دیکھوں فرمایا تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے اور لیکن اس پہاڑ کی طرف دیکھو اگر یہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا تو عنقریب تم مجھے دیکھ لوگے پھر جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو اسے ریزہ ریزہ کردیا اور موسیٰ بیہوش ہوکر گرے۔پھر جب ہوش میں آئے عرض کی تو پاک ہے میری توبہ ہے تیری بارگاہ میں اور میں سب سے پہلا مؤمن ہوں۔

آیت مذکورہ اور مسئلہ دیدارِ الٰہی:

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

[1] آیت مذکورہ دنیا میں دیدارِ الٰہی از روئے عقل ممکن ہونے کی دلیل ہے کیونکہ اگر دیدارِ الٰہی از روئے عقل ہی ناممکن اور محال ہوتا تو عظیم رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کا محال امر کو طلب کرنا لازم آئے گا اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا محال عقلی کو طلب کرنا اور اس کا سوال کرنا ناممکن ہے خصوصاً اس چیز کو طلب کرنا جو اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے بارے میں حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بے خبری اور لاعلمی کا تقاضا کرے' کیونکہ جو چیز اللہ تعالیٰ کے حق میں عقلاً ناممکن اور محال ہے اس کے ممکن ہونے کا اعتقاد گمراہی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے اس کا سوال کرنا اور بھی سنگین ہے' تو حضرت موسیٰ علیہ السلام جو کلیم اللہ اور اولوالعزم رسل کرام سے ہیں وہ کس طرح اس کا اعتقاد رکھ سکتے ہیں چہ جائیکہ اس کا سوال بھی کر دیں۔

[2] آیت مقدسہ میں ارشاد باری تعالیٰ ''لَنْ تَرَانِیْ'' تم مجھے (دنیا میں) ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔ دنیوی زندگی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے دیدار الٰہی واقع نہ ہونے کی دلیل ہے۔ اور ''لَنْ تَرَانِیْ'' کے نزول سے قبل' دنیا میں دیدار الٰہی از روئے شرع ناممکن ہونا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علم میں نہیں تھا اور یہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بے خبری نہیں ہے بلکہ اس کے بعض احکام کے بارے میں وحی کے نزول سے قبل لاعلمی ہے اور یہ چیز عظمتِ نبوت و رسالت کے ہرگز منافی نہیں ہے۔

[3] حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سوال دیدارِ الٰہی کے جواب میں نظم قرآن کریم میں ''لَنْ تَرَانِیْ'' تم مجھے (دنیا میں) ہرگز نہیں دیکھ سکتے، وارد ہے۔ اور اس کی تفسیر حدیث

قدسی میں ''یا موسیٰ انہ لا یرانی حی الا مات الحدیث'' اے موسیٰ بیشک کوئی زندہ (دنیا میں) مجھے نہیں دیکھے گا مگر ذاتی تجلیات کی برداشت کی تاب نہ ہونے کی وجہ سے اس کی موت واقع ہو جائے گی، بھی وارد ہے۔

[4] حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دنیا میں دیدارِ الٰہی کر سکنا، اللہ تعالیٰ نے ایک شرط پر موقوف اور معلق ٹھہرایا تھا ملاحظہ فرمائیں: ''وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ '' اور لیکن اس پہاڑ کی طرف دیکھو اگر یہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا تو عنقریب تم مجھے دیکھ لو گے اور پہاڑ کے اپنی جگہ استقرار اور ٹھہرنے والی شرط نہیں پائی گی لہٰذا مشروط اور جزاء (حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے دیدارِ الٰہی کا وقوع) بھی نہیں پائی گئی۔

[5] اس بات پر علمائے امت کا اجماع ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دنیوی زندگی میں ذاتی تجلی (دیدار الٰہی) سے مشرف نہیں فرمائے گئے۔

[6] یہ امر بھی علمائے امت کے نزدیک قطعی اور یقینی ہے کہ روحانی مدارج کی استعداد و صلاحیت میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام دوسرے انسانوں سے اقویٰ اور اعلیٰ ہیں اور کوئی بڑے سے بڑا ولیِ کامل حتیٰ کہ حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے کوئی ایک بھی کسی نبی کے برابر نہیں ہو سکتا۔ پھر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام میں جو نفوس قدسیہ رسل کرام علیہم السلام بھی ہیں اُن کی شان اور بھی ارفع اور اعلیٰ ہے، پھر ان میں سے جو حضرات اولوالعزم رسل کرام علیہم السلام ہیں، اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام اولوالعزم رسل کرام سے ہیں۔

اس بیان سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ جب دنیوی زندگی میں ذاتی تجلیات اور دیدار الٰہی کی برداشت کی تاب نہ ہونے کی وجہ سے بھی اس عظیم شرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام

نہیں نوازے گئے تو غیر انبیاء اور وہ بھی صرف اولیاء کاملین ہی نہیں بلکہ پوری امت مسلمہ کے عامی افراد و اشخاص کے لیے ذاتی تجلیات اور دیدارِ الٰہی کا عام ہونا اور اللہ تعالیٰ کے ذاتی نام کے تصور والے عمل سے اس کا بالفعل واقع ہو جانا از روئے شرع کیونکر ممکن ہو سکتا ہے۔

نتیجہ کلام:

آیت مذکورہ جہاں معتزلہ، خوارج وغیرہ مبتدعہ جو دنیا اور آخرت میں مطلقاً دیدارِ الٰہی کو از روئے عقل ہی محال اور ناممکن قرار دیتے ہیں، کے خلاف برہان قطعی ہے، تو ایسے ہی شب اسراء اور معراج سے امت مسلمہ کے لیے دیدارِ الٰہی عام ہو جانے اور جو نعمت عظمیٰ حضرات انبیاء سابقین علیہم السلام کے لیے بند تھی اس امت کے لئے کھول دیئے جانے کا نظریہ رکھنے والوں کے خلاف بھی برہان قطعی ہے۔ وللہ الحمد

حضرات علمائے اعلام و مفسرین کرام کی تفسیرات و تحقیقات

حضرت امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ تعالیٰ رقم طراز ہیں:

(فَلَمَّا اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ) یقول تعالیٰ ذکرہ فلما ثاب الی موسٰی علیہ السلام فھمہ من غشیتہ و ذالک ھو الافاقۃ من الصعقۃ التی خر لھا موسٰی علیہ السلام قال سبحانک تنزیھا لک یا رب و تبرئۃ ان یراک احد فی الدنیا ثم یعیش تبت الیک من مسئلتی ایاک ما سألتک من الرؤیۃ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ بک من قومی ان لا یراک فی الدنیا احد الا ھلک (الی ان قال) عن ابن عباس قولہ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ یقول انا اول من یؤمن انہ لا یراک شیئ من خلقک۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن ج ۹ ص ۳۹۔۳۸)

ارشاد باری تعالیٰ "فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبۡحٰنَكَ تُبۡتُ اِلَيۡكَ وَاَنَا اَوَّلُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ" پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ہوش میں آئے عرض کی تو پاک ہے میں نے توبہ کی تیری بارگاہ میں اور میں (اپنے زمانہ میں اپنی قوم سے) سب سے پہلا مؤمن ہوں۔ (کی تفسیر میں امام ابوجعفر محمد بن جریر علیہ الرحمۃ نے فرمایا) اللہ تعالیٰ ذکر فرماتا ہے: موسیٰ علیہ السلام کی غشی سے جب ان کی فہم ان کی طرف لوٹ آئی اور وہی اس بیہوشی سے افاقہ ہے جس کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام گر گئے تھے۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی تو پاک ہے، اے میرے رب میں تیری براءت بیان کرتا ہوں اس سے کہ دنیا میں کوئی تیرا دیدار کرے پھر زندہ باقی رہ جائے، میں نے تیری بارگاہ میں توبہ کی اپنے سوال سے جو میں نے تجھ سے دیدار کرنے کا سوال کیا ہے، اور میں اپنی قوم سے سب سے پہلا شخص تجھ پر ایمان لانے والا ہوں کہ تجھے دنیا میں کوئی نہیں دیکھے گا مگر ہلاک ہو جائے گا۔

(تا) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، قول باری تعالیٰ "قَالَ سُبۡحٰنَكَ تُبۡتُ اِلَيۡكَ وَاَنَا اَوَّلُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ" میں "وَاَنَا اَوَّلُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ" کی تفسیر میں آپ نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی: میں (اپنے زمانہ میں اپنی قوم سے) پہلا وہ شخص ہوں جو اس پر ایمان لاتا ہے کہ بیشک دنیا میں تیرا دیدار تیری مخلوق سے کوئی نہیں کر سکتا۔

حضرت علامہ نظام الدین حسن بن محمد نیشاپوری رقم طراز ہیں:

و قالت الاشاعرة و انا اول المؤمنين بانک لا ترى فى الدنيا او بانه لا يجوز السؤال منک الا باذنک ۔

(تفسیر غرائب القرآن ورغائب الفرقان بھامش جامع البیان فی تفسیر القرآن ج ۹ ص ۴۰)

اور حضرات اشاعرہ نے ''وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ'' کی تفسیر میں کہا ہے:

اور میں سب سے پہلا شخص ایمان لانے والا ہوں اس پر کہ بیشک دنیا میں تجھے نہیں دیکھا جاسکتا۔ یا معنی یہ ہے کہ: میں اس پر ایمان لانے والا ہوں کہ بیشک تجھ سے سوال کرنا جائز نہیں مگر تیرے اذن (تیری اجازت) کے ساتھ۔

حضرت امام ابوعبداللہ محمد بن عمر بن حسین قرشی فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ رقم طراز ہیں:

"وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ" بانک لا ترى فى الدنيا او يقال "وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ" بانه لا يجوز السوال منك الا باذنك (الى ان قال) اعلم ان موسى عليه السلام لما طلب الرؤية و منعه الله منها عدد الله عليه وجوه نعمه العظيمة التى له عليه و امره ان يشتغل بشكرها كانه قال ان كنت قد منعتك الرؤية فقد اعطيتك من النعم العظيمة كذا و كذا فلا يضيق صدرك بسبب منع الرؤية۔

(مفاتیح الغیب المعروف تفسیر کبیر ج ۱۴: ۲۳۵)

اور میں (اپنے زمانہ کے بنی اسرائیل سے) پہلا شخص اس پر ایمان لانے والا ہوں کہ بیشک دنیا میں تیری ذات پاک کا دیدار نہیں کیا جاسکتا۔

یا ''وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ'' کی تفسیر میں یوں کہا جائے گا کہ: اور میں پہلا شخص اس پر ایمان لانے والا ہوں کہ تیرے اذن کے بغیر تجھ سے سوال کرنا جائز نہیں ہے۔ (تا) یقینی طور پر جان لے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب دیدار الٰہی طلب کیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے منع فرما دیا تو اللہ تعالیٰ نے مختلف اقسام کی اپنی عظیم نعمتیں انھیں گنوائیں جو ان پر تھیں اور ان نعمتوں پر شکر میں مشغول ہونے کا امر فرمایا۔ گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اگر

میں نے تم کو دیدار عطا نہیں کیا تو میں نے تمھیں ایسی ایسی عظیم نعمتیں عطا فرمائی ہیں، تو دیدار روکنے (عطا نہ کرنے) کے سبب آپ کا سینہ تنگ نہیں ہونا چاہیے۔

حضرت علامہ سید محمود آلوسی بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ رقم طراز ہیں:

آپ نے "رَبِّ اَرِنِیۡۤ اَنۡظُرۡ اِلَیۡكَ" کے تحت معتزلہ کے پانچویں شبہ کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

و کون الرؤیۃ فی الدنیا غیر واقعۃ عند الفریقین ان ارید بہ انھا غیر ممکنۃ الوقوع فھو اول المسئلۃ وان ارید انھا ممکنۃ لکنھا لا تقع لاحد فلا نسلم انہ اجمع علی ذلک الفریقان اما المعتزلۃ فلانھم لا یقولون بامکانھا و اما اھل السنۃ فلان کثیرا منھم ذھب الی انھا وقعت لنبینا صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ الاسراء۔ (تفسیر روح المعانی ج ۹ ص ۴۸)

حاصل کلام یہ ہے کہ اے معتزلہ تم نے جو کہا ہے فریقین (اہل سنت اور معتزلہ) کے نزدیک دنیا میں دیدار الٰہی واقع نہیں ہے، اس سے تمھاری مراد اگر تو یہ ہے کہ دنیا میں دیدار الٰہی کا وقوع ممکن ہی نہیں ہے تو یہ ہمارے اور تمھارے درمیان متنازع فیہ اور اختلافی امر ہے ہمارے نزدیک دنیا میں دیدارِ الٰہی ازروئے عقل ممکن ہے اور تمہارے نزدیک ناممکن اور محال ہے۔

اور اگر مراد یہ ہے کہ دنیا میں دیدارِ الٰہی ممکن تو ہے لیکن کسی کے لیے واقع نہیں ہوگا تو ہم یہ بات تسلیم ہی نہیں کرتے کہ اس پر دونوں فریق، اہل سنت اور معتزلہ کا اجماع اور اتفاق ہے کیونکہ معتزلہ تو دیدارِ الٰہی کو ممکن ہی نہیں مانتے۔ اور رہے اہل سنت تو ان سے کثیر اہل علم کا یہ موقف ہے کہ اسراء اور معراج کی رات ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدار الٰہی عطا ہوا ہے اور آپ اس نعمتِ عظمیٰ سے مشرف فرمائے گئے ہیں۔ (تفسیر روح المعانی)

ضروری تنبیہ:

عبارت مذکورہ میں علامہ آلوسی علیہ الرحمۃ نے واضح طور پر بیان کر دیا ہے کہ اہل سنت سے کثیر اہل علم (سلف وخلف) نے سر کی آنکھ سے دیدارِ الٰہی کا وقوع جو تسلیم کیا ہے وہ صرف اور صرف حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کے لیے ہے۔

نیز علامہ سید آلوسی علیہ الرحمۃ نے قول باری تعالیٰ "لَنْ تَرَانِي" کے تحت فرمایا:

ان الرؤية المطلوبة انما هى الرؤية فى الدنيا و حق الجواب ان يطابق السوال و قد ورد عنه صلی اللہ علیہ وسلم ما يدل على ان نفى الرؤية مقيد لا مطلق (الى ان قال) و هذا ظاهر فى ان مطلوب موسى علیہ السلام كان الرؤية فى الدنيا مع بقائه على حالته الخ.

(تفسیر روح المعانی ج ۹ ص ۴۹)

بیشک جو دیدار ("رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ" میں) طلب کیا گیا ہے وہ صرف دنیا میں دیدار ہے اور جواب کا حق یہ ہے کہ سوال کے مطابق ہو (لہٰذا "لَنْ تَرَانِي" میں بھی صرف دنیا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دیدارِ الٰہی نہ کر سکنا مراد ہے)

اور حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا کلام ضرور وارد ہوا ہے جو اس پر دلالت کرتا ہے کہ "لَنْ تَرَانِي" میں ذات باری تعالیٰ کو دیکھنے کی نفی (دنیا میں دیکھنے کے ساتھ) مقید ہے مطلق نہیں ہے (تا) اور یہ اس بات میں ظاہر ہے کہ بیشک حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مطلوب، اپنی حالت پر باقی رہتے ہوئے دنیا میں دیدارِ الٰہی کرنا تھا۔

فائدہ: عبارت مذکورہ میں مفسر علیہ الرحمۃ نے واضح کر دیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دنیا میں دیدارِ الٰہی یوں طلب کیا تھا کہ دیدارِ الٰہی سے مشرف ہونے کے بعد بھی اپنی حالت پر باقی رہیں تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ دیدار عطا نہیں فرمایا اور

جواب میں "لَنْ تَرَانِی" فرمادیا جس کی تفسیر حدیث شریف میں یہ وارد ہے "یا موسیٰ انہ لا یرانی حی الا مات الحدیث" اے موسیٰ (دنیا میں) کوئی زندہ مجھے نہ دیکھے گا مگر (دیدارِ الٰہی کی تاب نہ ہونے کی وجہ سے) اس کی موت واقع ہوجائے گی۔

جب اللہ تعالیٰ نے عظیم رسول سے یہ فرمایا ہے تو اس سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ کسی بھی ولی کامل کے لیے بدرجہ اولیٰ یہ ممکن نہیں ہے کہ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہوسکے۔ چہ جائیکہ عامی لوگ ہی دیدار الٰہی کرتے رہیں جیسا کہ اصلاحی جماعت کا نظریہ اور عقیدہ ہے کہ آج کل دیدار الٰہی عام ہوچکا ہے اور جو نعمت پہلے عام انبیاء کرام و رسل عظام علیہم السلام پر بھی بند تھی وہ حضور کی امت پر کھول دی گئی اور انبیاء سابقین صرف صفاتی اسماء کے ذریعہ اقتباس فیض کرتے تھے اور ذاتی اسم پاک کے ذکر کی اجازت ان کو نہیں تھی اور اللہ تعالیٰ کے ذاتی انوار و تجلیات کی برداشت کی استعداد انبیاء سابقین علیہم السلام میں نہ تھی جبکہ اس اُمت کے ہر فرد میں یہ استعداد موجود ہے۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ و نعوذ باللہ من ھذہ الخرافات۔

حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں:

اجمع اھل السنۃ علی نفی الرؤیۃ فی الدنیا و اثباتھا فی الآخرۃ للمؤمنین فی الجنۃ

(تفسیر مظہری ج ۳ ص ۴۷۲)

دنیا میں دیدار الٰہی کی نفی اور آخرت میں جنت میں مؤمنین کے لیے دیدار الٰہی کے اثبات پر اہل سنت کا اجماع ہے۔

ضروری تنبیہ:

دنیا میں دیدار الٰہی کا نفی پر اجماع ہونے سے مفسر کی مراد یہ ہے کہ ہمارے

پیارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا دوسروں کے لیے دیدار الٰہی واقع نہ ہونے پر اجماع ہے کیونکہ شب معراج حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار الٰہی سے مشرف فرمائے جانے میں سلف وخلف کے درمیان اختلاف مشہور ہے جو کہ تفسیر مظہری کے حوالہ سے بھی گذشتہ صفحات میں گزر چکا ہے۔

نیز حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے ''رَبِّ اَرِنِیۡۤ اَنۡظُرۡ اِلَیۡكَ'' الآیۃ کے تحت رقم طراز ہیں۔

و فی هذه الآیة دلیل علی امکان الرؤیة فی الدنیا لان طلب المستحیل من الانبیاء محال خصوصا ما یقتضی الجهل بالله تعالیٰ و قوله "لَنۡ تَرٰىنِیۡ" فیه دلیل علی عدم الوقوع له مادامت الدنیا (الی ان قال) والظاهر ان موسٰی علیه السلام قبل نزول قوله "لَنۡ تَرٰىنِیۡ" کان لا یعرف عدم الوقوع فی الدنیا و لیس هذا جهلاً بالله تعالیٰ بل ببعض احکامه کما ان نوحا علیه السلام سأل ربه نجاة ابنه۔ (تفسیر مظہری ج ۳ ص ۴۰۳-۴۰۴)

اور اس آیت میں' دنیا میں دیدار الٰہی ممکن ہونے پر دلیل ہے اس لیے کہ (اگر دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنا از روئے عقل ناممکن اور محال ہوتا تو) حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا محال امر کو طلب کرنا ناممکن اور ممتنع ہے' خصوصاً اس شئ کو طلب کرنا جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی بے خبری اور لاعلمی کا تقاضا کرے اور ارشاد باری تعالیٰ ''لَنۡ تَرٰىنِیۡ'' تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے، میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دنیوی زندگی میں ان کے لیے دیدار الٰہی واقع نہ ہونے پر دلیل ہے۔

(تا) اور ظاہر یہ ہے کہ بیشک حضرت موسیٰ علیہ السلام ارشاد باری تعالیٰ ''لَنۡ تَرٰىنِیۡ'' کے نزول سے قبل دنیا میں دیدار الٰہی کا واقع نہ ہونا، نہیں جانتے تھے' اور یہ اللہ تعالیٰ کی

ذات پاک کے بارے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاعلمی نہیں ہے بلکہ اس کے بعض احکام سے بے خبری ہے (اور وہ بھی ان احکام کے بارے میں وحی کے نزول سے پہلے، اور یہ امر عظمت نبوت ورسالت کے منافی نہیں ہے) جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب سے اپنے بیٹے کی نجات کا سوال کیا تھا۔ (تفسیر مظہری)

"فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ" ای ظهر و انکشف بعض انواره قال السیوطی اظهر من نوره قدر نصف انملة الخنصر کذا فی حدیث صححه الحاکم "لِلْجَبَلِ" قالت الصوفیة: التجلی ظهور الشیئ فی المرتبة الثانیة کظهور زید فی المرآة و لیس هو رؤیة الذات فان الله سبحانه لما نفی الرؤیة لموسی بالتاکید مع کونه اقوی استعدادا من الجبل لا یتصور حصوله للجبل قال الله تعالی: اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ط... [الاحزاب ۳۳: ۷۲] (تفسیر مظہری ۳: ۴۰۶)

"فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ" پھر جب ان کے رب نے تجلی فرمائی یعنی اس کے بعض انوار ظاہر اور منکشف ہوئے۔ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

خنصر (چھنگلی، سب سے چھوٹی انگلی) کے نصف پورے کی مقدار اللہ تعالیٰ نے اپنا نور ظاہر فرمایا' اسی طرح حدیث شریف میں وارد ہے جسے امام حاکم (صاحب مستدرک) نے صحیح قرار دیا ہے "لِلْجَبَلِ" پہاڑ پر۔ صوفیائے کرام نے فرمایا ہے: تجلی شئ کا مرتبہ ثانیہ میں ظہور ہے' جیسا کہ آئینہ میں زید کا ظہور، اور تجلی دیدارِ ذات نہیں ہے۔ اس لیے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے دیدار کرنے کی، تاکید کے ساتھ نفی فرمادی ہے باوجودیکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام استعداد میں پہاڑ سے اقوی (زیادہ قوت والے) ہیں تو پہاڑ کے لیے ذاتی تجلی کا حصول کیونکر متصور ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ الآیہ" بیشک ہم نے آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں پر امانت پیش کی تو انھوں

نے اسے اٹھانے سے انکار کردیا اور وہ اس سے ڈر گئے اور انسان نے اسے اٹھالیا۔

نتیجہ کلام:

بحمدہ تعالیٰ ان آیات مقدسہ اور ضمناً مذکور احادیث مبارکہ اور جلیل القدر مفسرین کرام کے تفسیری اقوال سے واضح ہوا کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کے سوا دنیوی زندگی میں سر کی آنکھ سے کسی بھی فرد کا اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے دیدار سے مشرف ہونا شرعاً ناممکن اور محال ہے اگرچہ وہ نبی اور رسول یا مقرب فرشتہ ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ فانی زندگی میں ذاتی تجلی کی برداشت نہ ہونے کی وجہ سے دیدارِ الٰہی عطا کئے جانے کی صورت میں موت واقع ہوجانا شرعاً لازم اور ضروری ہے جیسا کہ حدیث قدسی "یا موسیٰ انہ لا یرانی حی الامات الحدیث" میں صراحت فرمائی گئی ہے اور آخرت میں مؤمنین کو دیدار الٰہی سے مشرف فرمایا جائے گا۔

والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

باب دوم

احادیث مبارکہ سے دلائل مع تشریحات وتحقیقات محدثین کرام

حدیث نمبر ۱: واعلموا انکم لن تروا ربکم حتی تموتوا۔

قد اخرج مسلم من حدیث ابی امامة و اعلموا انکم لن تروا ربکم حتی تموتوا۔

(فتح الباری باب الصراط جسر جہنم ج ۱۱ ص ۳۷۶)

حضرت امام مسلم علیہ الرحمۃ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے (جس میں یہ بھی ہے) کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور یقین جانو بیشک تم اپنے رب کو ہرگز نہ دیکھو گے یہاں تک کہ تم وفات پا جاؤ۔

اور امام طبرانی علیہ الرحمۃ نے بھی اس حدیث شریف کو روایت کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں: انکم لن تروا ربکم حتی تموتوا۔

(رواہ الطبرانی عن ابی امامة رضی اللہ عنہ) کنزالعمال ج ۱۴ ص ۴۴۸

بحمد اللہ تعالیٰ مسئلہ دیدار الٰہی کی وضاحت کے لیے صرف یہی حدیث شریف ہی کافی ووافی ہے جسے حضرت امام مسلم علیہ الرحمۃ نے روایت کیا ہے۔ مذکور حدیث شریف کے حوالے سے چند امور نہایت توجہ طلب ہیں۔

حدیث مذکور اور چند ضروری مسائل

(۱) حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مقدس جس میں اُمت مسلمہ کو دیدار الٰہی حاصل ہونے کے لئے ایک حد اور نہایت زمانیہ متعین فرمائی گئی ہے جو کہ موت ہے۔ عہد رسالت میں اس کے منسوخ ہونے کا امکان بھی نہیں تھا کیونکہ خبر ہے۔

(ب) اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی اور اعلام کے ساتھ جو خبر حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمادی ہے اس کا خلافِ واقع ہونا ناممکن اور محال ہے۔

(ج) حضور سرورِ کونین ﷺ کے اس فرمان مقدس میں امت مسلمہ سے، دنیا میں رؤیت بصریہ (سر کی آنکھ سے دیدارِ الٰہی) کی نفی اور سلب میں کسی قسم کی تخصیص کی بھی ہرگز گنجائش نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس ارشاد مقدس کے مخاطبین اولین تو حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان ہیں جو بعد والی ساری امت سے افضل ہیں اور ان نفوس قدسیہ کے بعد بقیہ تمام امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰات والتسلیمات مخاطب ہے تو جب حضور سید المرسلین ﷺ کا یہ ارشاد مقدس حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں بھی یہی ہے کہ وہ دنیوی زندگی میں دیدار الٰہی ہرگز نہیں کر سکتے تو بعد والی امت، موت سے پہلے دیدار الٰہی کیسے کر سکتی ہے۔

(د) حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے اس کلام مقدس کو متعدد تاکیدات سے مؤکد فرمایا ہے۔ الفاظ حدیث پھر ایک بار ملاحظہ فرمائیں:

و اعلموا انکم لن تروا ربکم حتی تموتوا۔

اس فرمان مقدس میں لفظی اور معنوی اعتبار سے تین تاکیدات ہیں:

اعلموا--- انکم---لن تروا ربکم حتی تموتوا -

اور یقین جانو بیشک تم اپنے رب کو ہرگز نہ دیکھو گے یہاں تک کہ تمھیں موت آئے۔

اب حضور امام الانبیاء والمرسلین ﷺ کے اتنے تاکیدی فرمان مقدس کے مقابل اور منافی کوئی شخص کہتا ہے تو اس کی بات قابل التفات بھی نہیں ہے چہ جائیکہ اس کو

درست تسلیم کیا جائے کیونکہ ایسے تاکیدی فرمان نبوی کے بعد بھی مسئلہ دیدارِ الٰہی میں اس فرمان کے خلاف کسی کی بات تسلیم کرنا العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ آپ ﷺ کی تکذیب کے مترادف ہے۔

اور حقیقت حال پر اطلاع کے بعد ارشاد باری تعالیٰ:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۔ (النساء ۴:۶۵)

تو (اے محبوب) آپ کے رب کی قسم وہ لوگ مؤمن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ حاکم مانیں آپ کو ہر اس جھگڑے میں جو ان کے درمیان پیدا ہو پھر نہ پائیں وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی ہر اس فیصلے سے جو آپ نے کیا اور بخوشی دل سے مان لیں۔

کے تحت سر تسلیم خم کرتا ہے تو زہے نصیب، ورنہ حضور نبی مکرم ﷺ کا کلمہ پڑھنے کا بھی اسے کوئی حق نہیں پہنچتا۔

(شبہ) حدیث مذکور میں صرف حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان مخاطب ہیں۔

(جواب) یہ بات اگرچہ فی نفسہ باطل اور مردود ہے کیونکہ اولیں مخاطب تو ضرور حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان ہی ہیں لیکن صرف صحابہ کرام کو مخاطب تسلیم کرنا، بالکل غلط ہے اس لئے کہ درحقیقت ساری امت مسلمہ ہی مخاطب ہے ورنہ لازم آئے گا کہ تمام خطاباتِ شرع صرف حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کے لیے ہی تھے اور بعد والی ساری امت کے لیے آزادی ہے جو چاہے کرے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تاہم مسئلہ پھر بھی واضح ہے اس لیے کہ حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کے لیے اس قدر رفعتِ مقام کے باوجود دنیوی زندگی میں سر کی آنکھ سے دیدار الٰہی، ناممکن ومحال

ہے تو بعد والے اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ جو حضرات صحابہ کرام کے برابر بھی نہیں ہو سکتے ان کے لئے بدرجہ اولیٰ ناممکن اور محال ہے، چہ جائیکہ عامی لوگوں سمیت پوری امت مسلمہ کے لیے دیدار الٰہی عام ہونے کا دعویٰ کر دیا جائے۔

(۵) مذکور حدیث سے معتزلہ، خوارج وغیرہ جو آخرت میں بھی دیدار الٰہی کو ناممکن اور محال قرار دیتے ہیں، کے نظریہ کا باطل اور مردود ہونا بھی واضح ہو جاتا ہے کیونکہ اگر آخرت میں بھی دیدار الٰہی ناممکن ہوتا تو حدیث شریف میں رؤیت اور دیدارِ الٰہی کو موت کے ساتھ مقید کرنے کا کوئی معنیٰ نہیں رہتا۔ وللہ الحمد

حدیث نمبر: ۲ حجابه النور لو كشفه لاحرقت سبحات وجهه

عن ابی موسی (رضی اللہ عنہ) قال قام فینا رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بخمس کلمات فقال ان الله لا ینام و لا ینبغی له ان ینام یخفض القسط و یرفعه یرفع الیه عمل اللیل قبل عمل النهار و عمل النهار قبل عمل اللیل حجابه النور... لو کشفه لا حرقت سبحات وجهه ما انتهی الیه بصره من خلقه۔ (صحیح مسلم ج ا ص ۹۹، وصحیح بخاری)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ہم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (وعظ فرمانے کے لئے) کھڑے ہوئے تو پانچ باتیں ارشاد فرمائیں:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، بیشک اللہ تعالیٰ سوتا نہیں اور نہ ہی سونا اس کی شان کے لائق ہے، میزان عدل کو پست فرماتا ہے اور اونچا فرماتا ہے، رات کا عمل دن کے عمل سے پہلے اس کی طرف اٹھایا جاتا ہے اور دن کا عمل رات کے عمل سے پہلے، اس کا حجاب نور ہے .... اگر اللہ تعالیٰ اسے اٹھا دے تو اس کی ذات پاک کے انوار اس کی منتہائے بصر تک ہر چیز یعنی اس کی تمام مخلوقات کو ضرور جلا دیں گے۔

شرح حدیث مذکور از علمائے اعلام

شیخ الاسلام حافظ الحدیث ابی الفضل شہاب الدین احمد بن علی بن محمد بن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

و نقل الطیبی فی شرح حدیث ابی موسٰی عند مسلم حجابہ النور لو کشفہ لاحرقت سبحات وجھہ ما ادرکہ بصرہ۔ ان فیہ اشارۃ الی ان حجابہ خلاف الحجب المعھودۃ فھو محتجب عن الخلق بانوار عزہ و جلالہ و اشعۃ عظمتہ و کبریائہ و ذلک ھو الحجاب الذی تدھش دونہ العقول و تبھت الابصار و تتحیر البصائر فلو کشفہ فتجلی لما وراءہ بحقائق الصفات و عظمۃ الذات لم یبق مخلوق الا احترق و لا منظور الا اضمحل و اصل الحجاب الستر الحائل بین الرائی والمرئی والمراد بہ ھنا منع الابصار من الرؤیۃ لہ بما ذکر فقام ذلک المنع مقام الستر الحائل فعبر بہ عنہ۔

و قد ظھر من نصوص الکتاب والسنۃ ان الحالۃ المشار الیھا فی ھذا الحدیث ھی فی دارالدنیا المعدۃ للفناء دون دار الآخرۃ المعدۃ للبقاء والحجاب فی ھذا الحدیث و غیرہ یرجع الی الخلق لانھم ھم المحجوبون عنہ۔

و قد قال النووی اصل الحجاب المنع من الرؤیۃ والحجاب فی حقیقۃ اللغۃ الستر و انما یکون فی الاجسام و اللہ تعالٰی منزہ عن ذلک فعرف ان المراد المنع من رؤیتہ و ذکر النور لانہ یمنع من الادراک فی العادۃ لشعاعہ والمراد بالوجہ الذات و بما انتھی الیہ بصرہ جمیع المخلوقات لانہ سبحانہ محیط بجمیع الکائنات۔ (فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۱۳ ص ۳۶۸)

علامہ طیبی نے صحیح مسلم میں وارد حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث شریف ”حجابہ النور“ (الحدیث) ”اللہ تعالیٰ کا حجاب نور ہے اگر اسے اٹھادے تو اس کی

ذات پاک کے انوار اس کی منتہائے بصر تک ہر چیز یعنی اس کی تمام مخلوقات کو ضرور جلا دیں گے" کی شرح میں نقل کیا ہے: بیشک اس حدیث میں اس جانب اشارہ ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا حجاب' حجابات معہودہ معلومہ سے مختلف ہے' اللہ تعالیٰ اپنی عزت و رفعت اور جلال کے انوار اور اپنی عظمت و کبریائی کی شعاعوں کے باعث مخلوق سے حجاب میں ہے اور یہی وہ حجاب ہے جس کے آگے عقلیں مدہوش، آنکھیں مبہوت اور بصیرتیں حیرت زدہ ہیں۔ پھر اگر ذات باری تعالیٰ اس حجاب کو اٹھا دے اور حقائقِ صفات و عظمتِ ذات کے ساتھ مخلوق کے لئے متجلی ہو جائے (اپنے جلوۂ ذات دکھا دے) تو مخلوق سے کوئی باقی نہ رہے بلکہ وہ جل جائے اور نہ کوئی دیکھی جانے والی چیز، مگر وہ نیست و نابود ہو جائے'

اور حجاب کی اصل وہ پردہ ہے جو دیکھنے والے اور دیکھی جانے والی چیز کے درمیان حائل ہوتا ہے' اور یہاں حجاب سے مراد اللہ تعالیٰ کی عزت و رفعت اور جلال کے انوار اور اس کی عظمت و کبریائی کی شعاعوں کے ساتھ سر کی آنکھوں کو دیدار الٰہی سے منع کرنا ہے۔ تو یہ منع اس ستر اور پردہ کے قائم مقام ہے جو (دو چیزوں کے درمیان) حائل ہوتا ہے تو اس منع کو حجاب سے تعبیر کر لیا گیا ہے۔

اور کتاب و سنت کی نصوص سے ضرور ظاہر ہو چکا ہے کہ بیشک اس حدیث میں جس حالت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ حالت دارِ دنیا میں ہے جو (دنیا) فنا کے لیے تیار رکی گئی ہے، دارِ آخرت میں نہیں ہے جو باقی رہنے کیلئے تیار کی گئی ہے۔ اور اس حدیث شریف اور اس کے علاوہ دیگر احادیث مبارکہ میں ذات باری تعالیٰ کی نسبت جس حجاب کا ذکر ہے یہ حجاب دراصل مخلوق کی طرف راجع ہے کیونکہ مخلوق اللہ تعالیٰ کے دیدار سے محجوب ہے۔

امام نووی علیہ الرحمۃ نے فرمایا حجاب کی اصل، دیکھنے سے منع کرنا ہے اور حجاب

حقیقت لغت میں ستر اور پردہ ہے اور وہ صرف اجسام میں ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے منزہ اور مبرا ہے' تو معلوم ہوا کہ حدیث شریف میں حجاب سے مراد اللہ تعالیٰ کے دیدار سے منع کرنا ہے۔ اور نور کا ذکر اس لیے ہے کہ نور عادۃً اپنی شعاع کی وجہ سے ادراک سے مانع ہوتا ہے اور حدیث شریف میں ''وجہ'' سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے اور ''ما انتھی الیہ بصرہ'' سے مراد تمام مخلوقات ہے' اس لیے کہ اللہ سبحانہ (اپنے علم اور قدرت کے ساتھ) تمام کائنات کو محیط ہے۔ (فتح الباری)

حدیث مذکور اور مسئلۂ دیدارِ الٰہی:

الحمدللہ تعالیٰ صحیح بخاری شریف اور صحیح مسلم شریف کی مذکور حدیث شریف سے بھی مسئلہ دیدارِ الٰہی کی خوب وضاحت ہوگئی ہے جس کے بعد حق کے متلاشی کے لیے کوئی ابہام باقی نہیں رہا اس لیے کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد مقدس میں حقیقت کو بیان فرمایا ہے کہ اس دارِ فانی میں اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا دیدار واقع ہونا ناممکن ہے۔

الفاظ حدیث ملاحظہ فرمائیں: لو کشفه لاحرقت سبحات وجهه ما انتهى اليه بصره من خلقه ، جملہ شرطیہ کی صورت میں ذکر فرمایا ہے کہ، اگر اللہ تعالیٰ اپنی عزت وجلال کے انوار اور اپنی عظمت اور کبریائی کی شعاعوں کے حجاب کو رفع فرمادے اور مخلوق سے کسی کو اس دارِ فانی میں اپنی ذات پاک کے دیدار سے نواز دے تو اس کی ذات پاک کے انوار وتجلیات تمام مخلوقات کو جلا کر راکھ کردیں۔ اور جب امر ثانی یعنی تمام مخلوقات کو جلا دینا' نہیں پایا گیا' تو یہ اس امر کی دلیل ہے کہ اول یعنی اس دارِ فانی میں اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا دیدار بھی کسی کے لیے واقع نہیں ہوا۔ وللہ الحمد

ضروری وضاحت:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا شب معراج دیدارِ الٰہی سے مشرف فرمایا جانا، موجب اشکال نہیں ہے اس لئے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے انتہائی رفعتوں پر خاص مقام قرب میں دیدارِ ذاتِ پاک سے نوازے جانے کی حالت کو علمائے اعلام نے اس دارِ فانی اور احوال دنیا میں شامل نہیں کیا بلکہ فرمایا ہے وہ مقاماتِ آخرت سے ہے یا ایک الگ حالت ہے جیسے برزخ۔

چنانچہ ملاحظہ فرمائیں علامہ محدث علی قاری علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

انه قد يقال ان حالة الاسراء مما لا يعد من احوال الدنيا بل انما هي من مقامات العقبیٰ او حالة اخرى كالبرزخ.

(شرح الشفاء للشیخ علی القاری علیہ رحمۃ الباری بھامش نسیم الریاض ج ۲ ص ۲۹۶)

تحقیق ضرور یہ کہا جاتا ہے کہ بلاشبہ اسراء کی حالت، اس سے ہے جسے احوال دنیا سے شمار نہیں کیا جاتا بلکہ وہ آخرت کے مقامات سے ہی ہے یا کوئی دوسری حالت ہے جیسے برزخ.

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

و لعل الحكمة فی اختصاصه صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بذلك ان نشأته عليه الصلوٰة والسلام اكمل نشأة و اعد لها صورة و معنى لجامعيته صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم للحقائق على وجه الاعتدال و هی فيه متجاذبة و مقتضى ذلك الثبات باذن الله تعالى و مع ذلك فلم يقع له التجلى الا فی دار البقاء فاجتمع مقتضى الموطن مع مقتضى كمال اعتدال النشأة. (تفسیر روح المعانی ج ۹ ص ۵۰)

اور شاید کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے (دنیوی زندگی میں) دیدار الٰہی کے ساتھ مختص ہونے میں حکمت یہ ہے کہ بیشک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نشأۃ ' اکمل نشأۃ ہے اور

صورت ومعنی کے اعتبار سے اعدل نشأۃ ہے، اعتدال کے طریقہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جامع حقائق ہونے کی وجہ سے' اور وہ حقائق آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں متجاذبہ ہیں اور اس کا مقتضٰی اللہ تعالیٰ کے دیدار کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا باذن اللہ تعالیٰ ثابت رہنا ہے اور اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تجلیٔ ذاتِ پاک صرف دار بقا میں واقع ہوئی ہے' تو کمال اعتدال نشأۃ کے مقتضٰی کے ساتھ (دیدار الٰہی کے) موطن اور محل کا مقتضٰی (بھی) مجتمع ہوگیا۔

والحمد للہ رب العالمین

حدیث نمبر: ۳. لن تروا ربکم حتی تموموا

عن عبادۃ بن الصامت لن تروا ربکم حتی تموتوا۔ رواہ الدار قطنی

(تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۱۴۲)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے رب کا ہرگز دیدار نہ کروگے یہاں تک کہ تمھاری موت واقع ہوجائے۔

یہ حدیث شریف بھی مسئلہ دیدار الٰہی کے بیان میں خوب واضح ہے کہ موت سے پہلے یعنی دنیوی زندگی میں تمہیں ہرگز دیدارِ الٰہی نصیب نہیں ہوگا۔

حدیث نمبر: ۴ تعلموا انہ لن یری احد منکم ربہ حتی یموت۔

قال ابن شہاب و اخبرنی عمر بن ثابت الانصاری انہ اخبرہ بعض اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یوم حذر الناس الدجال انہ مکتوب بین عینیہ کافر یقرأہ من کرہ عملہ او یقرأہ کل مؤمن و قال تعلموا انہ لن یری احد منکم ربہ حتی یموت ۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۹۹)

ابن شہاب زہری نے کہا اور مجھے عمر بن ثابت انصاری نے خبر دی کہ بیشک انھیں
بعض اصحاب رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے جس دن
لوگوں کو دجال سے ڈرایا تو فرمایا: بیشک اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ''کافر'' لکھا ہوا
ہے وہ شخص اسے پڑھ لے گا جس نے اس کے عمل کو ناپسند کیا' یا فرمایا کہ: ہر مؤمن اسے
پڑھ لے گا اور فرمایا: یقینی طور پر جان لو بیشک تم میں سے کوئی ایک، اپنے رب کو ہرگز نہیں
دیکھے گا یہاں تک کہ وفات پا جائے۔

(تنبیه)

مذکور حدیث شریف میں '' تعلموا '' بمعنی اعلموا و تحققوا '' ہے جیسا کہ اسی
مقام پر دجال کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد مقدس '' تعلمو انه اعور''
(یقینی طور پر جان لو کہ بیشک دجال کانا ہے) کے تحت امام نووی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے:

اتفق الرواة على ضبطه تعلموا بفتح العين واللام المشددة و كذا نقل القاضى
وغيره عنهم قالوا و معناه اعلموا و تحققوا يقال تعلم مشددا بمعنى اعلم ۔

(شرح صحیح مسلم للامام ابی زکریا یحیٰی بن شرف النووی ج ۲ ص ۳۹۹)

راویان حدیث ''تعلموا'' عین کی فتح اور لام مشددہ کے ساتھ اس کے ضبط پر متفق
ہیں اور اسی طرح قاضی عیاض علیہ الرحمۃ وغیرہ نے ان سے نقل کیا ہے انہوں نے کہا ہے اور
اس (تعلموا) کا معنی ''اعلموا و تحققوا'' ہے۔ تَعَلَّمْ، اعلم کے معنی میں (بھی) بولا جاتا ہے۔

نیز منتہی الارب فی لغات العرب ج ۳ ص ۱۸۸ پر ہے:

علمه علما بالکسر دانست آنرا و یقین نمود۔

اس کو جانا اور یقین کر لیا۔

حدیث نمبر ۴ کی روشنی میں دیدارِ الٰہی کی وضاحت:

اس حدیث شریف میں حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے فرمان مقدس ''تعلموا'' کا خطاب پوری امت مسلمہ کو ہے اور انہ لن یری احد منکم ربہ حتی یموت میں ''احد'' سے بھی امت مسلمہ کا ہر فرد مراد ہے اور ''منکم'' میں ضمیر خطاب سے بھی ساری امت مسلمہ مراد ہے حتی کہ بالکل قرب قیامت میں جب حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی آسمان سے زمین پر نزول فرما چکیں گے تو خروج دجال لعین کے زمانہ میں امت مسلمہ کے جو افراد موجود ہوں گے ان کا مخاطب ہونا بھی اس حدیث شریف سے خوب واضح ہے اور ایسے ہی ان کے بعد قیام قیامت تک کے افراد بھی بالیقین مخاطب ہیں۔

اور الفاظِ حدیث ملاحظہ فرمالیں کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے متعدد تاکیدات کے ساتھ اپنے کلام مقدس کو مؤکد فرما کر اپنی تمام امت کو یہ عقیدہ تعلیم فرمایا ہے اور ایک حقیقت واقعیہ کو بیان فرمایا ہے کہ تم اس حقیقت کو جان لو اور یقین کرلو کہ بیشک تم سے کوئی بھی اپنے مرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی ذات کا دیدار ہرگز نہیں کرے گا۔

اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بہ تعلیم الٰہی ہر فتنہ سے باخبر تھے غالباً اسی لیے دیدار الٰہی کا مسئلہ بیان فرماتے وقت اس قدر تاکیدی کلام سے مسئلہ کی تعلیم ارشاد فرمائی ''تعلموا انہ'' الحدیث۔

مسئلہ دیدار الٰہی میں بعض لوگوں کا

اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر افتراء اور بہتان

اصلاحی جماعت، اللہ تعالیٰ اور حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر افتراء اور بہتان باندھ کر

اس عقیدہ کی تعلیم میں سرگرم ہے کہ معراج کی رات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی ساری امت کے لیے دنیا میں ہی دیدارِ الٰہی کی نعمت عظمیٰ کا تحفہ لائے اور اب وہ دور گزر چکا ہے جب دیدارِ الٰہی کے سوال کے جواب میں "لَنۡ تَرَانِیۡ" فرمادیا جاتا تھا' اب دیدارِ الٰہی عام ہوچکا ہے۔ لا حول و لا قوۃ الا باللہ

مقام غور ہے کہ "انہ لن یری احد منکم ربہ حتی یموت" کا دور تو قیامت تک ہے جو "لَنۡ تَرَانِیۡ" سے بھی زیادہ تاکیدات پر مشتمل ہے' اور اس کے شروع میں ارشاد رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم "تعلموا" کے مطابق مذکورہ حقیقت کو جان کر اس پر یقین رکھنا بھی ہر مسلمان پر فرض ہے کیونکہ مؤمن ہونے کے لیے تصدیق رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم شرط ہے' اس لیے ہمدردانہ اپیل ہے کہ اصلاح اور فقر کے نام پر امت مسلمہ کے سادہ لوح لوگوں کو گمراہ نہ کیا جائے اور اپنے حال پر بھی رحم کیا جائے۔

فائدہ:

نیز حدیث مذکوہ سے معتزلہ اور خوارج وغیرہ مبتدعہ کے نظریہ کا مردود ہونا بھی واضح ہے کیونکہ اگر آخرت میں بھی دیدارِ الٰہی ناممکن اور محال ہوتا تو حدیث مذکور میں دیدار کو موت کے ساتھ مقید کرنے کا کوئی معنیٰ ہی نہیں رہے گا (جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا جاچکا ہے)

چنانچہ حدیث مذکور کے تحت امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

قال المازری ھذا الحدیث فیہ تنبیہ علی اثبات رؤیۃ اللہ تعالیٰ فی الآخرۃ و ھو مذھب اھل الحق و لو کانت مستحیلۃ کما یزعم المعتزلۃ لم یکن للتقیید بالموت معنی والاحادیث بمعنی ھذا کثیرۃ سبقت فی کتاب الایمان جملۃ منھا۔ (شرح صحیح مسلم ۲:۳۹۹)

مازری نے کہا ہے اس حدیث میں آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ثابت کرنے پر تنبیہ ہے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کا اثبات، اہل حق کا مذہب ہے اور اگر آخرت میں دیدارِ الٰہی محال ہوتا جیسا کہ معتزلہ کہتے ہیں تو حدیث مذکور میں دیدارِ الٰہی کو موت کے ساتھ مقید کرنے کا کوئی معنی ہی نہیں ہے اور اس مضمون کی احادیث کثیرہ ہیں، ان احادیث سے ایک مجموعہ کتاب الایمان میں گزر چکا ہے۔

حدیث نمبر: ۵ قال اللہ تعالیٰ: یاموسیٰ انہ لا یرانی حیٌّ الا مات، الحدیث

فقد اخرج الحکیم الترمذی فی نوادر الاصول و ابو نعیم فی الحلیۃ عن ابن عباس قال تلا رسول اللہ ﷺ ہذہ الآیۃ (رَبِّ اَرِنِی) الخ فقال : قال اللہ تعالیٰ یا موسیٰ انہ لا یرانی حی الا مات و لا یابس الا تدہدہ و لا رطب الا تفرق و انما یرانی اہل الجنۃ الذین لا تموت اعینہم و لا تبلی اجسادہم (الی ان قال) نعم ان ہذا الحدیث مخصص بما صح مرفوعا و موقوفا انہ ﷺ رای ربہ لیلۃ الاسراء مع عدم الصعق و لعل الحکمۃ فی اختصاصہ ﷺ بذلک الخ . (تفسیر روح المعانی ج۹ ص ۴۹-۵۰)

حکیم ترمذی نے نوادرالاصول میں اور ابونعیم نے حلیۃ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے انھوں نے فرمایا کہ: حضور رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت مبارکہ ''رَبِّ اَرِنِی، الآیۃ'' تلاوت فرمائی پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ بیشک (دار دنیا میں) کوئی زندہ مجھے نہیں دیکھے گا مگر اس کی موت واقع ہوجائے گی اور نہ کوئی خشک دیکھے گا مگر لڑھک جائے گا اور نہ کوئی تر دیکھے گا مگر متفرق اور پراگندہ ہوجائے گا اور مجھے صرف اہل جنت دیکھیں گے جن کی نہ آنکھیں مریں گی اور نہ اس

ے جسم بوسیدہ ہوں گے (تا) ہاں بیشک یہ حدیث مخصص ہے حدیث صحیح مرفوع اور حدیث

یح موقوف کے ساتھ کہ بیشک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسراء کی رات اپنے رب کریم کا

یدار کیا ہے باوجود اس کے کہ دیدارِ الٰہی کے سبب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بیہوشی بھی طاری نہیں

وئی تھی۔ (چہ جائیکہ موت واقع ہوتی) (تفسیر روح المعانی)

نوٹ: دنیوی زندگی میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدارِ الٰہی کے ساتھ مختص

ونے میں حکمت کا بیان علامہ آلوسی علیہ الرحمۃ سے ان کی اصل عبارت سمیت حدیث

بر ۲ کے تحت گزر چکا ہے۔ اور اس میں مفسر علیہ الرحمۃ نے یہ بھی فرمایا "و مع ذلک فلم یقع

التجلی الا فی دار البقاء" اور اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تجلیٔ ذاتِ پاک واقع

یں ہوئی مگر دار بقاء میں۔

دیدارِ الٰہی کے بارے میں ضروری وضاحت:

مذکور حدیث پاک میں اس امر کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ سر کی آنکھ سے اللہ

عالیٰ کی ذات پاک کا دیدار (دنیوی زندگی میں) اگر کسی زندہ کو عطا کر دیا جائے تو اس کی

وت واقع ہو جائے گی اگر چہ وہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسا جلیل القدر رسول ہی

کیوں نہ ہو، البتہ علمائے اعلام کی تصریحات کے مطابق حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حکم

ے مستثنیٰ ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ خصوصیت اور امتیازی شان، حدیث صحیح مرفوع اور

حدیث صحیح موقوف سے ثابت ہے جبکہ در حقیقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دارِ بقاء میں دیدارِ الٰہی سے

نوازا گیا نہ کہ دارِ دنیا میں، لہٰذا دارِ دنیا میں کسی کے لئے دیدارِ الٰہی واقع نہ ہونا، ضابطہ کلیہ ہی

رہا۔ و للہ الحمد فی الاولی والآخرۃ۔

حدیث نمبر: ۶ سألت جبریل ھل تری ربک؟ الحدیث

سالت جبریل ھل تری ربک قال ان بینی و بینہ سبعین حجابا من نور لو رأیت ادناھا لاحترقت۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی اللہ عنہ)

(کنز العمال ج ۱۴ ص ۴۴۸، مکتبہ رحمانیہ کا نسخہ ج ۱۴ ص ۱۹۱)

امام طبرانی علیہ الرحمۃ نے معجم اوسط میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے جبریل (علیہ السلام) سے سوال کیا، کیا آپ اپنے رب کا دیدار کرتے ہیں؟

تو جبریل علیہ السلام نے جواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی: بیشک میرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان نور کے ستر حجاب ہیں، اگر میں ان سے ادنیٰ کو دیکھ لوں تو ضرور جل جاؤں گا۔ (طبرانی)

فائدہ عظیمہ:

الحمد للہ تعالیٰ اس حدیث شریف سے بھی مسئلہ دیدارِ الٰہی خوب واضح ہے کہ اُمت مسلمہ کے عامی افراد تو در کنار، اولیائے کاملین حتی کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بلکہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا تمام انبیاء کرام و مرسلین عظام علیہم السلام اور ملائکہ مقربین جن کا جسم نوری اور نہایت ہی لطیف ہے حتی کہ حضرت جبریل علیہ السلام میں بھی موت سے پہلے دیدارِ الٰہی کی تاب نہیں ہے۔ وللہ الحمد

حدیث نمبر: ۷ انکم سترون ربکم یوم القیامۃ

عن قیس بن ابی حازم حدثنا جریر رضی اللہ عنہ قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیلۃ البدر فقال انکم سترون ربکم یوم القیامۃ کما ترون ھذا لا تضامون فی رؤیتہ۔

(صحیح البخاری مع شرحہ فتح الباری ج ۱۳ ص ۳۶۰)

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ نے فرمایا چاند کی چودھویں کی رات حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو فرمایا:

تحقیق تم عنقریب قیامت کے دن اپنے رب کا دیدار کرو گے جیسا کہ تم اس چودھویں کے چاند کو دیکھتے ہو اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنے میں تم اجتماع اور بھیڑ نہیں کرو گے۔

(کمال ظہور اور وضوح کی وجہ سے جیسا کہ چودھویں رات کا چاند دیکھنے میں ایسا ہی ہوتا ہے کہ کسی ایک سمت میں اکٹھے ہونے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے بخلاف پہلی رات کے چاند کے کہ اس میں خفا اور اشتباہ ہوتا ہے)

نوٹ: ترجمہ مذکورہ "لا تضامون" میں میم کی تشدید والی روایت کا ہے'

حدیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور دیدارِ الٰہی:

بحمدہ تعالیٰ حدیث مذکور میں اس امر کی وضاحت فرمائی گئی ہے کہ امتِ مسلمہ کو آخرت میں دیدارِ الٰہی سے نوازا جائے گا۔ اگر دنیا ہی میں دیدارِ الٰہی شبِ معراج سے عام ہو چکا ہے تو حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تاکیدی فرمان مقدس "انکم سترون ربکم یوم القیامۃ" (بے شک تم عنقریب قیامت کے دن اپنے رب کا دیدار کرو گے) کا "العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ" کوئی معنی ہی نہیں رہتا' کیونکہ جو نعمت دنیا میں بھی عام ہے اس کے بارے میں آخرت میں عطا کئے جانے کی بشارت دینا ایک بے مقصد بات ہے جس کا صدور حضور خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ناممکن ہے۔ نیز حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آخرت میں دیدارِ الٰہی کے وقوع کی امت مسلمہ کو بشارت دی ہے تو اس سے ان لوگوں کے نظریہ کا بطلان بھی واضح ہو گیا ہے جو آخرت میں بھی دیدارِ الٰہی کو ناممکن اور محال سمجھتے ہیں۔

ضروری تنبیہ: مذکور حدیث میں تشبیہ کی وضاحت:

حدیث مذکور میں ''انکم سترون ربکم یوم قیامۃ کما ترون ھذا'' اور اس کے بعد والی حدیث میں ''فانکم ترونہ کذلک'' اور اس مضمون کی دیگر احادیث مبارکہ میں رؤیت باری تعالیٰ (اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا دیدار کرنے) کی سورج اور چاند کے دیکھنے سے تشبیہ جو مذکور ہے اس میں صرف اور صرف رؤیت کی رؤیت کے ساتھ تشبیہ مقصود ہے۔ یعنی جیسے صورتِ مذکورہ میں آفتاب و مہتاب کے خوب واضح ہونے کی وجہ سے تمہیں دیکھنے میں کسی قسم کی مشقت و تعب اور شک نہیں ہوتا اور اختلاف و نزاع و تکذیب و مجادلہ بھی تمہارے درمیان نہیں ہوتا ایسا ہی حق سبحانہ و تعالیٰ کا دیدار ہوگا اور مرئی (دیکھی گئی چیز) کی مرئی کے ساتھ تشبیہ ہرگز مقصود نہیں ہے کہ جیسے چاند اور سورج جسم ہیں' محدود ہیں' جہت اور مکان میں ہیں' تمہارے محاذی اور مقابل بھی ہو جاتے ہیں وغیرہ اسی طرح ذات باری تعالیٰ بھی ان صفات سے موصوف و متصف ہوگی' یہ مرادِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک، ممکنات اور حوادث کی صفات سے منزہ اور مبرا ہے اس لیے کہ نصِ قرآنی ''لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ'' محکم اور قطعی الدلالۃ ہے جیسا کہ علم کلام میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

مذکور تشبیہ کے بارے میں علمائے اعلام نے خوب وضاحت فرمادی ہے۔

چنانچہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

ایں تشبیہ رؤیت برؤیت ست در انکشاف تام یعنی دیدن شما حق را ایں چنیں بود کہ دیدن ماہ را کہ شک و شبہ را بداں راہ نبود نہ تشبیہ مرئی بہ مرئی یعنی چنانکہ ایں ماہ در مقابلۂ شما ست و در جہت ست و محدود ست ذات حق تعالیٰ و تقدس نیز چنیں بود چنانکہ فرمود'' لا

تضامون فی رؤیتہ"۔ (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۴۲۵)

یہ تشبیہ رؤیت کی رؤیت کے ساتھ ہے انکشاف تام میں یعنی تمہارا حق تعالیٰ کو دیکھنا اس طرح ہوگا جیسے چاند کو دیکھنا، کہ شک وشبہ کے لیے اس میں کوئی راستہ نہیں ہوتا' مرئی کی مرئی کے ساتھ تشبیہ نہیں ہے یعنی اس طرح جو یہ چاند تمہارے مقابلہ میں ہے (تمھارے سامنے ہے) اور جہت میں ہے، اور محدود ہے، ذاتِ حق تعالیٰ وتقدس بھی اسی طرح ہوگی (یہ مرادِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز نہیں ہے) جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لا تضامون فی رؤیتہ" تم اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنے میں اجتماع اور بھیڑ نہیں کروگے۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان مقدس نے واضح کردیا ہے کہ تشبیہ صرف رؤیت میں ہے۔)

شیخ الاسلام ابن حجر علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

والتشبیہ برؤیۃ القمر للرؤیۃ دون تشبیہ المرئی تعالیٰ اللہ عن ذلک۔

(فتح الباری ج ۱۳ ص ۳۶۰)

چاند دیکھنے کے ساتھ تشبیہ، دیکھنے میں ہے' دیکھی جانے والی چیز میں نہیں ہے، دیکھی جانے والی چیز میں تشبیہ سے اللہ کریم بلند وبالا ہے۔

نیز فرمایا: والمراد تشبیہ الرؤیۃ بالرؤیۃ فی الوضوح و زوال الشک و رفع المشقۃ والاختلاف۔ (فتح الباری ج ۱۱ ص ۳۷۶، ۳۷۷)

اور مراد، رؤیت کی رؤیت کے ساتھ تشبیہ ہے واضح ہونے اور شک کے زوال اور مشقت واختلاف کے رفع میں۔ و للہ الحمد فی الاولی والآخرۃ

حدیث نمبر:۸ یارسول اللہ ھل نری ربنا یوم القیامۃ؛

عن عطاء بن یزید اللیثی ان ابا هریرة (رضی اللہ عنہ) اخبره ان ناسا قالوا لرسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یا رسول الله هل نری ربنا یوم القیامۃ؟ فقال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم هل تضارون فی القمر لیلۃ البدر قالوا لا یا رسول الله قال هل تضارون فی الشمس لیس دونها سحاب قالوا لا قال فانکم ترونہ کذلک یجمع الله الناس یوم القیامۃ فیقول من کان یعبد شیئا فلیتبعہ فیتبع من کان یعبد الشمس الشمس و یتبع من کان یعبد القمر القمر و یتبع من کان یعبد الطواغیت الطواغیت و تبقی هذه الامۃ فیها منافقوها فیأتیهم الله فی صورة غیر صورتہ التی یعرفون فیقول انا ربکم فیقولون نعوذ بالله منک هذا مکاننا حتی یأتینا ربنا فاذا جاء ربنا عرفناه فیأتیهم الله فی صورتہ التی یعرفون فیقول انا ربکم فیقولون انت ربنا فیتبعونہ و یضرب الصراط بین ظهرانی جهنم۔الحدیث (صحیح مسلم ج۱ ص۱۰۰ وصحیح البخاری والنظم من الاول)

عطاء بن یزید لیثی سے روایت ہے کہ بیشک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے انھیں خبر دی کہ تحقیق کچھ لوگوں (بعض اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کا دیدار کریں گے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم چودھویں کی رات، چاند کے دیکھنے میں نزاع، اختلاف اور شک کرتے ہو؟ صحابہ کرام نے عرض کی نہیں یارسول اللہ' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا سورج کے دیکھنے میں، جو بادل میں پوشیدہ نہیں ہے تم نزاع، اختلاف اور شک کرتے ہو؟ تو صحابہ کرام نے عرض نہیں، (یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم)

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک تم اسی طرح (کمالِ ظہور اور وضوح میں اور مشقت وتعب اور شک ونزاع وتکذیب کے نہ ہونے میں) اللہ تعالیٰ کا دیدار کروگے۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ لوگوں کو جمع فرمائے گا، تو فرمائے گا جو شخص جس شیٔ کی عبادت کرتا رہا ہے تو وہ اپنے معبود کے پیچھے چلا جائے تو جو سورج کی عبادت کرتے رہے وہ سورج کے پیچھے چلے جائیں گے اور جو چاند کی عبادت کرتے رہے وہ چاند کے پیچھے چلے جائیں گے اور جو طواغیت (شیاطین اور بتوں) کی عبادت کرتے رہے وہ طواغیت کے پیچھے چلے جائیں گے۔ اور یہ امت باقی رہ جائے گی۔ اس میں اس امت کے منافقین بھی ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اس امت پر ایسی صفت میں تجلی فرمائے گا جو اس کی اس صفت کے علاوہ ہوگی جسے وہ پہچانتے ہیں تو فرمائے گا میں تمھارا رب ہوں۔

تو کہیں گے "نعوذ باللہ منک" ہم تجھ سے اللہ کی پناہ لیتے ہیں۔ یہ ہماری جگہ ہے (ہم اسے نہیں چھوڑیں گے) یہاں تک کہ ہمارا پروردگار ہم پر تجلی فرمائے۔ تو جب ہمارا رب تجلی فرمائے گا ہم اسے پہچان لیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان پر اپنی اس صفت میں تجلی فرمائے گا جسے وہ پہچانتے ہیں تو فرمائے گا میں تمھارا رب ہوں، تو کہیں گے تو ہمارا رب ہے پھر اس کے امر کے پیچھے چلے جائیں گے (یا مراد اور مقصود یہ ہے کہ اس کے ملائکہ کے پیچھے چلے جائیں گے) اور جہنم کے دونوں کناروں کے درمیان صراط بچھا دی جائے گی۔ (صحیح مسلم و صحیح بخاری)

شیخ الاسلام ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(قولہ، هل نرى ربنا يوم القيامة؟) فی التقييد بيوم القيامة اشاره الى ان السؤال لم يقع عن الرؤية فى الدنيا و قد اخرج مسلم من حديث ابى امامة واعلموا انكم لن تروا ربكم حتى تموتوا (الى ان قال) و قد وقع فى رواية العلاء بن عبدالرحمن عند الترمذى ان هذا السؤال وقع على سبب و ذلك انه ذكر الحشر والقول لتتبع كل امة ما كانت تعبد و قول المسلمين هذا مكاننا حتى نرى ربنا قالوا و هل نراه فذكره۔ (فتح الباری شرح صحیح بخاری ۱۱:۶ ۳۷)

حدیث شریف میں حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کا سوال: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ”ھل نری ربنا یوم القیامۃ؟“ کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کا دیدار کریں گے؟

سوال میں دیدارِ الٰہی کو قیامت کے دن کے ساتھ مقید کرنے میں اس جانب اشارہ ہے کہ بیشک سوال، دنیا میں دیدارِ الٰہی کے حوالہ سے واقع نہیں ہوا اور امام مسلم علیہ الرحمۃ نے حضرت ابوامامۃ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ مقدس روایت ضرور کیا ہے ”واعلموا انکم لن تروا ربکم حتی تموتوا“ اور یقین جانو بیشک تم اپنے رب کو ہرگز نہیں دیکھو گے حتی کہ تم وفات پا جاؤ۔

(تا) اور ترمذی کے ہاں علاء بن عبد الرحمن کی روایت میں ہے کہ بیشک اس سوال کا سبب یہ بنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حشر کا ذکر فرمایا، اور یہ بات بھی ذکر فرمائی کہ: ہر گروہ اپنے معبود (معبودانِ باطلہ میں سے) کے پیچھے چلا جائے گا اور قیامت کے دن مسلمانوں سے سرزد ہونے والے اس قول کا ذکر بھی فرمایا کہ: ”ھذا مکاننا حتی نری ربنا“ یہ ہماری جگہ ہے (ہم یہاں سے نہیں جائیں گے) یہاں تک کہ ہم اپنے رب کا دیدار کرلیں، تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی ”و ھل نراہ“ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کیا ہم اپنے رب کا دیدار کریں گے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث نمبر ۸ میں مذکور جواب ارشاد فرمایا۔

فائدہ عظیمہ: حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور مسئلہ دیدارِ الٰہی

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

[1] مذکور حدیث اور اس مضمون کی دیگر احادیث صحیحہ میں، سببِ مذکور کے بعد حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کا سوال ”یا رسول اللہ ھل نری ربنا یوم القیامۃ؟

یارسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا قیامت کے دن ہم اپنے رب کا دیدار کریں گے؟

اور جواب میں حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مقدس "هل تضارون فی القمر لیلة البدر .... هل تضارون فی الشمس لیس دونها سحاب" جس کا حاصل معنی یہ ہے کہ: کیا تم چودہویں کی رات چاند کے دیکھنے میں نزاع وخلاف اور شک کرتے ہو؟ کیا آفتاب کے دیکھنے میں جب وہ بادل میں پوشیدہ نہیں ہیں تم نزاع وخلاف اور شک کرتے ہو؟

توحضرات صحابہ کرام نے عرض کی نہیں یارسول اللہ۔

اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جواب مقدس "فانکم ترونه کذلک" بیشک تم اسی طرح اپنے رب کا دیدار کروگے، اور حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں "انکم سترون ربکم یوم القیامة" بیشک تم عنقریب قیامت کے دن (دار آخرت میں) اپنے رب کا دیدار کروگے۔

توحضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سوال کے سبب اور پس منظر، سے خوب واضح ہوگیا کہ دنیا میں دیدارِ الٰہی عام ہونا تو درکنار حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ ارشادات عالیہ سننے سے پہلے، آخرت میں امت مسلمہ کا دیدارِ الٰہی سے مشرف فرمایا جانا بھی ان کے علم میں نہ تھا اسی لیے توان نفوس قدسیہ نے استکشافِ حال کے لیے سوال کیا۔

اور جواب میں حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حقیقت کوواضح فرمادیا کہ بیشک دنیا میں تمھیں دیدارِ الٰہی عطا ہونا ناممکن اور محال ہے (جیسا کہ احادیث صریحہ گزرچکی ہیں) البتہ آخرت میں بالیقین تمھیں اس نعمت عظمیٰ سے نوازا جائے گا۔

[2] اگر اس دنیا فانی میں دیدارِ الٰہی اس امت کے لیے عام ہوچکا تھا توکیا حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان اس نعمت سے محروم رکھے جاسکتے ہیں؟ جبکہ دنیا میں

بحالت بیداری سر کی آنکھ سے بالفعل دیدارِ الٰہی پانا تو درکنار حضرات صحابہ کرام تو شرعی طور پر اپنے لیے دنیا میں دیدارِ الٰہی ممکن بھی نہیں سمجھتے تھے اسی لیے تو انھوں نے صرف دارِ آخرت میں نعمت دیدار سے مشرف فرمائے جانے کے بارے میں سوال کیا ہے۔ اور دارِ دنیا کی بابت سوال بھی نہیں کیا۔

[3] بحمدہ تعالیٰ مذکور بیان سے خوب واضح ہوگیا کہ معراج کی رات سے اس امت کے لیے دنیا میں دیدارِ الٰہی اگر عام ہو چکا ہوتا جیسا کہ اصلاحی جماعت کا نظریہ اور عقیدہ ہے پھر تو حضرات صحابہ کرام کو یہ سوال کرنا ہی نہ چاہیے تھا کیونکہ یہ واقعہ ہی معراج کے بعد کا ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ ان احادیث مبارکہ کے راویوں میں بعض صحابہ کرام تو یقیناً ایسے ہیں جنھوں نے شب معراج سے سالوں بعد اسلام قبول کیا ہے جیسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ اور سوال بھی فرد واحد نے نہیں کیا بلکہ صحیح بخاری میں ہی کتاب التوحید میں لفظ "قلنا" ہم نے عرض کی، سے واضح ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت نے سوال کیا تھا۔

اور اگر حضرات صحابہ کرام نے "العیاذ باللہ" غلطی سے سوال کر ہی دیا تھا تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جواب مذکور کی بجائے' حضرات صحابہ کرام کی غلطی پر تنبیہ فرمانا ضروری تھا اور فرمایا ہوتا " لم تنتظرون یوم القیامۃ " دیدارِ الٰہی کے لیے تم روزِ قیامت کا انتظار کس لیے کر رہے ہو "بل تقع الرؤیۃ لھذہ الامۃ فی الدنیا" بلکہ اس امت کے لیے تو دارِ دنیا میں ہی دیدارِ الٰہی کی پابندیاں ختم ہو چکی ہیں اور نعمتِ دیدار سے اس اُمت کو نوازا جا رہا ہے حالانکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں ایسا ہرگز نہیں فرمایا۔

تو اس سے خوب واضح ہوا کہ اصلاحی جماعت کا نظریہ اور عقیدہ' اللہ تعالیٰ اور اس

ے پیارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شریعت مطہرہ پر کھلا افتراء اور بہتان ہے اور اس عقیدہ
ی اسلام میں ہرگز گنجائش نہیں ہے کیونکہ یہ نظریہ قرآن کریم واحادیث مبارکہ اور اجماع
ت کے انکار کے مترادف ہے۔

اللھم اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم۔

محشر میں دیدارِ الٰہی کے بارے میں ضروری وضاحت

حدیثِ مذکور میں جس دیدارِ الٰہی کا ذکر ہے علمائے اعلام نے فرمایا یہ وہ دیدار نہیں
ہے جو مؤمنین کو جنت میں ثواب اور انعام کے طور پر عطا فرمایا جائے گا بلکہ یہ امتحان اور
وحدین وغیر موحدین کے درمیان تمیز کے لیے ہوگا،

چنانچہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

وگفتہ اند کہ ایں رؤیت کہ اینجا مذکور ست غیر رؤیت ست کہ ثواب مومنان ست در
بہشت وایں رؤیت امتحانی است از حق تعالیٰ کہ واقع می شود بداں تمیز میان کسیکہ عبادت
کردہ است خدا را و میان کسے کہ عبادت کردہ است طواغیت را۔ (اشعۃ اللمعات ۴:۳۹۱)

اور علمائے اعلام نے کہا ہے: یہ دیدار جو اس جگہ مذکور ہے، اس دیدار کے علاوہ
ہے جو بہشت میں مؤمنین کا ثواب (اور اللہ تعالیٰ کا دوسرا بڑا انعام) ہے اور یہ دیدار، حق
تعالیٰ کی طرف سے امتحان ہے جس کے ساتھ تمیز اور جدائی واقع ہو جائے گی اس شخص کے
درمیان جس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ہے اور جس نے معبودانِ باطلہ کی عبادت کی ہے۔

حضرت امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی، شیخ ابوسلیمان خطابی سے ناقل ہیں:

و یجب ان تعلم ان الرؤیۃ التی ھی ثواب الاولیاء و کرامۃ لھم فی الجنۃ غیر ھذہ
الرؤیۃ المذکورۃ فی مقامھم یوم القیامۃ۔ (کتاب الاسماء والصفات ج ۲ ص ۲۰)

اور تیرا اس بات کو جاننا واجب ولازم ہے کہ دیدارِ الٰہی جو اللہ تعالیٰ کے محبوبوں کے لئے ثواب ہے اور جنت میں ان کے لئے بزرگی ہے وہ اس دیدار کے علاوہ ہے جو قیامت کے دن میدان محشر میں انھیں ہوگا۔

مذکورہ احادیث میں صورت سے صفت مراد ہے:

مذکور حدیث میں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دو دفعہ تجلی فرمانے کا ذکر ہے۔

''فیأتیهم الله فی صورة غیر صورته التی یعرفون'' اور ''فیأتیهم الله فی صورته التی یعرفون'' دونوں جگہ صورت سے صفت مراد ہے اور معنی یہ ہے کہ: اللہ تعالیٰ ان پر ایک صفت میں تجلی فرمائے گا جو اس کی اس صفت کے علاوہ ہوگی جسے وہ پہچانتے ہیں۔ پھر ان پر اپنی اس صفت میں تجلی فرمائے گا جسے وہ پہچانتے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کی وہ صفت جس کے ساتھ مؤمنین اسے دنیا میں اپنے قلوب کے ساتھ پہچانتے ہیں اور قیامت کے دن میدان محشر میں اسی صفت میں تجلی فرمانے پر، ذاتِ حق تعالیٰ کو بچشم سر دیکھ کر عالم ظاہر میں بھی پہچان جائیں گے، اگرچہ دنیوی زندگی میں انھیں دیدار الٰہی ہرگز نصیب نہیں ہوا تھا۔ وہ صفت انھیں حضرات انبیاء کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے ذریعہ معلوم ہوئی ہے اور ذات حق تعالیٰ کا یہ عرفان جو اِن نفوس قدسیہ کے ذریعہ باقی مؤمنین کو نصیب ہوا ہے اور اسی کے سبب قیامت کے دن ذاتِ باری تعالیٰ کی پہچان نصیب ہوگی، کہ یہی ہمارا معبود برحق اور خالق ومالک ہے۔

اسی صفت کا بیان کلام الٰہی میں بایں الفاظ ہے ''لیس کمثله شیء'' کائنات اور مخلوقات کی کوئی شئ اس کی مثل نہیں ہے۔ تو جب وہ ایسی ذات پاک کے دیدار سے مشرف ہو رہے ہوں گے جو مخلوقات سے کسی شئ کے مشابہ نہیں ہے تو پہچان جائیں گے کہ یہی حق

بحانہ وتقدس کی ذات پاک ہے۔

صورت سے مراد صفت ہونے پر علمائے اعلام کی تصریحات

شیخ الاسلام ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث مذکور کی شرح

میں فرمایا:

(قوله ﷺ فيأتيهم الله فى صورته التى يعرفون) فالمراد بالصورة ههنا الصفة

فيتجلى الله لهم على الصفة التى يعلمونها و يعرفونه بها و انما عرفوه بصفته و ان لم تكن

تقدمت لهم رؤية له سبحانه و تعالى لانهم يرونه لا يشبه شيئا من مخلوقاته .

(شرح صحیح مسلم للنووی ج۱ ص۱۰۰)

حضور رسول کریم ﷺ کا ارشاد مقدس "فيأتيهم الله فى صورته التى يعرفون"

تو اس جگہ صورت سے مراد صفت ہے (اور معنی یہ ہے) پھر اللہ تعالیٰ مؤمنین کے لیے اس صفت میں تجلی فرمائے گا جس کو وہ جانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو اس صفت کے ساتھ پہچانتے ہیں۔ اور مؤمنین اللہ تعالیٰ کو صرف اس کی صفت کے ساتھ پہچان لیں گے اگرچہ انھیں اس سے پہلے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا دیدار کرنا نصیب نہیں ہوا' اس لیے کہ (مؤمنین اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا دیدار کریں گے تو) بیشک وہ ایسی ذات پاک کے دیدار سے مشرف ہو رہے ہوں گے جو مخلوقات سے کسی شئ کے مشابہ نہیں ہے۔

شیخ الاسلام ابن حجر علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

اما قوله بعد ذلك " فيأتيهم الله فى صورته التى يعرفونها " فالمراد بذلك الصفة

والمعنى فيتجلى الله لهم بالصفة التى يعلمونه بها و انما عرفوه بالصفة و ان لم تكن تقدمت لهم

رؤيته لانهم يرون حينئذ شيئا لا يشبه المخلوقين الخ. (فتح الباری شرح صحیح البخاری ۱۱:۳۸۰)

اس کے بعد، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشادِ مقدس ''فیاتیھم اللہ فی صورتہ التی یعرفونھا''، تو صورت سے مراد صفت ہے اور معنی یہ ہے کہ: اللہ تعالیٰ ان کے لیے اس صفت کے ساتھ تجلی فرمائے گا جس کے ساتھ وہ اسے جانتے ہیں اور مؤمنین اللہ تعالیٰ کو صرف اس صفت کے ساتھ پہچان لیں گے اگرچہ انھیں اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنا نصیب نہیں ہوا۔ وہ اس لیے پہچان لیں گے کہ دیدارِ الٰہی سے مشرف ہونے کے وقت، بیشک وہ اسکی ذات پاک کا دیدار کر رہے ہوں گے جو مخلوقات کے مشابہ نہیں ہے۔

علامہ بدر المحدثین بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

'' قولہ فی غیر الصورۃ التی یعرفون'' الصورۃ من المتشابہات والامۃ فیھا فرقتان المفوضۃ والماولۃ فمن اولہ قال المراد من الصورۃ الصفۃ او اخراج الکلام علی سبیل المطابقۃ ''قولہ یعرفون'' فان قلت لم یتقدم لھم رؤیۃ فکیف یعرفون قلت انما عرفوہ فی الدنیا بالصفۃ یعنی بوصف الانبیاء لھم۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۲۳ ص ۱۳۳)

حضور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد مقدس '' فی غیر الصورۃ التی یعرفون'' مؤمنین اللہ تعالیٰ کو جس صفت کے ساتھ پہچانتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان پر اس صفت کے علاوہ دوسری صفت میں تجلی فرمائے گا۔ حدیث مذکور میں صورت' متشابہات سے ہے اور متشابہات کے بارے میں علمائے اُمت کے دو گروہ ہیں:

ایک مفوّضہ ہے (یعنی آیاتِ صفات اور احادیثِ صفات کے بارے میں یہ نظریہ رکھتا ہے کہ ان آیات واحادیث پر ایمان لانا ہم پر واجب ولازم ہے اور ان کے معانی میں تکلم نہ کیا جائے اور اعتقاد یہ رکھا جائے کہ ان کے ایسے معانی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عظمت وشان کے لائق ہیں، ہم ان کی حقیقت کا علم اللہ تعالیٰ کی طرف تفویض کرتے ہیں

اور اس پر بھی ہمارا اعتقادِ جازم ہے کہ کائنات کی کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی مثل اور اس کے مشابہ نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ مخلوقات کی تمام صفات سے منزہ اور مبرا ہے۔ اکثر اسلاف کرام کا یہی نظریہ ہے۔ از راقم الحروف)

دوسرا گروہ مُأوِّلہ ہے (یہ حضرات علمائے اعلام کہتے ہیں ایسی آیات واحادیث کی حسب موقع اور مقام، مناسب تاویل کریں گے تاکہ بے خبر اور لاعلم لوگ ایسی آیات و احادیث کو ظاہر پر محمول کر کے صفاتِ ممکنات وحوادث، اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت مان کر گمراہی میں مبتلا نہ ہوں۔ از راقم الحروف) تو جن علمائے امت نے صورت کی تاویل کی ہے انھوں نے فرمایا ہے صورت سے مراد صفت ہے یا علی سبیل المطابقۃ کلام کا اخراج ہے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد مقدس ''یعرفون'' یعنی ایسی صفت جس کے ساتھ موحدین اللہ تعالیٰ کو پہچانتے ہیں' اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ دوسری صفت میں تجلی فرمائے گا۔

اس مقام پر ایک سوال وارد ہوتا ہے۔ علامہ عینی علیہ الرحمۃ نے اسے نقل کر کے اس کا جواب بیان فرمایا:

سوال: مؤمنین کو پہلے (دنیا میں) تو دیدارِ الٰہی عطا ہی نہیں ہوا پھر وہ آخرت میں بوقت دیدارِ ذاتِ حق سبحانہ وتعالیٰ کو کیسے پہچانیں گے (کہ جس ذاتِ پاک کا ہم دیدار کر رہے ہیں یہی ہمارا خالق و مالک اور رب ہے)

جواب: اہل ایمان کو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کی معرفت اور پہچان، صفت ہی کے ساتھ حاصل ہو چکی ہے یعنی مؤمنین کے لئے ذات باری تعالیٰ کے بارے میں حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کے بیان سے ان کو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی معرفت اور پہچان نصیب ہو چکی ہے (اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعہ ذات

باری تعالیٰ کے بارے میں تعلیمات میں سے یہ بھی ہے ''لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ'' کہ ممکنات ومحدثات سے کوئی شئ ذاتِ باری تعالیٰ کی مثل اوراس کے مشابہ نہیں ہے۔

اہل ایمان کے لئے معرفتِ باری تعالیٰ کا ذریعہ اور بعض لوگوں کا ظلم عظیم

حضرات صحابہ کرام ومن بعدہم ائمۂ اعلام اور اسلاف کرام نے تو قرآن و حدیث سے یہی سمجھا ہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک کی معرفت مؤمنین کو جونصیب ہوئی ہے تو وہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے واسطہ اور ذریعہ سے نصیب ہوئی ہے۔ لیکن ''اصلاحی جماعت'' تمام امت مسلمہ کو معرفت الٰہی میں العیاذ باللہ تمام انبیاء سابقین علیہم السلام سے بھی اعلیٰ اور اکمل بتاتی ہے اور دعویٰ کرتی ہے کہ انبیاء سابقین علیہم السلام میں صرف صفاتی اسماء کے ذریعہ اقتباسِ فیض کی استعداد اور صلاحیت تھی اور اسم ذاتی کے ذریعہ اقتباسِ فیض کی استعداد اور صلاحیت العیاذ باللہ، ان میں نہیں تھی اور نہ ہی اسم ذات (اسم جلالت' اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام پاک) کے ذکر کی حضرات انبیاء سابقین علیہم السلام کو اجازت دی گئی۔ اسی لیے وہ دنیا میں دیدارِ الٰہی سے محروم رہے۔ لا حول و لا قوة الا باللہ

حالانکہ غیر نبی کو کسی بھی نبی پر فضیلت دینا، اور وہ بھی معرفتِ الٰہی اور اللہ تعالیٰ سے اقتباسِ فیض کی استعداد وصلاحیت میں' باجماع علمائے امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام، ظلم عظیم ہے۔ اور یہ کہنا کہ سابقین تمام انبیاء مرسلین علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے اسم اللہ کے ذکر کی اجازت ہی عطا نہیں فرمائی' قرآن وحدیث کا انکار اور تکذیب ہے۔ کیا انبیاء سابقین علیہم السلام کو کلمہ توحید پڑھنے کی بھی اجازت نہ تھی؟ یا کلمہ توحید میں اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام پاک شامل ہی نہیں تھا؟

نیز دنیا میں دیدارِ الٰہی کی استعداد وصلاحیت میں تمام امت مسلمہ کو تمام انبیاء

بقین علیہم السلام سے اعلیٰ اور اکمل سمجھنا اور تمام امت محمدیہ کے لیے دنیا میں دیدارِ الٰہی کی
ت عام ہو جانے کا نظریہ اور عقیدہ رکھنا اور پھر اس کا بھرپور انداز میں پرچار کرنا' بھی
رآن وحدیث اور اجماع امت کے انکار اور تکذیب کے مترادف ہے، جس کی سنگینی اہل
م ہرگز پوشیدہ نہیں ہے۔ نعوذ باللہ من هذه الخرافات

حضرت امام حافظ الحدیث ابوبکر احمد بن حسین بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

و قد تكلم الشيخ ابو سليمان الخطابی رحمه الله فی تفسير هذا الحديث و تأويله
فيه الكفاية فقال (الى ان قال) فان الذى يجب علينا و على كل مسلم ان يعلمه ان ربنا
س بذى صورة و لا هيئة ، فان الصورة تقتضى الكيفية و هى عن الله و عن صفاته منفية
قد يتأول معناها على وجهين (احدهما) ان تكون الصورة بمعنى الصفة الخ۔

(کتاب الاسماء والصفات ج ۲ ص ۲۱۔۲۰)

اور شیخ ابوسلیمان خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کی تفسیر و تاویل میں ضرور
کلام فرمایا ہے جو کافی ووافی ہے، انہوں نے فرمایا (تا) تو بیشک جس چیز کا جاننا ہم پر اور ہر
مسلمان پر واجب ہے وہ یہ ہے کہ بیشک ہمارا رب صورت اور ہیئت والا نہیں ہے اس لئے
کہ بتحقیق، صورت کیفیت کا تقاضا کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات سے کیفیت منفی
ہے (اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کیفیت سے منزہ اور مبرا ہے) اور صورت کے معنیٰ کی تاویل
دو وجہ پر کی جاتی ہے۔ ان سے ایک وجہ یہ ہے کہ: صورت بمعنیٰ صفت ہے، الخ

نوٹ: شیخ ابوسلیمان کا کلام اس مقام پر طویل اور نہایت مفید ہے لیکن اختصار
کے پیش نظر ترک کیا جاتا ہے۔

حضرت امام علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی علیہ الرحمۃ نے صحیح بخاری کی

حدیث ''اتاهم رب العالمين فى ادنى صورة من التى رأوه فيها'' ان پر رب العالمین تجلی اور ظہور فرمائے گا اس صفت سے اقرب (قریب ترین) صفت میں جس میں موحدین نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا ہوا ہے، کی شرح میں فرمایا:

قوله اتاهم اى ظهر لهم والاتيان مجاز عن الظهور (الى ان قال) قوله فى ادنى صورة اى اقربها قال الخطابى الصورة الصفة يقال صورة هذا الامر كذا اى صفته و اطلق الصورة على سبيل المشاكلة والمجانسة قوله من التى رأوه فيها اى من الصورة التى عرفوه فيها والرؤية بمعنى العلم لانهم لم يروه قبل ذلک و معناه يتجلى الله لهم بالصفة التى يعرفونه بها لانه لا يشبه شيئا من مخلوقاته فيعلمون انه ربهم فيقولون انت ربنا.

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۱۸ ص ۷۳

قولِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ''اتاهم'' یعنی رب العالمین ان کے لیے ظہور فرمائے گا اور اِتیان (آنا) ظہور سے مجاز ہے (تا) قول رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ''فى ادنى صورة'' یعنی اقرب (قریب ترین) صفت میں۔ خطابی علیہ الرحمۃ نے کہا ہے صورت (سے مراد) صفت ہے۔ کہا جاتا ہے اس امر کی صورت ایسی ہے یعنی اس کی صفت ایسی ہے' اور مشاکلت اور مجانست کے طریق پر صورت کا اطلاق کیا گیا ہے۔ قولِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ''من التى رأوه فيها'' یعنی اس صفت سے (قریب ترین صفت میں تجلی فرمائے گا) جس میں موحدین نے اللہ تعالیٰ کو جانا پہچانا ہوا ہے اور رؤیت بمعنی علم ہے، اس لیے کہ بیشک انھوں نے اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں کیا اور حدیثِ مذکور کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ موحدین کے لیے اس صفت کے ساتھ تجلی فرمائے گا جس کے ساتھ وہ اسے (آخرت میں دیدارِ الٰہی سے پہلے ہی) پہچانتے ہیں۔ اس لیے کہ بیشک اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات سے کسی شئ کے مشابہ

نہیں ہے تو وہ جان لیں گے کہ بیشک وہ ان کا رب ہے تو کہیں گے تو ہمارا رب ہے۔

ضروری تنبیہ: ائمہ اعلام کی متعدد تصریحات میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ دار آخرت میں دیدار الٰہی سے پہلے موحدین نے اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں کیا تو اس سے بھی موت سے پہلے دیدار الٰہی کرنے کے دعویٰ کا بے اصل اور باطل ہونا واضح ہو رہا ہے۔

حدیث نمبر: 9- لا واللہ ما رأوك۔

عن ابی ہریرة (رضی اللہ عنہ) قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان للہ ملائکة یطوفون فی الطرق یلتمسون اہل الذکر فاذا وجدوا قوماً یذکرون اللہ تنادوا ہلموا الی حاجتکم قال فیحفونہم باجنحتہم الی السماء الدنیا قال فیسألہم ربہم عزوجل و ہو اعلم منہم : ما یقول عبادی؟ قال: تقول یسبحونک و یکبرونک و یحمدونک قال: فیقول ہل رأونی؟ قال فیقولون لا واللہ ما رأوک قال فیقول کیف لو رأونی؟ قال یقولون لو رأوک کانوا اشد لک عبادة و اشد لک تمجیدا و اکثر لک تسبیحاً (الی ان قال) قال ہم الجلساء لا یشقی جلیسہم۔ (صحیح البخاری مع شرحہ فتح الباری ج ۱۱ ص ۱۷۶-۱۷۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے راستوں میں چکر لگاتے ہیں (گھومتے پھرتے ہیں) اہل ذکر کو تلاش کرتے ہیں پھر جب کسی گروہ کو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے پاتے ہیں تو ایک دوسرے کو ندا کرتے ہیں کہ اپنے مطلوب و مقصود کی طرف حاضر ہو جاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر فرشتے ان ذاکرین کو آسمان دنیا تک اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر ان سے ان کا رب عزوجل سوال فرماتا ہے اور وہ ملائکہ سے (بھی) زیادہ علم والا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کا فرشتوں سے سوال کرنا عدم علم کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ

حکمت پر مبنی ہے) میرے بندے کیا کہہ رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ملائکہ عرض کرتے ہیں (یا اللہ) وہ تیری پاکی اور کبریائی اور حمد بیان کررہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا انھوں نے میرا دیدار کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تو ملائکہ عرض کرتے ہیں نہیں، اللہ کی قسم (یا اللہ) انہوں نے تیرا دیدار نہیں کیا' آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر وہ (اہل ذکر) میرا دیدار کرلیتے تو ان کا کیسا حال ہوتا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ ملائکہ عرض کرتے ہیں (یا اللہ) اگر وہ تیرا دیدار کرلیتے تو بہت ہی زیادہ تیری عبادت کرتے اور بہت ہی زیادہ تیری بزرگی اور پاکی بیان کرتے (تا) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ مل بیٹھ کر میرا ذکر کرنے والے ایسے سعادت مند ہیں کہ ان کے پاس آکر بیٹھ جانے والا بھی شقی اور بدنصیب نہیں رہتا۔

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

و فیہ بیان کذب من ادعی من الزنادقۃ انہ یری اللہ جھرا فی دار الدنیا و قد ثبت فی صحیح مسلم من حدیث ابی امامۃ رفعہ واعلموا انکم لن تروا ربکم حتی تموتوا۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۱۱ ص ۱۷۸)

زندیق اور بے دین لوگوں سے جس نے دعویٰ کیا ہے کہ بیشک وہ دارِ دنیا میں علانیہ (حالتِ بیداری میں سر کی آنکھ سے) اللہ تعالیٰ کا دیدار کرتا ہے' اس حدیث میں اس شخص کے جھوٹا اور کاذب ہونے کا بیان ہے' اور صحیح مسلم میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی مرفوع حدیث سے ثابت ہے "واعلموا انکم لن تروا ربکم حتی تموتوا" اور یقین جانو بیشک تم اپنے رب کو ہرگز نہ دیکھو گے یہاں تک کہ تم وفات پا جاؤ۔

ضروری تنبیہ:

ملائکہ کی شہادت پر اللہ تعالیٰ کی تصدیق، کہ دنیا میں دیدارِ الٰہی واقع نہیں ہے:

الحمد للہ حدیث مذکور میں دارِ دنیا میں دیدارِ الٰہی واقع نہ ہونے کا بیان اس قدر واضح ہے کہ متلاشیانِ حق کے لیے کوئی تذبذب باقی نہیں رہتا' ملاحظہ فرمائیں۔

(الف) یہ حدیث ایسے نفوس قدسیہ کے بارے میں وارد ہے جن کے متعلق اسی حدیث شریف کے آخر میں اللہ تعالیٰ کا فرمان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مقدس سے بایں الفاظ وارد ہے ''هم الجلساء لا يشقى جليسهم'' کہ مل بیٹھ کر ذکر الٰہی کرنے والوں کی وہ جماعت ایسی سعادت مند ہے کہ ان کے پاس آ کر بیٹھ جانے والا بھی شقی اور بدنصیب نہیں رہتا' تو ایسی جماعت کے بارے میں اللہ تعالیٰ ملائکہ سے فرماتا ہے ''هل رأوني'' کیا انہوں نے میرا دیدار کیا ہے؟ تو ملائکہ جو کہ معصوم ہیں عرض کرتے ہیں ''والله ما رأوك'' (یا اللہ) انھوں نے تیرا دیدار نہیں کیا اللہ کی قسم انہوں نے تیرا دیدار نہیں کیا۔ تو اس سے خوب ظاہر ہے کہ جب ایسے نفوس قدسیہ نے بھی دیدارِ الٰہی نہیں کیا تو عامی لوگ کیسے دیدارِ الٰہی کر سکتے ہیں۔

(ب) حضرات ملائکہ مقربین جو اللہ تعالیٰ کے حضور حلفیہ طور پر عرض کرتے ہیں کہ انھوں نے تیرا دیدار نہیں کیا' بوجہ معصوم ہونے کے یقیناً اپنے جواب میں سچے ہیں۔

(ج) اگر بالفرض کوئی عقل اور دین کا دشمن جوابِ مذکور میں ملائکہ کو سچا نہیں مانتا تو بفرضِ محال ان سے سرزد ہونے والے خلافِ واقع جواب کی اللہ تعالیٰ ضرور اصلاح فرما دیتا اور ملائکہ کو حقیقت حال سے آگاہ فرما دیتا کہ تمہیں معلوم نہیں ہے' یہ خوش نصیب میرا دیدار تو کرتے ہیں' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں فرمایا تو اس سے بھی خوب واضح ہے کہ حقیقت

وہی تھی جو ملائکہ نے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کی ہے۔

(د) حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مقدس صرف پہلی امتوں کے ذاکرین کے بارے میں نہیں ہے بلکہ جب تک دنیا میں ذاکرین موجود رہیں گے تب تک ملائکہ مذکورین کا یہی عمل رہے گا۔ لہٰذا حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے آخر دنیا تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت سے حضرات ذاکرین اور اولیاء کاملین کا بھی یہی حال ہے کہ واللہ انھوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں کیا۔

لہٰذا اصلاحی جماعت کا معراج کی رات سے اس امت کے لیے دیدارِ الٰہی عام ہوجانے کا نظریہ اور عقیدہ اللہ تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صریح افتراء اور بہتان ہے۔

قلبی ذکر کے ساتھ لسانی ذکر کی اہمیت:

حدیثِ مذکور میں ذاکرین کی نسبت اللہ تعالیٰ کا ملائکہ سے یہ فرمانا 'مایقول عبادی' میرے بندے کیا کہہ رہے ہیں؟ تو ملائکہ جواب میں یہ نہیں عرض کرتے کہ بس وہ اسم ذات کا تصور کر رہے ہیں بلکہ ملائکہ عرض کرتے ہیں "یسبحونک و یکبرونک و یحمدونک" یا اللہ وہ ذاکرین تیری تسبیح، تکبیر اور حمد بیان کرنے میں مشغول و مصروف ہیں۔ اور فقیر راقم الحروف بحیثیت طالب العلم پورے وثوق سے کہتا ہے کہ تصور اسم ذات کا دائمی فرض ہونا (جو کہ اصلاحی جماعت کا نظریہ ہے) تو درکنار، زبان سے ذکر کے بغیر صرف اور صرف اسم جلالت (لفظ اللہ) کا تصور ہی کرنے کی تعلیم و ترغیب قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے ثابت کرنا مشکل ہے چہ جائیکہ اسے دائمی فرض قرار دے دیا جائے اور تصور نہ کرنے والوں کو تارکِ فرض ٹھہرایا جائے۔ اللھم ارنا الحق حقا و ارزقنا اتباعہ

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

الذکر الکامل و هو ما یجتمع فیه ذکر اللسان والقلب بالتفکر فی المعنی واستحضار

مۃ الله تعالیٰ . (فتح الباری ج ۱۱ ص ۱۷۴-۱۷۵)

ذکر کامل وہ ہوتا ہے جس میں زبان اور دل کا ذکر اور ذکر کے کلمات مقدسہ کے

انی میں تفکر اور دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کا استحضار، یہ تمام اُمور مجتمع اور اکٹھے ہو جائیں،

(فتح الباری)

ذکر کامل کے بیان میں یہ عبارت کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے اور اس میں

انی ذکر (زبان کے ساتھ ذکر کرنا) کو قلبی ذکر سے بھی پہلے بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جملہ

ل اسلام کو ذکر کامل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین!

حدیث نمبر: 10۔ من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ۔

عن ابی موسی عن النبی ﷺ من احب لقاء الله احب الله لقاءہ.

(صحیح بخاری مع شرحہ فتح الباری ج ۱۱ ص ۳۰۳)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ سے راوی ہیں کہ جو شخص اللہ

تعالیٰ کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے۔

حدیث مذکور کے تحت شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

و فیه ان الله تعالیٰ لایراہ فی الدنیا احد من الاحیاء و انما یقع ذالک للمؤمنین

بعد الموت اخذا من قوله والموت دون لقاء الله ۔ و تقدم ان اللقاء اعم من الرؤیة فاذا انتفی

اللقاء انتفت الرؤیة و قد ورد باصرح من هذا فی صحیح مسلم من حدیث ابی امامة مرفوعاً

فی حدیث طویل و فیه واعلموا انکم لن تروا ربکم حتی تموتوا ۔ (فتح الباری ج ۱۱ ص ۳۰۳)

اور اس حدیث میں اس امر کا بیان ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ کو دنیا میں 'زندہ اف
میں سے کوئی بھی نہیں دیکھے گا اور مومنین کے لیے دیدارِ الٰہی صرف موت کے بعد واقع ہو
یہ مسئلہ آپ کے قولِ مقدس ''والموت دون لقاء الله'' سے اخذ کرتے ہیں۔ اور ضرور گزر
ہے کہ بیشک لقاء (ملاقات) رؤیت اور دیدار کرنے سے اعم ہے' تو (دنیا میں) جب لق
منتفی ہے تو رؤیت اور دیدار کرنا بھی منتفی ہے۔ اور اس سے زیادہ صریح، صحیح مسلم می
حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اقدس ضر
وارد ہوا ہے اور اس حدیث میں ہے'' واعلموا انکم'' الحدیث

ترجمہ: اور یقین جانو بیشک تم اپنے رب کا دیدار ہرگز نہیں کرو گے یہاں تک کہ
وفات پا جاؤ۔

خلاصہ استدلال:

شیخ الاسلام ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کے استدلال کا خلاصہ یہ ہے کہ مذکور حدیث
میں اللہ تعالیٰ کی لقاء کا جو ذکر ہے وہ موت سے پہلے، دنیوی زندگی میں حاصل نہیں ہو سکتی
بلکہ پہلے موت آئے گی پھر لقاء میسر آئے گی۔

جبکہ لقاء، رؤیت اور دیدار کرنے سے عام ہے اور رؤیت خاص ہے۔ اور عام ک
وجود تو خاص کے بغیر پایا جا سکتا ہے لیکن خاص کا وجود عام کے بغیر ہرگز نہیں پایا جا سکتا۔
جب مذکور حدیث میں موت سے پہلے عام لقاء کے نہ پائے جانے کا بیان ہے تو لامحال
موت سے پہلے خاص (دیدارِ الٰہی) کا نہ پایا جانا تو بدرجہ اولیٰ ثابت ہو گیا۔ لہٰذا دنیا میں
کوئی زندہ دیدارِ الٰہی نہیں کر سکتا۔ اور اس حدیث سے زیادہ صراحت اور وضاحت کے
ساتھ مسئلہ دیدارِ الٰہی کا بیان صحیح مسلم کی ایک طویل مرفوع حدیث میں ہے۔ پھر اس ک

بعد حدیث شریف کا متعلقہ حصہ نقل فرمایا ہے جو آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

کتاب وسنت کی روشنی میں حضرات علمائے اعلام محدثین کرام کی مزید تحقیقات وتصریحات

حضرت امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

اعلم ان مذهب اهل السنة باجمعهم ان رؤية الله تعالىٰ ممكنة غير مستحيلة عقلا و اجمعوا ايضاً على وقوعها فى الآخرة (الى ان قال) و قد تظاهرت ادلة الكتاب والسنة و اجماع الصحابة فمن بعدهم من سلف الامة على اثبات رؤية الله تعالىٰ فى الآخرة للمؤمنين (الى ان قال) و اما رؤية الله تعالىٰ فى الدنيا فقد قدمنا انها ممكنة و لكن الجمهور من السلف والخلف من المتكلمين و غيرهم على انها لا تقع فى الدنيا۔ (شرح صحیح مسلم للنووی ج ۱ ص ۹۹)

تو جان لے کہ بیشک تمام اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنا ازروئے عقل ممکن ہے، محال نہیں ہے اور آخرت میں دیدارِ الٰہی کے واقع ہونے پر بھی تمام اہل سنت کا اجماع اور اتفاق ہے (تا) اور دلائل کتاب وسنت و اجماع صحابہ کرام و من بعد ھم اسلاف امت، آخرت میں مؤمنین کے لیے اللہ تعالیٰ کا دیدار ثابت کرنے پر ایک دوسرے کے معاون و مددگار ہیں (تا) اور دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنے کے بارے میں تو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ بلاشبہ دنیا میں دیدار الٰہی ممکن ہے لیکن جمہور سلف وخلف متکلمین اور ان کے علاوہ علمائے اعلام کا یہ موقف اور عقیدہ ہے کہ دنیا میں دیدارِ الٰہی واقع نہیں ہوگا۔ (شرح صحیح مسلم)

ضروری وضاحت:

غیر جمہور جو دنیا میں دیدارِ الٰہی کے وقوع کے قائل ہیں انھوں نے اس کا وقوع حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے تسلیم کیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کے لیے دنیوی زندگی میں دیدارِ ذات حق تعالیٰ حاصل ہونے کے قائل نہیں ہیں جیسا کہ ائمہ اعلام نے تصریح فرمائی ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے وقوع دیدار کا قول باطل اور مردود ہے کیونکہ نصوص شرع اور اجماع امت کے خلاف ہے۔

شیخ الاسلام حافظ الحدیث ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

تعلق بقولہ تعالیٰ "لن ترانی" نفاۃ رؤیۃ اللہ تعالیٰ مطلقاً من المعتزلۃ فقالوا لن لتاکید النفی الذی یدل علیہ لا فیکون النفی علی التأبید و اجاب اہل السنۃ بان التعمیم فی الوقت مختلف فیہ سلمنا لکن خص بحالۃ الدنیا التی وقع فیہا الخطاب و جاز فی الآخرۃ لان ابصار المؤمنین فیہا باقیہ فلا استحالۃ ان یری الباقی بالباقی بخلاف حالۃ الدنیا فان ابصارہم فیہا فانیۃ فلا یری الباقی بالفانی و تواترت الاخبار النبویۃ بوقوع ہذہ الرؤیۃ للمؤمنین فی الآخرۃ و باکرامہم بہا فی الجنۃ و لا استحالۃ فیہا فوجب الایمان بہا و باللہ التوفیق و سیأتی مزید لہذا فی کتاب التوحید حیث ترجم المصنف وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۸ ص ۲۴۳)

اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنے کی مطلقاً نفی کرنے والے یعنی معتزلہ اللہ تعالیٰ کے قول "لَنْ تَرَانِي" کے ساتھ چمٹے ہیں (انھوں نے اس سے استدلال کیا ہے) انھوں نے کہا ہے کہ لفظ "لَنْ" اس نفی کی تاکید کے لیے ہے جس پر لفظ "لا" دلالت کرتا ہے، تو نفی تابید پر محمول ہوگی (یعنی اے موسیٰ دنیا اور آخرت میں آپ مجھے کبھی نہیں دیکھ سکتے) اور اہل سنت

نے جواب دیا ہے کہ لفظ "لن" کا تعمیم وقت کے لیے مفید ہونا، اختلافی مسئلہ ہے (لہٰذا اس سے تمھارا استدلال درست نہیں ہے تاہم اس کے باوجود) ہم نے تسلیم کیا (کہ لفظ "لن" تابید اور تعمیم وقت کا فائدہ دیتا ہے) لیکن (آیت مذکورہ میں تابید مطلق نہیں ہے بلکہ مقید ہے یعنی عالم دنیا کی حد تک محدود ہے اور آیت مذکورہ میں) دیدارِ الٰہی کی نفی حالت دنیا کے ساتھ مخصوص ہے جس حالت میں خطاب واقع ہوا ہے اور آخرت میں دیدارِ الٰہی جائز ہے اس لیے کہ بیشک آخرت میں مؤمنین کی آنکھیں باقی رہنے والی ہوں گی۔ تو اس امر میں کوئی استحالہ نہیں ہے کہ (ہمیشہ ہمیشہ) باقی ذاتِ پاک کا، غیر فانی اور باقی رہنے والی آنکھوں سے دیدارِ کیا جائے بخلاف حالتِ دنیا کے، اس لیے کہ بیشک حالت دنیا میں مؤمنین کی آنکھیں فانی ہیں تو باقی ذات پاک کو، فانی آنکھ کے ساتھ نہیں دیکھا جاسکتا۔

اور مؤمنین کے لیے آخرت میں دیدار الٰہی کے وقوع اور انھیں اس کے ساتھ جنت میں بزرگی دینے کے بارے میں احادیث نبویہ متواترہ ہیں اور آخرت میں دیدارِ الٰہی (کے وقوع) میں کوئی محال بھی لازم نہیں آتا تو اس پر ایمان لانا (بھی) واجب ہے و باللہ التوفیق اور اس حوالہ سے مزید کلام عنقریب کتاب التوحید میں آئے گا جہاں مصنف (امام بخاری علیہ الرحمہ) نے ترجمۃ الباب قائم کیا ہے "وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ" کچھ چہرے اس دن تر و تازہ ہوں گے اپنے رب کا دیدار کرنیوالے۔ (فتح الباری)

(فائدہ) شیخ الاسلام ابن حجر علیہ الرحمۃ نے کلام مذکور میں دنیا میں دیدارِ الٰہی نہ ہو سکنے کی ایک وجہِ لطیف بھی بیان فرمائی ہے جو کہ دراصل امام دار الہجرت حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ کی بیان فرمودہ ہے۔

شیخ الاسلام علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ تعالیٰ و شیخ الاسلام ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ

نے مزید فرمایا:

قال النووی مذھب اھل السنۃ ان رؤیۃ المؤمنین ربھم ممکنۃ و نفتھا المبتدعۃ من المعتزلۃ و الخوارج و ھو جھل منھم فقد تضافرت الادلۃ من الکتاب والسنۃ و اجماع الصحابۃ و سلف الامۃ علی اثباتھا فی الآخرۃ للمؤمنین ۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ۲۳: ۱۳۳، فتح الباری شرح صحیح البخاری ۱۱: ۳۷۷۔ والنظم من الاخیر)

امام نووی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ بیشک مؤمنین کا اپنے رب کا دیدار کرنا ممکن ہے اور مبتدعہ معتزلہ اور خوارج نے دیدارِ الٰہی کی مطلقاً نفی کی ہے اور یہ ان کی جہالت ہے۔ پھر مؤمنین کے لیے آخرت میں دیدارِ الٰہی کے اثبات پر کتاب وسنت اور حضرات صحابہ کرام وسلف امت کے اجماع سے دلائل، ایک دوسرے کے ضرور معاون ومددگار ہیں۔

نیز شیخ الاسلام ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے مطلقاً دیدارِ الٰہی کے منکرین کا شبہ اور اس کا جواب بایں الفاظ رقم فرمایا:

و تمسکوا ایضا بقولہ ﷺ فی حدیث سوال جبریل عن الاسلام و الایمان و الاحسان و فیہ ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک قال بعضھم فیہ اشارۃ الی انتفاء الرؤیۃ و تعقب بان المنفی فیہ رؤیتہ فی الدنیا لان العبادۃ خاصۃ بھا ۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۱۳ ص ۳۵۸)

اور مطلقاً دیدارِ الٰہی کے منکرین نے اسلام' ایمان اور احسان کے بارے میں حضرت جبریل علیہ السلام کے سوال والی حدیث میں حضور نبی کریم ﷺ کے ارشاد مقدس کے ساتھ بھی تمسک اور استدلال کیا ہے اور اس حدیث میں احسان کے بارے میں ہے:

ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک ۔

تیرا اپنے رب کی یوں عبادت کرنا گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے پھر اگر تو اس حال میں نہیں ہے کہ گویا تو اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے تو اس طرح اس کی عبادت کر کہ تو اس کے حضور حاضر ہے اس لیے کہ بلاشبہ وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے۔

بعض منکرین رؤیتِ باری تعالیٰ نے کہا ہے اس حدیث میں دیدارِ الٰہی کے انتفاء کی طرف اشارہ ہے (ابن حجر علیہ الرحمۃ نے فرمایا) اس کا جواب بایں طور دیا گیا ہے کہ مذکور حدیث میں دنیا میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کی نفی کی گئی ہے اس لیے کہ عبادت (کا مکلف ہونا) دنیا کے ساتھ ہی خاص ہے۔ (فتح الباری)

بحمدہ تعالیٰ عبارت مذکورہ میں بھی اہل حق کی طرف سے جو جواب بیان کیا ہے اس سے بھی واضح ہے کہ اہل حق کے نزدیک دنیا میں دیدارِ الٰہی واقع نہیں ہے۔

شیخ الاسلام ابن حجر علیہ الرحمۃ نے مزید فرمایا:

قال البیہقی (الی ان قال) و قیدھا بالقیامۃ فی الآیتین وُجُوۡهٌ يَّوۡمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۙ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۚ [القیامۃ ۲۳۔۲۲:۷۵] كَلَّاۤ اِنَّهُمۡ عَنۡ رَّبِّهِمۡ يَوۡمَئِذٍ لَّمَحۡجُوۡبُوۡنَ ۙ [المطففین ۱۵:۸۳] اشارۃ الی ان الرؤیۃ تحصل للمؤمنین فی الآخرۃ دون الدنیا۔انتھی ملخصا موضحا (الی ان قال) و ادلۃ السمع طافحۃ بوقوع ذلک فی الآخرۃ لاھل الایمان دون غیرھم و منع ذلک فی الدنیا الا انہ اختلف فی نبینا صلی اللہ علیہ وسلم و ما ذکروہ من الفرق بین الدنیا والآخرۃ ان ابصار اھل الدنیا فانیۃ و ابصارھم فی الآخرۃ باقیۃ جید و لکن لا یمنع تخصیص ذلک بمن ثبت وقوعہ لہ (الی ان قال)

قال ابن بطال ذھب اھل السنۃ و جمھور الامۃ الی جواز رؤیۃ اللہ فی الآخرۃ و

منع الخوارج و المعتزلة و بعض المرجئة (الی ان قال) و تعلقوا بقوله تعالیٰ "لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ" و بقوله تعالیٰ لموسیٰ "لَنْ تَرَانِي" والجواب عن الاول انه لا تدركه الابصار فی الدنیا جمعا بین دلیلی الآیتین و بان نفی الادراک لا یستلزم نفی الرؤیة لامکان رؤیة الشیء من غیر احاطة بحقیقته و عن الثانی المراد لن ترانی فی الدنیا جمعا ایضاً.

(فتح الباری ج ۱۳ ص ۳۵۸-۳۵۹)

امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (تا) اور وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۞ إِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۞ اس دن کچھ چہرے تروتازہ ہوں گے اپنے رب کا دیدار کرنے والے۔ (مؤمنین کے حق میں) اور "كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۞" حق یہ ہے کہ بیشک وہ اس دن اپنے رب کے دیدار سے ضرور محروم ہوں گے (کفار کے بارے میں)۔ دونوں آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے دیدارِ پاک کو قیامت کے ساتھ مقید فرمایا ہے۔ اس امر کی طرف اشارہ کرنے کے لیے کہ بیشک دیدارِ الٰہی مؤمنین کو آخرت میں حاصل ہوگا نہ کہ دنیا میں۔ امام بیہقی کا کلام مخلصاً موضحاً انتہا پذیر ہوا۔

(تا) اور کتاب وسنت کے دلائل لبالب اور پُر ہیں کہ آخرت میں دیدارِ الٰہی کا وقوع صرف اہل ایمان کے لیے ہے دوسرے لوگ محروم ہی رہیں گے۔ اور دنیا میں اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا دیدار اہل ایمان سے روک دیا گیا ہے، مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک کے بارے میں علمائے امت کے درمیان اختلاف ہے (کہ آیا شبِ اسراء اور معراج آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے قرب خاص کے وقت اس کے دیدار پاک سے بھی مشرف فرمائے گئے یا نہیں)

اور ائمۂ اعلام اور اکابر علمائے امت نے دنیا (میں دیدارِ الٰہی کے ممنوع ہونے)

اور آخرت (میں اہل ایمان کے لیے وقوع) کے درمیان جو فرق ذکر کیا ہے کہ بیشک اہل دنیا کی آنکھیں فانی ہیں اور آخرت میں ان کی آنکھیں باقی رہنے والی ہوں گی، یہ فرق عمدہ ہے لیکن جس ذات پاک (حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے دیدارِ الٰہی کا وقوع (دنیوی زندگی میں ہی سمعی اور نقلی دلائل سے) ثابت ہو چکا ہے اس ذات پاک کے ساتھ دیدارِ الٰہی کی (دنیوی زندگی میں) تخصیص سے یہ فرق مانع نہیں ہے۔

(تا) ابن بطال نے کہا ہے اہل سنت اور جمہور امت آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رؤیت اور دیدار کے جواز کی طرف گئے ہیں، خوارج اور معتزلہ اور بعض مرجئہ نے آخرت میں بھی دیدارِ الٰہی کا وقوع، ممنوع قرار دیا ہے (تا) اور وہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد مقدس "لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ" "آنکھیں اللہ کا ادراک نہیں کر سکتیں۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے اللہ تعالیٰ کا فرمان "لَنْ تَرَانِي" "تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے" کے ساتھ چمٹے ہیں۔ (تمسک اور استدلال کیا ہے) اول کا جواب یہ ہے کہ دونوں آیات "لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ" اور وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝) نفی اور اثبات کی دونوں دلیلوں کے درمیان جمع اور توفیق کے لئے "لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ فِي الدُّنْيَا" مراد ہے یعنی دنیا میں آنکھیں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتیں۔ صوری تعارض کو رفع کرنے اور دونوں آیات میں توفیق اور تطبیق کے لئے "لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ" کو دنیا میں آنکھوں کے دیدارِ الٰہی نہ کر سکنے پر محمول کرنا شرعاً و عقلاً لازم و ضروری ہے)

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ ادراک رؤیت مطلقہ نہیں ہے بلکہ رؤیت مخصوصہ ہے اور یعنی ایسا دیکھنا کہ دیکھنے والے کی نگاہ مرئی کا احاطہ بھی کرے اور شئ کی حقیقت کا احاطہ کیے بغیر اس کا دیکھنا ممکن ہونے کی وجہ سے ادراک کی نفی، مطلق رؤیت اور دیدار کرنے کی نفی کو

مستلزم نہیں ہے۔

اور ثانی کا جواب یہ ہے کہ ''لن ترانی فی الدنیا'' مراد ہے یعنی اے موسیٰ دنیا میں تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے (دونوں آیات ''لَنْ تَرٰىنِیْ'' اور ''وُجُوْهٌ یَّوْمَىٕذٍ نَّاضِرَةٌ ۙ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۚ'' کے درمیان) جمع اور توفیق کے لیے (لَنْ تَرٰىنِیْ کو دنیا میں دیدارِ الٰہی نہ کر سکنے پر محمول کرنا شرعاً وعقلاً لازم وضروری ہے)

شیخ الاسلام علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

و قال ''رَبِّ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ اِلَیْكَ'' [الاعراف ۷:۱۴۳] فقال اللہ عزوجل ''لَنْ تَرٰىنِیْ'' یعنی لیس لبشر ان یطیق النظر الی فی الدنیا، من نظر الی فی الدنیا مات (الی ان قال) قولہ ''سُبْحٰنَكَ'' تنزیھا و تعظیما و اجلالا ان یراہ احد فی الدنیا الا مات قولہ'' تُبْتُ اِلَیْكَ'' یعنی عن سؤال الرؤیۃ فی الدنیا (الی ان قال) قولہ ''وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ'' ای بانک لا تری فی الدنیا۔ قال مجاھد و انا اول المؤمنین من بنی اسرائیل و اختارہ ابن جریر و عن ابن عباس و انا اول المؤمنین انہ لا یراک احد۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۱۸ ص ۲۳۸۔۲۳۹)

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اے میرے رب مجھے اپنی ذات دکھا میں تیرا دیدار کروں تو اللہ عزوجل نے فرمایا ''لَنْ تَرٰىنِیْ'' تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے یعنی کسی بشر کے لیے یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ دنیا میں میرا دیدار کر سکے۔ جو دنیا میں میرا دیدار کرے گا (دیدارِ الٰہی کی تاب نہ ہونے کی وجہ سے) فوت ہو جائے گا (تا) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول ''سُبْحٰنَكَ'' تو پاک ہے، اللہ تعالیٰ کی تنزیہ، تعظیم اور بزرگی بیان کرنے کے لیے (اس سے) کہ اللہ تعالیٰ کو دنیا میں کوئی دیکھے مگر فوت ہو جائے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول

"تُبْتُ اِلَيْكَ" میں نے تیری طرف رجوع کیا (تیری بارگاہ میں میری توبہ) یعنی دنیا میں دیدارِالٰہی کا سوال کرنے سے تیرے حضور میں نے توبہ کی (تا) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول "وانااول المؤمنین" اور (اپنے زمانہ کے بنی اسرائیل سے) پہلا مؤمن میں ہوں یعنی اس پر ایمان لانے والا کہ دنیا میں تیرا دیدار نہیں کیا جاسکتا۔

مجاہد (تابعی) نے کہا ہے (اپنے زمانہ کے) بنی اسرائیل میں سے میں پہلا مؤمن ہوں اور ابن جریر طبری علیہ الرحمۃ نے اسی کو اختیار کیا ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے "وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ" کی تفسیر میں مروی ہے کہ (اپنے زمانہ کے بنی اسرائیل سے) پہلا شخص اس پر ایمان لانے والا میں ہوں کہ (دنیا میں) تجھے کوئی نہیں دیکھ سکتا۔

شیخ الاسلام علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں:

استدل البخاری بھذہ الآیۃ و باحادیث الباب علی ان المؤمنین یرون ربھم فی جنات النعیم و ھو مذھب اھل السنۃ والجماعۃ و جمھور الامۃ. (عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۱۲۲)

حضرت امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اس آیت (وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ) اور اس باب کی احادیث کے ساتھ اس پر استدلال کیا ہے بیشک مؤمنین جناتِ نعیم میں اپنے رب کا دیدار کریں گے اور یہ اہل السنۃ والجماعۃ اور جمہور امت کا مذہب ہے۔

تنبیہ:

دنیا کی زندگی میں دیدارِالٰہی حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے

بحمدہ تعالیٰ علمائے اعلام کی عبارات مذکورہ جو کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہیں۔ ان میں قرآن وحدیث کی روشنی میں جہاں مطلقاً دیدارِالٰہی کے منکرین کا رد کیا گیا ہے وہاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک کے سوا کسی کے لیے بھی دنیوی زندگی میں دیدارِالٰہی

کے وقوع کا نظریہ رکھنے والوں کا بھی رد بلیغ ہے چہ جائیکہ کہ پوری امت مسلمہ کے لیے شب معراج سے دیدارِ الٰہی عام ہو جانے کا عقیدہ اور نظریہ ہی اختیار کر لیا جائے۔ اور عبارات مذکورہ میں اس حقیقت کو واضح کر دیا گیا ہے کہ مؤمنین کو دیدارِ الٰہی سے ضرور نوازا جائے گا مگر آخرت میں، دنیا میں ہرگز نہیں۔

قدوۃ المحدثین حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

بدانکہ رؤیت حق تعالیٰ جائز ست عقلا نزد اہل سنت و جماعت (تا) چنانکہ اُورا امروز در دنیا بہ بصیرت درمی یابند فردا ببصر بینند انه علی کل شیئ قدیر و اتفاق دارند بر وقوع رؤیت مومناں حق را سبحانہ وتقدس در آخرت و دلائل از کتاب وسنت و اجماع صحابہ و تابعین براں متظاہر و متعاضد اند و آں دلائل با اعتراضات مبتدعہ کہ منکر ندنہ آنرا و تاویلات ایشاں آیات و احادیث را وجواب اہل حق ازاں بہ تفصیل در کتب کلامیہ مذکورست۔

ومختار آنست کہ رؤیت حق سبحانہ تعالیٰ در دنیا نیز ممکن ست ولیکن واقع نیست بہ اتفاق الاحضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را در شبِ معراج کہ آن واقع ست وبعضے را در آنجا نیز خلاف ست و بیان آں در ضمن شرح احادیث بیاید واز ہیچ یکے از سلف وخلف دیدن حق سبحانہ در دنیا بہ صحت نرسیدہ واز اولیاء ومشائخ طریقت ہیچ کسے ازاں نرفتہ ودعوی آن نکردہ و مشائخ اتفاق دارند بر تکذیب وتضلیل مدعی آں۔

(تا) ورؤیت حق عزوعلا در منام نیز جائز ست و در حقیقت آن رؤیت قلبی ست (تا) واز سلف نقل آں بہ صحت رسیدہ از امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ آمدہ کہ صد بار بہ ایں نعمت مشرف شد واز امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نیز آمدہ کہ دیدم رب العزت را در منام پس پرسیدم کہ کدام عبادت فاضل ترست؟ فرمود تلاوت قرآن بار دیگر پرسیدم کہ بفہم معانی یا بے فہم آں؟

فرمود بہ فہم یا بے فہم۔ (اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ المصابیح ج ۴ ص ۴۲۴۔۴۲۵)

تو جان کہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک حق تعالیٰ کا دیدار کرنا ازروئے عقل جائز ہے (تا) اس طرح جو آج دنیا میں اس کو بصیرت کے ساتھ پہچانتے ہیں کل (قیامت کے دن) سر کی آنکھ کے ساتھ دیدار کریں گے۔ بیشک اللہ تعالیٰ جو چاہے اس پر قادر ہے اور آخرت میں مؤمنین کے لیے حق سبحانہ وتقدس کا دیدار واقع ہونے پر اہل سنت و جماعت متفق ہیں اور اس پر کتاب وسنت و اجماع صحابہ وتابعین سے دلائل ایک دوسرے کے معاون و مددگار ہیں اور وہ دلائل فِرَق مبتدعہ، جو دیدارِ الٰہی کے منکر ہیں، کے اعتراضات کے ساتھ اور مبتدعہ کی طرف سے آیات و احادیث کی تاویلات اور اہل حق کی طرف سے ان تاویلات کا جواب (یہ سب) علم کلام (علم العقائد) کی کتب میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے' اور مختار یہ ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کا دیدار دنیا میں بھی ممکن ہے لیکن بالاتفاق واقع نہیں ہے مگر شبِ معراج میں حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے کہ وہ واقع ہے اور بعض (اہل علم) کو اس جگہ بھی اختلاف ہے اور اس کا بیان احادیث کی شرح کے ضمن میں آئے گا اور سلف وخلف سے کسی ایک سے بھی حق سبحانہ کا دنیا میں دیدار کرنا صحت کو نہیں پہنچا اور اولیاء و مشائخ طریقت سے کوئی شخص اس (نظریہ) سے (باہر) نہیں گیا اور نہ ہی دیدارِ الٰہی کا (کسی نے) دعویٰ کیا' اور دیدارِ الٰہی کے مدعی کی تکذیب اور تضلیل پر حضرات مشائخ متفق ہیں۔

(تا) اور حق عزّ وعلا کا خواب میں دیدار کرنا بھی جائز ہے اور درحقیقت وہ قلبی دیدار ہے (تا) اور سلف سے اس کی نقل صحت کو پہنچی ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے آیا ہے کہ وہ اس نعمت خواب میں دیدارِ الٰہی کے ساتھ سو مرتبہ مشرف ہوئے اور حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے بھی آیا ہے کہ میں نے خواب میں رب العزت کا دیدار کیا' پھر میں نے

پوچھا کہ کونسی عبادت فاضل تر (افضل) ہے؟ تو رب العزت نے فرمایا: تلاوت قرآن۔ دوسری بار (خواب میں زیارت سے مشرف ہونے پر) میں نے عرض کی فہم معانی کے ساتھ یا فہم معانی کے بغیر؟ تو رب العزت نے فرمایا: فہم معانی کے ساتھ ہو یا فہم معانی کے بغیر۔

حضرت علامہ محدث علی بن سلطان محمد قاری علیہ رحمۃ الباری نے فرمایا:

و قال صاحب التعرف و اجمعوا انہ لا یری فی الدنیا بالابصار ولا بالقلب الا من جھۃ الایقان لانہ غایۃ الاکرام و افضل النعم و لا یجوز ان یکون ذلک الا فی افضل المکان و احری ان الدنیا دار فناء و لا یجوز ان یری الباقی فی الدار الفانیۃ و لو رأوہ فی الدنیا لکان الایمان بہ ضرورۃ و بالجملۃ ان اللہ تعالیٰ اخبر انھا تکون فی الآخرۃ و لم یخبر انھا تکون فی الدنیا فوجب الانتھاء الی ما اخبر اللہ تعالیٰ بہ واختلفوا فی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ھل رأی ربہ لیلۃ الاسراء فقال الجمھور منھم انہ لم یرہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ببصرہ (الی ان قال) و قال بعضھم رآہ و انہ خص بین الخلائق بالرؤیۃ (الی ان قال) و زعم بعض الناس ان قوما من الصوفیۃ ادعوا الرؤیۃ لانفسھم فقد اطبق المشائخ علی تضلیل من قال ذلک و صنفوا فی ذلک کتبا منھم ابو سعید الخزاز لہ فی انکار ذلک کتاب و رسائل و کذا للجنید فی تکذیب من ادعاہ رسائل و کلام کثیر و اجمعوا علی ان من ادعی ذلک لم یعرف اللہ سبحانہ۔

(مرقات شرح مشکوٰۃ المصابیح ج۱۰ ص ۳۵۱۔۳۵۲)

اور صاحب تعرف (تعرف تصوف کی نہایت ہی بلند پایہ کتاب ہے جس کی اکابر اولیاء کاملین نے بڑی تحسین فرمائی ہے اور بعض اکابر نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ تصوف میں اس کی مثل کوئی کتاب تصنیف نہیں کی گئی) نے فرمایا ہے اور حضرات اولیائے کرام اور دوسرے علمائے اہل سنت کا اس پر اجماع اور اتفاق ہے کہ دنیا میں سر کی آنکھوں سے اللہ

تعالیٰ کا دیدار نہیں کیا جا سکتا اور نہ دل کے ساتھ مگر ایقان کی جہت سے' اس لیے کہ بیشک دیدارِ الٰہی غایتِ اکرام اور افضلِ نعَم ہے اور اس غایتِ اکرام اور افضلِ نعَم کا وقوع جائز نہ ہوگا مگر افضل اور بہت لائق مکان میں' بیشک دنیا دارِ فنا ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والی ذات پاک کا دیدار دارِ فانیہ میں نہیں کیا جا سکتا۔ اور اگر وہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کر لیں تو اللہ تعالیٰ کی ذات پاک پر ایمان ضرورت ہو جائے گا اور حاصلِ کلام یہ ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اس کی ذات پاک کا دیدار آخرت میں ہوگا اور یہ خبر نہیں دی کہ دیدارِ الٰہی دنیا میں ہوتا ہے تو جس امر کی اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے اسی تک انتہاء واجب وضروری ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک کے بارے میں علمائے امت میں اختلاف ہے کہ اسراء اور معراج کی رات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے، کیا اپنے رب کریم کا دیدار کیا ہے؟ تو جمہور نے کہا ہے کہ حضور محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی سر کی آنکھ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں کیا (تا) اور بعض علمائے امت نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخلوقات کے درمیان دیدارِ الٰہی کے ساتھ خاص کئے گئے ہیں۔

(تا) اور بعض لوگوں نے گمان کیا ہے کہ صوفیاء سے کچھ لوگوں نے خود دیدارِ الٰہی کرنے کا دعویٰ کیا ہے' پھر دیدارِ الٰہی کے مدعی کی تضلیل (ضلالت اور گمراہی کی طرف منسوب کرنے' گمراہ قرار دینے) پر تمام مشائخ ضرور متفق ہیں اور حضرات مشائخ نے اس بارے میں کتب تصنیف فرمائی ہیں۔ ان مشائخ سے حضرت شیخ ابو سعید خزاز رحمہ اللہ تعالیٰ (بھی) ہیں ان کی دیدارِ الٰہی کے مدعی پر انکار کے بارے میں کتاب اور متعدد رسائل ہیں اور اسی طرح دیدارِ الٰہی کے مدعی کی تکذیب میں حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعدد رسائل اور کثیر کلام ہے اور تمام مشائخ کا اس پر اجماع اور اتفاق ہے کہ بیشک جس شخص نے

(دنیا میں) دیدارِ الٰہی کرنے کا دعویٰ کیا، اس نے اللہ سبحانہ کو پہچانا ہی نہیں۔(اس کو معرفت الٰہی نصیب ہی نہیں ہوئی)

بیانِ فوائد:

حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی اور حضرت محدث علی قاری رحمہا اللہ تعالیٰ کی عبارات مذکورہ سے ثابت شدہ بعض فوائد:

(1) اہل سنت و جماعت کا اس پر اجماع اور اتفاق ہے کہ بجز حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کیلئے بھی دنیوی زندگی میں دیدارِ الٰہی شرعاً ممکن نہیں ہے اگرچہ عقلاً ممکن ہے

(2) قرآن وحدیث و اجماع صحابہ کرام و تابعین و دیگر سلف امت' تمام دلائل شرع سے ثابت ہے کہ مؤمنین کو دیدارِ الٰہی آخرت میں نصیب ہوگا۔

(3) علمائے شریعت کے ساتھ حضرات اولیائے کرام و مشائخ طریقت رحمہم اللہ تعالیٰ کا بھی اس امر پر اجماع اور اتفاق ہے کہ دنیا میں دیدارِ الٰہی کا دعویٰ کرنے والا شخص کذاب، گمراہ اور اللہ تعالیٰ کی معرفت سے محروم ہے۔

(4) دنیا دارِ فانی ہے اور باقی ذاتِ پاک کو دارِ فانی میں نہیں دیکھا جا سکتا۔

(5) دیدارِ الٰہی افضل ترین نعمت اور غایتِ اکرام ہے لہٰذا اس کا وقوع افضل اور لائق تر مکان میں ہوگا۔

(6) دنیا میں دیدارِ الٰہی کا وقوع ایمان بالغیب کے تقاضوں کے خلاف ہے۔

(7) اللہ تعالیٰ نے جس جہاں میں اپنے دیدارِ پاک کے وقوع کی خبر دی ہے اسی جہان میں اس کے وقوع پر ایمان لانا لازم و ضروری ہے اور اس سے تجاوز کرتے ہوئے دوسرے جہان میں بھی اس کا وقوع ماننے سے باز رہنا فرض ہے۔

(8) دنیوی زندگی میں بچشمِ سر دیدارِ الٰہی سے مشرف ہونا پوری خلائق اور تمام کائنات میں صرف اور صرف حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور یہی راجح اور مختار ہے۔ تاہم اس میں بھی علمائے اُمت میں اختلاف ہے۔

(9) دنیا میں دیدارِ الٰہی کے مدعی کی تکذیب اور تضلیل کے بیان میں حضرات اکابر مشائخِ طریقت نے مستقل کتب اور رسائل تصنیف فرمائے ہیں اور ان مشائخ میں حضرت ابوسعید خراز قدس سرہ العزیز اور حضرت جنید بغدادی قدس سرہ العزیز جیسی شخصیات بھی شامل ہیں۔

(10) دنیوی زندگی میں خواب میں دیدارِ الٰہی حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیائے کرام کو بھی نصیب ہو سکتا ہے جیسا کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہما کو مشرف فرمایا گیا

(11) حضرت امام احمد علیہ الرحمۃ نے بوقت دیدار فاضل تر عبادت کے بارے میں سوال کیا تو رب العزت نے فرمایا: تلاوتِ قرآن۔

عظیم المیہ : آج کل کچھ لوگ اصلاح اور فقر کی آڑ میں کتاب وسنت اور اجماع امت کی مخالفت کرتے ہوئے حالتِ بیداری میں دیدارِ الٰہی کے مدعی بلکہ پوری اُمت مسلمہ کے لیے اس کے عام ہونے کے مدعی ہیں جبکہ حضرات اکابر مشائخ طریقت کے ارشادات مذکورہ خوب واضح ہیں اور یہ لوگ تلاوتِ قرآن کی بجائے فاضل تر عبادت اسم اللہ کا تصور بتاتے ہیں اور تلاوتِ قرآن و باقی اَوراد و وظائف پڑھنے والے ان کے نزدیک احمق ہیں اور تصورِ اسمِ ذات ان کے نزدیک دائمی فرض ہے جس کی ادائیگی ہر حال میں ضروری ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔ اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم

حضرت امام قاضی عیاض وشیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی وعلامہ سید محمود آلوسی رحمہم اللہ تعالیٰ کی تحقیق وتصریح:

قال عیاض رؤیۃ اللہ سبحانہ و تعالیٰ جائزۃ عقلا و ثبت الاخبار الصحیحۃ المشھورۃ بوقوعھا للمؤمنین فی الآخرۃ و اما فی الدنیا فقال مالک انما لم یر سبحانہ فی الدنیا لانہ باق والباقی لا یری بالفانی فاذا کان فی الآخرۃ و رزقوا ابصارا باقیۃ رأوا الباقی بالباقی۔ قال عیاض و لیس فی ھذا الکلام استحالۃ الرؤیۃ الا من حیث القدرۃ فاذا اقدر اللہ من شاء من عبادہ علیھا لم یمتنع '

قلت و وقع فی صحیح مسلم ما یؤید ھذہ التفرقۃ فی حدیث مرفوع فیہ واعلموا انکم لن تروا ربکم حتی تموتوا و اخرجہ ابن خزیمۃ ایضا من حدیث ابی امامۃ و من حدیث عبادۃ بن الصامت فان جازت الرؤیۃ فی الدنیا عقلا فقد امتنعت سمعاً لکن من اثبتھا للنبی صلی اللہ علیہ وسلم لہ ان یقول ان المتکلم لا یدخل فی عموم کلامہ کذا قال الحافظ ' و لعل الحکمۃ فی اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بذلک ان نشأتہ صلی اللہ علیہ وسلم اکمل نشأۃ و اعدلھا صورۃ و معنی لجامعیتہ صلی اللہ علیہ وسلم للحقائق علی وجہ الاعتدال و ھی فیہ متجاذبۃ و مقتضی ذلک الثبات باذن اللہ تعالیٰ و مع ذلک فلم یقع لہ التجلی الا فی دار البقاء فاجتمع مقتضی الموطن مع مقتضی کمال اعتدال النشأۃ کذا فی روح المعانی. (فتح الملہم شرح صحیح مسلم ج۱ ص۳۳۹)

حضرت امام قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا دیدار کرنا ازروئے عقل جائز ہے اور آخرت میں مؤمنین کے لیے دیدارِ الٰہی واقع ہونے کے بیان میں احادیث صحیحہ مشہورہ ثابت ہیں اور لیکن دنیا میں دیدارِ الٰہی کے بارے میں امام دارالہجرۃ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، اس کے

سوا نہیں ہے کہ دنیا میں اللہ سبحانہ کا دیدار نہیں کیا جا سکتا اس لیے کہ بیشک اللہ تعالیٰ باقی (ازلی اور ابدی) ہے اور باقی ذاتِ پاک کو فانی آنکھ سے نہیں دیکھا جا سکتا۔ پھر جب آخر میں اہل ایمان باقی رہنے والی آنکھیں عطا کر دیئے جائیں گے تو باقی آنکھ کے ساتھ باقی (ازلی وابدی) ذاتِ پاک کا دیدار کریں گے۔

حضرت قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اس کلام میں دیدارِ الٰہی کا محال ہونا صرف قدرت کی حیثیت سے ہے پھر جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے جسے چاہے دیدار پر قادر کر دے تو دیدارِ ذات پاک ممتنع اور محال نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں صحیح مسلم میں مرفوع حدیث میں وہ امر واقع ہے جو اس تفرقہ (حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا، دیدارِ الٰہی کے بارے میں دنیا اور آخرت میں، باقی اور فانی آنکھ کے حوالہ سے فرق بیان کرنے) کی تائید کرتا ہے اس حدیث میں ہے "واعلموا انکم لن تروا ربکم حتی تموتوا" اور یقین جانو بیشک تم ہرگز اپنے رب کا دیدار نہیں کرو گے یہاں تک کہ تم وفات پا جاؤ' اس حدیث کو ابن خزیمہ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔

پھر دنیا میں دیدار الٰہی از روئے عقل، اگر جائز ہے تو از روئے شرع ضرور ممتنع اور محال ہے (دنیوی زندگی میں دیدارِ الٰہی شرعاً ناممکن اور محال ہونے کی وجہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک کے لیے شبِ اسراء اور معراج دیدارِ الٰہی ثابت ماننے پر وارد ہونے والے اشکال کا جواب دیتے ہوئے کہا) لیکن (حضرات صحابہ ومن بعدہم علمائے امت سے) جنھوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے دیدارِ الٰہی ثابت کیا ہے، وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ متکلم اپنے کلام کے عموم میں داخل نہیں ہوتا (لہٰذا حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے فرمان

مقدس ''واعلموا انکم لن تروا ربکم حتی تموتوا'' کے عموم میں داخل اور شامل نہیں ہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حکم مذکور سے مستثنیٰ ہیں) حافظ الحدیث ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ نے ایسا ہی کہا ہے۔

اور شاید کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے (دنیوی زندگی میں) دیدارِ الٰہی کے ساتھ مختص ہونے میں حکمت یہ ہے کہ بیشک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نشاۃ اکمل نشاۃ ہے اور صورت ومعنیٰ کے اعتبار سے اعدل نشاۃ ہے، اعتدال کے طریقہ پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جامع حقائق ہونے کی وجہ سے، اور وہ حقائق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں متجاذبہ ہیں اور اس کا مقتضٰی اللہ تعالیٰ کے دیدار کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا باذن اللہ تعالیٰ ثابت رہنا ہے۔ اور اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تجلی ذات واقع نہیں ہوئی مگر دارِ بقاء میں تو کمالِ اعتدالِ نشاۃ کے مقتضٰی کے ساتھ (دیدارِ الٰہی) کے موطن اور محل کا مقتضٰی (بھی) مجتمع ہو گیا۔ تفسیر روح المعانی میں اسی طرح ہے۔ (فتح الملہم)

فائدہ: بحمد اللہ تعالیٰ کلام مذکور میں حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا سب کے لیے دنیوی زندگی میں دیدارِ الٰہی کا شرعاً ناممکن اور محال ہونا ارشادات رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خوب واضح ہے اور بقیہ ارشادات علماء اعلام بھی کسی وضاحت کے محتاج نہیں ہیں اور حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ جیسی شخصیت نے دنیوی زندگی میں دیدارِ الٰہی نہ کر سکنے کی نہایت لطیف وجہ بیان فرمائی ہے۔ و للہ الحمد

باب سوم

قرآن وحدیث کی روشنی میں متکلمین کی

تحقیقات وتوضیحات مع تصریحات عارفین کاملین

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات پاک کے سوا باقی اہل ایمان کے لیے دنیوی زندگی میں حالت بیداری میں سر کی آنکھ سے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا دیدار کرنا اگرچہ عقلاً ممکن ہے لیکن شرعاً ناممکن، محال اور غیر واقع ہے اور قرآن وحدیث اور اجماع امت کی روشنی میں اس مسئلہ کا خوب واضح بیان علم کلام (علم العقائد) کی کتب میں بھی ہے اور ان کتب کا مقام اس سے ہی ظاہر ہے کہ یہ کتب بیانِ عقائد کے لئے تصنیف کی گئی ہیں اور اسی لئے حضرات محققین مفسرین ومحدثین نے بھی صراحت فرمائی ہے کہ مسئلہ دیدارِ الٰہی کی کامل واکمل تحقیق علم العقائد کی کتب میں بیان کی گئی ہے۔ اس لیے علم العقائد کی کتب سے بھی اس مسئلہ کا بیان سپرد قلم کیا جاتا ہے۔

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

امام المتکلمین حضرت علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی

رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق

آیت مذکورہ "لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ" (الانعام ۶: ۱۰۳) آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کرسکتیں اور وہ احاطہ کئے ہوئے ہے سب آنکھوں کا اور وہی لطیف وخبیر ہے، دیدارِ الٰہی کے منکرین نے مطلقاً دیدارِ

الٰہی ناممکن اور محال ہونے پر مذکورہ آیت سے استدلال کیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ آیت مذکورہ میں ادراک بمعنی رؤیت مطلقہ (مطلقاً دیکھنا) ہے اور "لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ" کا معنی ہے: آنکھیں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتیں۔ لہٰذا دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا دیدار کرنا ناممکن اور محال ہے۔

آیت مذکورہ سے منکرین رؤیت باری تعالیٰ کے استدلال کے جوابات:

حضرت علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے استدلال مذکور کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

الجواب : اولا انه لو سلم عموم الابصار و کون الکلام لعموم السلب لکن لا نسلم عمومه فی الاوقات و الاحوال فیحمل علی نفی الرؤیة فی الدنیا جمعا بین الادلة (الی ان قال) ثانیا انا لا نسلم ان الادراک بالبصر هو الرؤیة او لازم لها بل هو رؤیة مخصوصة و هو ان یکون علی وجه الاحاطة بجوانب المرئی. (شرح المقاصد ج ۲ ص ۱۲۰۔۱۲۱)

پہلا جواب یہ ہے کہ ابصار کا عموم اگر تسلیم کر لیا جائے اور کلام کا عموم سلب کے لیے ہونا بھی تسلیم کر لیا جائے لیکن اوقات و احوال میں اس کا عموم ہم تسلیم نہیں کرتے پھر آخرت میں اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا دیدار ثابت کرنے والے دلائل اور آیت مذکورہ کے درمیان توفیق و تطبیق کے لیے (لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ) کو دنیا میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کی نفی اور اس کے واقع نہ ہونے پر محمول کیا جائے گا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ بیشک ہم تسلیم نہیں کرتے کہ آنکھ کے ساتھ ادراک، رؤیت مطلقہ (مطلقاً دیکھنا) یا اس کا لازم ہے بلکہ وہ رؤیت مخصوصہ ہے اور وہ ایسا دیکھنا جس میں دیکھی جانے والی چیز کی تمام جوانب واطراف کو گھیر لیا جائے۔

خلاصہ جوابات:

اہل سنت و جماعت کی طرف سے علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پہلے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ علیٰ سبیل التنزل اگر ادراک بمعنی رؤیت مطلقہ ہونا ہم تسلیم کرلیں اور ابصار کا عموم اور کلام (لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ) کا عمومِ سلب کے لیے ہونا بھی مان لیں تو ادراک اور رؤیت کی سلب کا تمام اوقات و احوال میں عموم ہرگز قابل تسلیم نہیں ہے کیونکہ "لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ" اس تفسیر پر اصدق الصادقین اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اس امر کی خبر ہے کہ آنکھیں اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں کرسکتیں جبکہ دوسری آیات مقدسہ میں حضرات مؤمنین کا آخرت میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے دیدارِ پاک سے مشرف فرمایا جانا ثابت ہے اور کلام باری تعالیٰ تضاد و تناقض سے منزہ اور مبرا ہے لہٰذا "لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ" کو دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیدار واقع نہ ہونے اور اس کی نفی پر محمول کرنا لازم اور ضروری ہے تاکہ دلائل شرعیہ میں توفیق و تطبیق ہوجائے۔

دوسرے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ ادراک کا معنی رؤیت مطلقہ نہیں ہے بلکہ رؤیت مخصوصہ ہے یعنی ایسا دیکھنا کہ جس میں دیکھی جانے والی چیز کی تمام اطراف و جوانب کو گھیر لیا جائے، تو آیت مذکورہ میں "لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ" کا معنی یہ ہوا کہ آنکھیں اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا احاطہ نہیں کرسکتیں۔ اور بلاشبہ یہ حق ہے کیونکہ احاطہ تو محدود چیز کا کیا جاتا ہے جبکہ ذات باری تعالیٰ حدود کی قیود سے منزہ اور مبرا ہے لہٰذا اس کا احاطہ ناممکن اور محال ہے۔

نیز احاطہ، اطراف و جوانب و حدود والی چیز کا ہوتا ہے اور اطراف و حدود تو ممکنات و محدثات کی ہوتی ہیں جبکہ ذات باری تعالیٰ واجب الوجود اور قدیم ہے۔ لہٰذا اللہ

تعالیٰ کا ایسا دیدار جس میں ذاتِ پاک کا احاطہ نہ ہو اس کی نفی آیت مذکورہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتی' اور مطلقاً دیدارِ الٰہی محال اور ناممکن ہونے پر اس آیت سے استدلال ہرگز درست نہیں ہے کیونکہ ادراک بالبصر (آنکھ کے ساتھ ادراک) کا رؤیت مطلقہ یا اس کا لازم ہونا ہم تسلیم ہی نہیں کرتے اور نہ ہی الابصار کا عموم (دنیا اور آخرت والی تمام آنکھیں مراد ہونا) تسلیم کرتے ہیں اور نہ ہی ''لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ'' کا عموم سلب (دنیا اور آخرت میں دیدارِ الٰہی کی نفی) کے لیے ہونا مسلم ہے' لہٰذا آخرت میں تمام مؤمنین کا اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا احاطہ کئے بغیر (کیونکہ اس کا احاطہ ناممکن و محال ہے کہ وہ ذات پاک محاط ہونے سے منزہ اور مبرا ہے) اس کے دیدارِ پاک سے مشرف ہونا (اور ایسے ہی شبِ معراج حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شرفِ دیدارِ الٰہی سے مشرف فرمایا جانا، از راقم الحروف) اس آیت مبارکہ کے منافی نہیں ہے

نتیجۂ کلام:

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

کلام باری تعالیٰ ''لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ'' ایک تفسیر کے مطابق دنیا میں اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا دیدار واقع نہ ہونے کی خبر ہے جس کا خلافِ واقع اور کاذب ہونا ناممکن اور محال ہے تو اس سے خوب واضح ہے کہ دنیا میں دیدارِ الٰہی کا حصول اور وقوع بلاشبہ شرعاً ناممکن اور محال ہے البتہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک اس حکم سے مستثنیٰ ہے کیونکہ حضرات صحابہ و من بعد ہم کثیر علمائے امت کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شبِ معراج دیدارِ الٰہی سے مشرف فرمایا جانا دلیل شرعی سے ثابت ہے۔

تنبیہ:

نہایت ہی افسوس کا مقام ہے کہ متکلمین حضرات تو قرآن کریم سے ثابت کر رہے

ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا سب کے لئے دنیوی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا دیدار شرعاً ناممکن اور محال ہے جبکہ ''اصلاحی جماعت'' تمام امت مسلمہ کے لیے دیدارِ الٰہی کی کھلی چھٹی ہونے کی دعویدار ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعو ن

دوسری آیت سے منکرین رؤیت باری تعالیٰ کے استدلال کا جواب

مطلقاً دیدار الٰہی کے منکرین نے اپنے موقف اور نظریہ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے دیدارِ الٰہی کے سوال کے جواب میں، کلام باری تعالیٰ ''لَنْ تَرَانِي'' کو بطور دلیل پیش کیا ہے اور کہا ہے کہ لفظ ''لَنْ'' نفی کی تاکید اور تابید کے لیے ہے یعنی تم مجھے کبھی نہیں دیکھ سکتے۔

علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اہل حق کی طرف سے اس کے جواب میں فرمایا:

والجواب ان کون کلمۃ لن للتابید لم یثبت ممن یوثق بہ من ائمۃ اللغۃ (الی ان قال) لکن لا نسلم دلالۃ الکلام علی عموم الاوقات لا نصا و لا ظاھرا و لو سلم الظھور فلا عبرۃ بہ فی العلمیات سیما مع ظھور قرینۃ الخلاف و ھو وقوعہ جوابا لسوال الرؤیۃ فی الدنیا علی انہ لو صرح بالعموم وجب الحمل علی الرؤیۃ فی الدنیا توفیقا بین الادلۃ (شرح المقاصد ۲:۱۲۲)

اور جواب یہ ہے (کہ کلمہ 'لن' نفی کی تاکید کے لیے تو ہے لیکن) کلمہ ''لَنْ'' کا تابید کے لیے ہونا قابل وثوق واعتماد ائمہ لغت سے ثابت نہیں ہے (تا) کلام (لَنْ تَرَانِي) کی عمومِ اوقات پر نہ نصاً دلالت ہم تسلیم کرتے ہیں اور نہ ہی ظاہراً۔ اور اگر (لَنْ تَرَانِي کا عموم اوقات پر دلالت میں ظاہر ہونا تسلیم کرلیا جائے تو علمیات اور یقینیات میں ظاہر کا اعتبار نہیں ہے خصوصاً جبکہ خلاف ظاہر پر قرینہ بھی نمایاں اور واضح ہے اور وہ ''لَنْ تَرَانِي'' کا دنیا میں دیدارِ الٰہی کے سوال کے جواب میں واقع ہونا ہے۔ علاوہ ازیں بلاشبہ اگر جواب

میں عموم کی تصریح کر دی جاتی تو بھی نفی رؤیت اور آخرت میں اثبات رؤیت باری تعالیٰ کے دلائل شرع کے درمیان توفیق اور تطبیق کے لیے' جواب کو دنیا میں رؤیت اور دیدار الٰہی کی نفی پر محمول کرنا لازم اور ضروری ہوتا۔

نتیجۂ کلام:

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق میں "لَنْ تَرَانِي" دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رؤیت اور دیدار کی نفی پر محمول ہے اور یہ امر قطعی اور یقینی ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام صلاحیت اور استعداد میں دوسرے تمام انسانوں سے اعلیٰ اور اکمل ہیں تو غیر انبیاء اور عام افرادِ اُمت مسلمہ میں یہ استعداد اور صلاحیت کب ہو سکتی ہے کہ وہ دنیا میں سر کی آنکھ سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کر سکیں۔ جبکہ اصلاحی جماعت دیدارِ الٰہی کی استعداد و صلاحیت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا تمام انبیاء کرام و مرسلین عظام علیہم الصلوٰات والتسلیمات سے اُمت مسلمہ کے تمام افراد کو اعلیٰ اور اکمل بتاتی ہے اور اسی لیے امت مسلمہ کے لیے دیدارِ الٰہی کا عام ہونا مانتی ہے۔ لا حول و لا قوۃ الا باللہ

نیز شرح المقاصد کی عبارت مذکورہ سے اس قول کا باطل اور مردود ہونا بھی واضح ہو گیا کہ صعق سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیدارِ الٰہی عطا کر دیا گیا تھا' اس کی تفصیل ان شاء اللہ ازالہ شبہات کے باب میں آئے گی۔

"تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ" کا معنی:

حضرت علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حکایۃً کلام باری تعالیٰ "تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ" کا معنی بیان فرماتے ہوئے

رقم طراز ہیں:

و قوله تعالیٰ حکایۃ عن موسیٰ علیہ السلام "تُبْتُ اِلَیْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ"، فمعناه التوبة من الجرأة و الاقدام علی السؤال بدون الاذن او عن طلب الرؤیة فی الدنیا و معنی الایمان التصدیق بانه لا یری فی الدنیا و ان کانت ممکنة۔ (شرح المقاصد ج۲ ص ۱۲۳)

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حکایۃً اللہ تعالیٰ کا قول "تُبْتُ اِلَیْكَ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ" کا معنیٰ ہے: اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر اس کے دیدارِ پاک کے سوال پر جرأت اور اقدام سے توبہ۔ یا اس کا معنیٰ ہے: دنیا میں دیدارِ الٰہی کی طلب سے توبہ اور (اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ میں) ایمان کا معنیٰ ہے اس امر کی تصدیق کرنا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا دیدار دنیا میں نہیں کیا جا سکتا اگرچہ (عقلاً) ممکن ہے (لیکن شرعاً ناممکن اور محال ہے)۔

ضروری تنبیہ:

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا اس پر ایمان ہے
کہ عالم دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں کیا جا سکتا

کلام مذکور کی روشنی میں قرآن کریم سے ثابت ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس پر ایمان رکھتے تھے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا دیدار نہیں کیا جا سکتا اور یہ امر قطعی اور یقینی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے بارے میں خلافِ واقع کسی امر پر ایمان ہونا شرعاً و عقلاً ناممکن اور محال ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے بارے میں العیاذ باللہ، عظیم رسول کی طرف جہل اور بے خبری کی نسبت لازم آئے گی۔

اور یہ بات بھی خوب ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح دوسرے انبیاء کرام و رسل عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک کے بارے میں یہی ایمان

رکھتے ہیں کیونکہ اصول دین اور ایمانیات میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے درمیان اختلاف ہرگز نہیں ہے۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شبِ معراج دیدارِ الٰہی سے مشرف فرمایا جانا درحقیقت عالم دنیا میں نہ تھا جیسا کہ علمائے اعلام کی تصریحات گزر چکی ہیں۔ لہٰذا اس کا حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے ایمان اور عقیدہ مذکورہ کے خلاف ہونا لازم نہیں آتا۔

اس سے روز روشن کی طرح عیاں ہوا کہ دنیا میں دیدارِ الٰہی کے عام ہونے کا نظریہ اور عقیدہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے ایمان اور عقیدہ کے خلاف ہونے کی وجہ سراسر ضلالت اور گمراہی ہے۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ عن الضلالۃ و ثبتنا علی عقائد الانبیاء والمرسلین علیہم الصلوات والتسلیمات و رزقنا حسن الخاتمۃ۔

تیسری آیت مبارکہ سے منکرین دیدار الٰہی کے استدلال کا جواب

کلام باری تعالیٰ: "وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ"۔ (شوریٰ ۴۲:۵۱)

اور کسی بشر کے لائق نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر وحی سے یا پردے کے پیچھے سے یا بھیج دے کوئی فرشتہ کہ وہ اس کے حکم سے پہنچا دے جو کچھ اللہ تعالیٰ چاہے بیشک وہ بہت بلندی والا بڑی حکمت والا ہے۔ (سورۂ شوریٰ)

معتزلہ وغیرہ نے دنیا اور آخرت میں دیدارِ الٰہی ناممکن اور محال ہونے پر مذکورہ آیت سے استدلال کیا ہے تو علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا:

والجواب منع ذلک (الی ان قال) و لو سلم دلالتها علی نفی الرؤیۃ و نزولها فی ذلک فیحمل علی الرؤیۃ فی الدنیا جمعاً بین الادلۃ. (شرح المقاصد ج ۲ ص ۱۲۲-۱۲۳)

اور جواب یہ ہے کہ رؤیت اور دیدارِ الٰہی کی نفی پر آیت مذکورہ کی دلالت ممنوع ہے کیونکہ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے کسی بشر سے کلام فرمانے کی صورتوں کا بیان ہے یعنی کسی بشر کو اللہ تعالیٰ سے بلا حجاب ہم کلامی نصیب نہیں ہو سکتی، یوں نہیں ہو سکتا کہ شرفِ دیدار اور شرفِ کلام دونوں سے بیک وقت نوازا جائے۔ اور آیت مذکورہ میں ایسے دیدارِ الٰہی کی نفی نہیں ہے جس دیدار کے وقت شرفِ کلام سے نہ نوازا جا رہا ہو، اور اہل سنت و جماعت کا نظریہ اور عقیدہ بھی یہی ہے کہ دنیا میں بلا حجاب شرف کلام حاصل نہیں ہوتا۔

(تا) اور اگر آیت مذکورہ کی دلالت دیدارِ الٰہی کی نفی پر تسلیم کر لی جائے اور اس کا نزول اس بارے میں مان لیا جائے تو پھر (دیگر نصوص قرآنیہ سے آخرت میں اہل ایمان کا اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف فرمایا جانا ثابت ہے اور قرآن کریم میں درحقیقت مضامین میں تضاد و تناقض نہیں ہے لہٰذا دیدارِ الٰہی کے اثبات اور نفی کے) دلائل کے درمیان تطبیق و توفیق کے لیے (لازم اور ضروری ہے کہ) یہ آیت مبارکہ صرف دنیا میں دیدارِ الٰہی کی نفی پر محمول کی جائے گی۔

تنبیہ:

معتزلہ و دیگر مبتدعہ کے رد میں اہل سنت و جماعت کی طرف سے جوابات میں ایک جواب میں علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آیت مذکورہ سے دیدارِ الٰہی کا ناممکن اور محال ہونا اگر تسلیم کر لیا جائے تو اس آیت سے صرف دنیا میں دیدارِ الٰہی کی نفی اور اس کا ناممکن ہونا ثابت ہوتا ہے اور یہی اہل حق کا نظریہ اور عقیدہ ہے۔

امام قاضی عضدالدین عبدالرحمن بن احمد اور محقق سید شریف علی بن محمد جرجانی رحمہما اللہ تعالیٰ کی تحقیق

دیدارِ الٰہی کا محل:

المقام الثانی فی وقوع الرؤیۃ ان المؤمنین سیرون ربھم یوم القیامۃ ای فی الدار الآخرۃ۔ (مواقف وشرح المواقف ۱۲۹:۸) (تفسیر شارح سے ہے اور باقی مواقف کی عبارت ہے)

مقام ثانی، اللہ تعالیٰ کی رؤیت اور دیدار کے واقع ہونے کے بیان میں ہے بیشک مؤمنین عنقریب قیامت کے دن اپنے رب کا دیدار کریں گے یعنی دار آخرت میں۔

ضروری تنبیہ:

مقام غور وفکر ہے کہ عبارتِ مذکورہ میں اہل سنت کا عقیدہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ مؤمنین کو آخرت میں دیدارِ الٰہی نصیب ہوگا۔ جب یہ مقام، دیدارِ الٰہی کے وقوع کے بیان میں عقیدۂ اہل سنت کی وضاحت کے لئے ہے تو اب اگر دیدارِ الٰہی کا وقوع دنیا میں ہی تمام امت مسلمہ کے لیے عام ہو چکا ہے پھر تو (ان المؤمنین سیرون ربھم یوم القیامۃ) ای فی الدار الآخرۃ، بیشک مؤمنین روز قیامت یعنی دار آخرت میں اپنے رب کا دیدار کریں گے، میں دیدارِ الٰہی کے لیے قیامت کے دن اور تفسیر میں دار آخرت کی تخصیص وتعیین کی ضرورت ہی نہ تھی بلکہ امت مسلمہ کے لیے دنیا میں دیدارِ الٰہی کی نعمت عظمیٰ کا عام ہونا بیان کرنا چاہیے تھا، دار آخرت تک انتظار میں رکھنا بے معنی ہے۔ حالانکہ ایسا ہرگز نہیں کیا گیا جس سے واضح ہوا کہ اس نظریہ کا عقیدۂ اہل سنت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

"لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ" سے دیدارِ الٰہی کے منکرین کا استدلال

دنیا اور آخرت میں دیدارِ الٰہی کے منکرین نے قول باری تعالیٰ "لَا تُدْرِکُہُ
الْاَبْصَار" سے دو وجہ سے استدلال کیا ہے۔ پہلی وجہِ استدلال یہ ہے کہ ادراک جو اَبصار
آنکھوں) کی طرف مضاف ہے وہ رؤیت اور دیکھنے کے معنی میں ہے یا رؤیت اور
دراک متلازمان ہیں تو ایک کی نفی اور دوسرے کا اثبات صحیح نہیں ہے اور آیت مذکورہ نے سر
کی آنکھوں سے ذاتِ حق کو دیکھنے کی نفی کی ہے اور وہ نفی تمام اوقات میں تمام آنکھوں کو
شامل ہے لہٰذا کوئی آنکھ دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتی۔

استدلال مذکور کے جوابات اور عقیدۂ اہل حق:

علامہ قاضی عضدالدین اور محقق شریف جرجانی رحمہما اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ
سے منکرین کے استدلال کے جوابات میں پہلی وجہِ استدلال کے بھی متعدد جوابات دیئے
ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

والجواب اما عن الوجہ الاول فی الاستدلال بالآیۃ فمن وجوہ الاول ان
الادراک ھو الرؤیۃ علی نعت الاحاطۃ بجوانب المرئی اذ حقیقتہ النیل و الوصول (الی ان
قال) (ثم نقل الی) الرؤیۃ (المحیطۃ) لکونھا اقرب الی تلک الحقیقۃ (والرؤیۃ المتکیفۃ) بکیفیۃ
الاحاطۃ (اخص) مطلقا (من) الرؤیۃ (المطلقۃ فلا یلزم من نفیھا) ای نفی المحیطۃ عن
الباری سبحانہ و تعالیٰ لامتناع الاحاطۃ (نفیھا) ای نفی المطلقۃ عنہ(الی ان قال)(الثالث)
من تلک الوجوہ (انھا) ای الآیۃ (و ان عمت فی الا شخاص) باستغراق اللام (فانھا
لا تعم فی الازمان) فانھا سالبۃ مطلقۃ لا دائمۃ (و نحن نقول بموجبہ حیث لا یری فی الدنیا)

(مواقف مع شرحہ ج ۸ ص ۱۴۱۔۱۴۰)

اورآیت مذکورہ (لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ الآیۃ) سے استدلال کی وجہِ اول کا جواب متعدد وجوہ سے ہے۔ پہلا جواب یہ ہے کہ بیشک ادراک، وہ ایسا دیکھنا ہے جس میں دیکھی گئی چیز کی تمام جوانب واطراف کو گھیر لیا جائے۔ اس لیے کہ ادراک کی حقیقت نَیل اور وصول (پالینا اور پہنچنا) ہے (تا) پھر رؤیت محیطہ کی طرف نقل کیا گیا ہے' رؤیت محیطہ کے اس حقیقت کی طرف بہت قریب ہونے کی وجہ سے' اور وہ رؤیت جو کیفیتِ احاطہ کے ساتھ متکیف ہے، رؤیت مطلقہ سے مطلقاً اخص ہے تو باری سبحانہ وتعالیٰ سے رؤیت محیطہ کی نفی سے رؤیت مطلقہ کی نفی لازم نہیں آتی۔

(اور اہل حق آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رؤیت مطلقہ کے وقوع کا عقیدہ اور نظریہ رکھتے ہیں نہ کہ رؤیت محیطہ کا۔ لہٰذا آخرت میں دیدارِ الٰہی کی نفی پر اس آیت سے استدلال ہرگز درست نہیں ہے، از راقم الحروف)

(تا) تیسرا جواب یہ ہے کہ بیشک یہ آیت (لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ الآیۃ) (الابصار کی) لام کے استغراق کے سبب، اگرچہ اشخاص میں عام ہے تو بیشک وہ زمانوں میں عام نہیں ہے اس لیے کہ "لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ" سالبہ مطلقہ ہے' دائمہ نہیں ہے اور ہم اس کے موجب اور حکم کے قائل ہیں کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں کیا جا سکتا۔

نتیجۂ کلام:

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ سے ثابت ہے کہ عالم دنیا میں دیدارِ الٰہی واقع نہیں ہے

مواقف اور شرح مواقف میں ذات حق تعالیٰ کی رؤیتِ محیطہ ناممکن اور محال ہونے کی وجہ سے رؤیت مطلقہ کی نفی اور سلب پر "لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ" سے منکرین کے استدلال کا باطل ہونا بیان کیا ہے اور رؤیت مطلقہ (ذات حق کا احاطہ کئے بغیر دیدارِ الٰہی)

تحقق اور وقوع دارآخرت میں بتایا ہے اور نص قرآنی ''لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ'' سے ثابت شدہ عقیدہ اہل سنت و جماعت یہ بیان کیا ہے کہ ہم اہل سنت و جماعت ''لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ'' کے موجب اور حکم کے قائل ہیں اور اس کی رو سے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا دیدار نہیں کیا جاسکتا۔ و للہ الحمد فی الاولیٰ و الآخرۃ

امام المتکلمین حضرت علامہ عبدالعزیز بن احمد پرہاروی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق

شرح عقائد کی عبارت:

اختلف الصحابۃ فی ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ھل رای ربہ لیلۃ المعراج ام لا ؟ الخ

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس امر میں اختلاف کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معراج کی رات اپنے رب کریم جل وعلا کا دیدار کیا ہے یا نہیں؟

کے تحت رقم طراز ہیں:

و لکن عدم وقوعھا لغیر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثابت باجماع المتکلمین والمحدثین والفقھاء والصوفیۃ و قالوا من ادعیھا و ھو زندیق و ما یشاھدہ الصوفیۃ من التجلیات مشاھدۃ روحانیۃ لا بصریۃ ۔ (النبراس شرح شرح العقائد ص ۲۶۰)

لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی کیلئے دنیوی حیات اور زندگی میں اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا دیدار واقع نہ ہونا باجماع متکلمین ومحدثین وفقہاء اور صوفیاء رحمہم اللہ تعالیٰ ثابت ہے اور ان تمام حضرات نے فرمایا ہے جس شخص نے دنیوی زندگی میں حالتِ بیداری میں سر کی آنکھ سے دیدارِ الٰہی کرنے کا دعویٰ کیا ہے (اور اپنے اس قول کی کوئی صحیح تاویل نہ کرے اور نہ ہی شرعاً معتبر کسی تاویل کو قبول کرے) تو وہ زندیق ہے اور حضرات صوفیاء

کرام جن تجلیات کا مشاہدہ کرتے ہیں وہ مشاہدہ روحانیہ ہے، بصریہ (سر کی آنکھ سے) نہیں ہے۔

ضروری تنبیہ:

مسئلۂ دیدارِ الٰہی میں عبارت مذکورہ کسی مزید وضاحت کی محتاج نہیں ہے تعجب اور افسوس اس پر ہے کہ علمائے اعلام کی ایسی تصریحات کے باوجود امت مسلمہ کے لیے دیدار الٰہی عام ہونے کا دعویٰ کیا جارہا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون اللھم اھدنا الصراط المستقیم

عمدۃ المتکلمین حضرت علامہ فضل الرسول بدایونی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق

انہ تعالیٰ مرئی بالابصار فی دار القرار (الی ان قال) و لا خلاف عندنا انہ تعالیٰ یری ذاتہ المقدسۃ و ان رؤیتنا لہ سبحانہ جائزۃ عقلا فی الدنیا والآخرۃ والمعتزلۃ حکموا بامتناع رؤیتہ تعالیٰ عقلا لذی الحواس واختلفوا فی رؤیتہ لذاتہ واتفقوا اھل السنۃ علی وقوعھا فی الآخرۃ و اختلفوا فی وقوعھا فی الدنیا قال صاحب الکنز قد صح وقوعھا لہ صلی اللہ علیہ وسلم و ھذا قول جمھور اہل السنۃ و ھو الصحیح (الی ان قال) و کذا اختلف لموسیٰ علیہ السلام والاصح الذی علیہ الجمھور انہ لم یرہ سبحانہ ھذا و لم یروا فی غیرھما شیٔ اصلا و ارجح قولی الاشعری منع الوقوع للعارف الولی و ھو اوفق بالحدیث "واعلموا انکم لن تروا ربکم حتی تموتوا" و ھذا قول الجمھور من العلماء والاولیاء و لذا لما اتی سلطان العارفین سیدنا عبدالقادر الجیلانی قدس سرہ بفقیر یزعم انہ یری اللہ بعینہ فقال احق ما قیل فیک فاعترف فزجرہ و ھددہ ان فاہ بذلک ثم قال لحاضریہ ھو محق فی قولہ ملبس علیہ فانہ شاہد ببصیرتہ نور الجمال فظن ان بصرہ رای ما شاھدت بصیرتہ و لیس کذلک بل بصرہ رای نور بصیرتہ فقط والمراد بالرؤیۃ الواقعۃ فی کلام السادۃ الرؤیۃ القلبیۃ المسماۃ بمقام

الشہود ای دوام استحضار اتصافہ تعالیٰ بصفات جلالہ و نعوت کمالہ فحیث اطلقوا الرؤیۃ والمشاھدۃ مرادھم ذلک لا الرؤیۃ بالبصر کذا فی الکنز و کفروا مدعی الرؤیۃ کما ان القاری فی ذیل قول القاضی و کذلک من ادعی مجالسۃ اللہ تعالیٰ والعروج الیہ و مکالمتہ قال و کذا من ادعی رؤیتہ سبحانہ فی الدنیا بعینہ کما بینتہ فی شرح الفقہ الاکبر۔

(المعتقد المنتقد ص۵۹۔۶۰۔۶۱)

بیشک اللہ تعالیٰ کا دیدار، سر کی آنکھ کے ساتھ، دار القرار میں کیا جائے گا اور ہمارے نزدیک اس امر میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات مقدسہ کو دیکھتا ہے اور تحقیق اللہ سبحانہ کی ذات پاک کے دیدار سے ہمارا (اہل ایمان کا) دنیا اور آخرت میں مشرف ہونا از روئے عقل جائز ہے (اور دنیوی زندگی میں بجز حضور سید المرسلین ﷺ کے باقی تمام کے لیے شرعاً ناممکن اور محال ہے، از راقم الحروف) اور معتزلہ نے اللہ تعالیٰ کا دیدار حواس والے کے لیے از روئے عقل ناممکن اور محال قرار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اپنی ذات مقدسہ کو دیکھنے کے بارے میں ان کا باہمی اختلاف ہے اور اہل سنت، آخرت میں دیدارِ الٰہی واقع ہونے پر متفق ہیں اور دنیا میں دیدارِ الٰہی واقع ہونے میں اہل سنت کے درمیان اختلاف ہے۔ صاحب کنز نے کہا ہے حضور نبی مکرم ﷺ کی ذات پاک کیلئے دیدارِ ذات حق کا وقوع ضرور پایہ صحت کو پہنچا ہوا ہے اور یہ جمہور اہل سنت کا نظریہ ہے اور یہی صحیح ہے۔

(تا) اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے اور اصح وہی ہے جس نظریہ پر جمہور ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سبحانہ کا دیدار نہیں کیا' اس تحقیق کو اخذ کر لیجئے۔ اور حضور نبی مکرم ﷺ و حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کسی کے بارے میں دیدارِ الٰہی کے حوالہ سے بالکل کچھ بھی مروی نہیں ہے اور حضرت شیخ ابوالحسن

اشعری علیہ الرحمۃ کے دو قولوں سے راجح ترین قول یہی ہے کہ عارف ولی کے لیے دنیا میں دیدارِ الٰہی کا وقوع (شرعاً) ممنوع ہے۔ اور یہ قول، حدیث شریف "واعلموا انکم لن تروا ربکم حتی تموتوا" اور یقین جانو کہ بیشک تم اپنے رب کا دیدار ہرگز نہ کرو گے یہاں تک کہ تم وفات پا جاؤ' کے خوب موافق ہے اور یہی جمہور علماء اور اولیاء کا نظریہ اور عقیدہ ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ حضرت سلطان العارفین سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے پاس جب ایک فقیر کو لایا گیا جو دعویٰ کرتا تھا کہ وہ اپنے سر کی آنکھ سے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا دیدار کرتا ہے تو آپ نے فرمایا: کیا وہ بات سچی ہے جو تیرے بارے میں کہی گئی ہے (یعنی واقعی تو نے دیدارِ الٰہی کرنے کا دعویٰ کیا ہے؟) تو اس نے اعتراف کیا کہ آپ کو میرے بارے میں جو اطلاع ملی ہے وہ بات میں نے کہی ہے، تو آپ نے اسے جھڑکا اور ڈرایا دھمکایا اور فرمایا: کہاں اس کا منہ اور کہاں اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا دیدار، پھر اپنے حاضرین سے فرمایا: یہ شخص (اپنے زعم اور گمان میں) اپنے قول میں امرِ واقعی بیان کر رہا ہے' درحقیقت اس پر معاملہ مشتبہ ہو گیا ہے اس لیے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے نورِ جمال کا مشاہدہ تو اپنی بصیرت کے ساتھ کیا ہے تو اس کو گمان ہوا ہے کہ اس کی سر کی آنکھ نے وہی کچھ دیکھا ہے جس کا مشاہدہ اس کی بصیرت نے کیا ہے حالانکہ درحقیقت ایسا نہیں ہے بلکہ اس کی سر کی آنکھ نے فقط اس کی بصیرت کا نور دیکھا ہے۔

اور حضرات ساداتِ صوفیہ کے کلام میں لفظ رؤیت جو واقع ہے اس سے مراد رؤیتِ قلبیہ (قلبی دیدار، بصیرت کے ساتھ دیکھنا) ہے جس کا نام مقامِ شہود رکھا گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے اپنی صفاتِ جلال اور نعوتِ کمال کے ساتھ اتصاف کے استحضار کا دوام تو حضرات ساداتِ صوفیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے جہاں رؤیت اور مشاہدہ کا لفظ بولا ہے تو

اس سے ان کی مراد یہی رؤیت قلبیہ ہے، سر کی آنکھ سے دیکھنا مراد نہیں ہے۔ کنز میں ایسا ہی ہے۔

اور علمائے اعلام واسلاف کرام نے دنیوی زندگی میں دیدارِ الٰہی کے مدعی کی تکفیر کی ہے جیسا کہ محدث علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے قاضی کے قول ''و کذلک الخ'' ترجمہ: اور اسی طرح (علمائے اعلام واسلاف کرام نے اس شخص کی تکفیر کی ہے) جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہم نشینی اور اس کی طرف عروج اور اس ذات پاک کے ساتھ ہم کلام ہونے کا دعویٰ کیا'' کے تحت فرمایا: اسی طرح جس شخص نے دنیا میں اپنے سر کی آنکھ سے اللہ سبحانہ تعالیٰ کا دیدار کرنے کا دعویٰ کیا (اور اپنے کلام کی صحیح اور شرعاً معتبر تاویل نہ کی اور نہ ہی ایسی تاویل کو قبول کیا تو علمائے اعلام واسلاف کرام نے اس کی بھی تکفیر کی ہے) جیسا کہ ''شرح الفقہ الاکبر'' میں میں نے اسے بیان کیا ہے۔

عبارت مذکورہ پر اشکال اور اس کا جواب

اشکال:

مسئلہ دیدارِ الٰہی کے بیان میں عبارت مذکورہ اور دوسرے اکثر علمائے اعلام کی تصریحات میں دو جگہ اختلاف ہے:

(الف) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے دیدارِ الٰہی کے بارے میں لکھا ہے:

والاصح الذی علیہ الجمھور انہ لم یرہ سبحانہ ۔

اور اصح وہی نظریہ ہے جس پہ جمہور ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سبحانہ تعالیٰ کا دیدار نہیں کیا۔

(ب) عارف کے لیے دیدارِ الٰہی کا وقوع شرعاً ممنوع اور ناممکن ہونے کے

بارے میں لکھا ہے:

و هذا قول الجمهور من العلماء والاولياء۔

اور ولی عارف کے لیے دنیوی زندگی میں دیدارِ الٰہی کا وقوع شرعاً ممنوع ہونے کا نظریہ جمہور علمائے کرام اور اولیائے عظام کا ہے جبکہ دیگر کثیر کتب عقائد وغیرہا میں دونوں اُمور میں نظریہ مذکورہ کو فقط قول جمہور نہیں بلکہ اجماعی مسئلہ قرار دیا ہے جیسا کہ علمائے اعلام کی متعدد تصریحات گزر چکی ہے۔

جواب بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

بیان مسئلہ میں یہ صرف تعبیر اور عنوان میں اختلاف ہے نفس مسئلہ میں اختلاف ہرگز نہیں ہے۔ اور حضرات علمائے اعلام کے بیانات میں توفیق اور تطبیق کے بیان سے پہلے اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ مسئلہ دیدارِ الٰہی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق میں "لَن تَرَانِي" یعنی دنیا میں تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے اور دیگر نصوص قرآنیہ اور فرمانِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم "واعلموا انكم لن تروا ربكم حتى تموتوا" اور اس مضمون کی دیگر احادیث مبارکہ کے پیش نظر اس مسئلہ میں صدیوں تک ایک ہی نظریہ اور عقیدہ پر اجماع اور اتفاق تھا اور بعد میں جس شخص نے اس کے خلاف قول کیا تو یہ شخص در حقیقت مخالفتِ نصوص و اجماع کا مرتکب ہوا اور اس کا قول خلافِ نصوص و اجماع ہونے کی وجہ سے مردود اور باطل ہوا۔

اب اختلاف تعبیر کا سبب اور بیانات میں توفیق و تطبیق واضح ہے وہ اس طرح کہ مخالفِ اجماع قول کے معرض وجود میں آنے کے بعد کے علمائے اعلام میں مسئلہ دیدارِ الٰہی کے بیان میں اختلاف تعبیر کا سبب یہ ہے کہ جن علمائے کرام نے مخالفِ اجماع قول کے معرض وجود میں آنے سے پہلے والے اجماع کو ملحوظ رکھا اور خلافِ اجماع قول کو بالکل باطل

ومردود ہونے کی وجہ سے نظر انداز کردیا ان علمائے اعلام اور ائمہ کرام نے اس مسئلہ کو اجماعی لکھا ہے اور جن علمائے اعلام نے خلاف اجماع قول کو بایں طور ملحوظ رکھا کہ اس مسئلہ میں یہ دوسرا قول ہے (اگرچہ خلاف اجماع ہونے کی وجہ سے باطل اور مردود ہے) لہٰذا مسئلہ مذکورہ میں دو قول ہوئے تو بیانِ مسئلہ میں پہلے قول کے قائلین کو جمہور اور ان کے قول کو قول جمہور قرار دیدیا اگرچہ فی الوقع وہ اجماع متقدم ہے۔

حاصل کلام یہ ہے مسئلہ دیدارِ الٰہی میں حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کے لیے بھی دنیوی زندگی میں وقوع دیدار کا قول دونوں فریقین (عدم وقوع کو اجماعی مسئلہ قرار دینے والے اور قولِ جمہور قرار دینے والے) باطل اور مردود ہی سمجھتے ہیں کیونکہ فی الواقع یہ قول خلاف اجماع ہے۔ چنانچہ بے شمار علمائے امت نے مسئلہ دیدارِ الٰہی بیان کیا ہے لیکن صرف حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت وقوع دیدارِ الٰہی میں اختلاف ذکر کیا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کا نام ونشان تک نہیں بتایا جبکہ بعض حضرات نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نسبت بھی اختلاف ذکر کردیا ہے جیسا کہ حضرت مصنف علام اور صاحب روح المعانی، تو فریقین کے بیان میں اختلافِ تعبیر کا سبب یہی ہے جو مذکور ہوا۔

اور مسئلہ دیدارالٰہی میں مخالفِ اجماع قول کے معرضِ وجود میں آنے سے پہلے کے علمائے کرام اور بعد والے علمائے کرام کے بیان میں اختلاف تعبیر کا سبب تو بالکل واضح ہے، کہ مخالفِ اجماع قول کے معرضِ وجود میں آنے سے پہلے اس مسئلہ میں جب صرف ایک ہی نظریہ تھا تو ان علمائے اعلام نے اسے اجماعی مسئلہ قرار دیا اور ایسے ہی مخالفِ اجماع قول کے معرض وجود میں آنے کے بعد والے علمائے اعلام سے اکثر حضرات نے اجماع متقدم کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور مخالفِ اجماع قول کو نظر انداز کرتے ہوئے اسے اجماعی مسئلہ

ہی قرار دیا ہے۔ البتہ بعض علمائے اعلام نے مسئلہ مذکورہ میں دوسرا قول پائے جانے کی وجہ سے اگر چہ وہ خلاف اجماع ہونے کی وجہ سے مردود ہے، قول اول کو قول جمہور قرار دیدیا۔

اس تفصیل سے یہ بھی واضح ہوا کہ عبارت مذکورہ میں لفظ "اصح" تفضیلی معنی میں نہیں بلکہ بمعنی صحیح ہے۔

اور جہاں تک اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے لیے دیدارِ الٰہی کے وقوع کا معاملہ ہے تو حضرت مصنف علام علیہ الرحمۃ نے نقل فرمایا ہے "و لم یرو فی غیرھما شیء اصلا" یعنی حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کسی کے بارے میں دیدارِ الٰہی کے حوالے سے کچھ بھی مروی نہیں ہے، اس سے خوب واضح ہے کہ حضرات اولیائے کرام کے لیے دیدارِ الٰہی واقع ہونے کا نظریہ اور قول، باطل محض اور مردود و بے اصل ہے تو اکثر علمائے امت نے اس قول کے خلافِ نصوص و اجماعِ متقدم اور مردود ہونے کی وجہ سے اولیائے کرام کے لیے دیدارِ الٰہی واقع نہ ہونا اجماعی مسئلہ قرار دیا اور بعض علماء نے دوسرا قول پائے جانے کی وجہ سے اگر چہ وہ بے اصل اور مردود اور باطل ہی ہے، اولیاء کرام کے لئے دیدارِ الٰہی واقع نہ ہونا جمہور کا نظریہ قرار دیدیا جیسا کہ حضرت مصنف علام رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل کیا۔ اور یہ اس کی نظیر ہے جو علامہ سید محمود آلوسی بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ قدر کے تحت لکھا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

(اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ) (القدر) الضمیر عند الجمهور للقرآن و ادعی الامام فیه اجماع المفسرین و کانه لم یعتد بقول من قال منهم برجوعه لجبریل علیه السلام او غیره لضعفه. (تفسیر روح المعانی ج ۳۰ ص ۲۱۸)

بیشک ہم نے اس (قرآن کریم) کو شبِ قدر میں نازل فرمایا ہے۔ جمہور مفسرین

نے نزدیک ''اَنْزَلْنٰہُ'' میں ضمیر منصوب کا مرجع قرآن کریم ہے اور حضرت امام فخرالدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ضمیر مذکور کا مرجع قرآن کریم ہونے پر اجماع مفسرین کا دعویٰ کیا ہے اور گویا امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مفسر کے قول کا، ضعیف ہونے کی وجہ سے اعتبار ہی نہیں کیا جس نے کہا ہے کہ ضمیر مذکور جبریل علیہ السلام یا اس کے غیر کی طرف راجع ہے۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس بیان سے واضح ہوا کہ جو مسئلہ اجماعی ہے اس کے خلاف اگر کوئی قول معرض وجود میں آتا ہے تو علمائے اعلام کی تعبیر و بیان میں بعض مقامات پر اسلوب مذکور اختیار کر لیا گیا ہے جیسا کہ حضرت امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ضمیر مذکور کے مرجع کے بارے میں مخالفِ اجماع قولِ ضعیف کو نظر انداز کرتے ہوئے اسکا مرجع قرآن کریم ہونا مفسرین کرام کے نزدیک اجماعی مسئلہ قرار دیا ہے۔ جبکہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دوسرا قول پائے جانے کی وجہ سے اگرچہ وہ ضعیف اور غیر معتبر ہے ضمیر منصوب مذکور کا مرجع قرآن کریم ہونا، جمہور مفسرین کا نظریہ قرار دیدیا۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ اعلم

بیان فوائد:

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

(الف) عبارت مذکورہ میں اس امر کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ امت مسلمہ کے عامی افراد تو درکنار حضرات اولیائے کاملین واصلین باللہ کے لئے بھی سر کی آنکھ سے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک کا دیدار شرعاً ناممکن اور محال ہونے کا نظریہ اوفق بالحدیث ہے۔ یعنی حدیث شریف کے خوب موافق ہے اور یہ امر محتاج بیان نہیں ہے کہ جو نظریہ اور عقیدہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانِ مقدس کے صرف موافق ہی نہیں بلکہ اوفق ہے وہی حق ہے اور اس کا خلاف محض باطل ہے۔

(ب) عبارت مذکورہ میں ان اولیاء کرام میں سے سلطان العارفین سیدنا حضرت غوث پاک قدس سرہ کا ذکر صراحت سے کیا ہے جو اولیاء کرام کے لیے بھی دنیا میں دیدارِ الٰہی کا حصول شرعاً ناممکن اور محال ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

(ج) نیز آپ کی خدمت میں ایک ایسے فقیر کے پیش کئے جانے کا واقعہ بھی ذکر کیا ہے جو اپنے متعلق دیدارِ ذاتِ حق کا مدعی تھا تو آپ نے اس کے دعویٰ کی تصدیق ہونے پر، اسے جھڑکا اور ڈانٹا اور فرمایا ''ان فاہ بذلک '' یعنی کہاں اس کا منہ اور کہاں دیدارِ الٰہی کیونکہ ادھر تو حضرت کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا گیا ہے' لَنْ تَرَانِیْ '' (دنیا میں) تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے' تو اس فقیر کی کیا مجال ہے کہ دیدارِ الٰہی کر سکے۔

اور یہ فقیر واقعی واصل باللہ شخص تھا اس لیے حضرت نے حاضرین کو حقیقتِ حال سے آگاہ فرمایا کہ یہ فقیر ارادۃً جھوٹ نہیں بول رہا بلکہ اس پر معاملہ مشتبہ ہو گیا ہے' پھر اشتباہ کے سبب کی وضاحت بھی فرمادی۔ جیسا کہ آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

نیز آپ کی بیان کردہ وضاحت سے ایک اصل اور ضابطہ واضح ہو گیا کہ اگر بالفرض کسی دوسرے واقعی واصل باللہ شخص سے بوجہ عدم عصمت، دیدارِ الٰہی کا دعویٰ سرزد ہو جائے تو اس کا سبب وہ تلبیس اور اشتباہ ہے اور اصل حقیقت وہی ہے جو حضرت نے بیان فرمائی ہے کہ دراصل مشاہدہ بصیرت کے ساتھ ہے بصر یعنی سر کی آنکھ کے ساتھ نہیں ہے اور بصر نے فقط بصیرت کا نور دیکھا ہے نہ کہ تجلی ذاتِ حق' البتہ بصیرت نے نور جمال حق کا مشاہدہ کیا ہے۔ لہٰذا ایسے فقیر پر فرض ہے کہ وہ اپنے دعوی سے رجوع کرے اور اگر رجوع نہ کرے تو وہ فقیر نہیں ہے بلکہ کذاب ہے۔

(د) حضرت مؤلف علام رحمہ اللہ تعالیٰ نے علمائے اعلام اور اسلاف کرام سے

ایک ضابطہ نقل فرمایا ہے جس سے حضرات عارفین کاملین کے کلام سے ایک عامی شخص کو مسئلہ دیدارِ الٰہی میں جو مغالطہ لگ سکتا ہے اس کا ازالہ اعلیٰ اور اکمل طریقہ سے ہو گیا ہے، وہ ضابطہ یہ ہے کہ حضرات سادات صوفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے کلام میں لفظِ رؤیت اور مشاہدہ جو واقع ہے اور حضرات اولیاء کرام نے اپنے یا دیگر اولیاء کرام کے حق میں رؤیت اور مشاہدہ کا اطلاق جہاں بھی کیا ہے تو اس سے ان کی مراد رؤیت قلبیہ اور مشاہدہ قلبیہ ہے، سر کی آنکھ سے دیدارِ الٰہی کرنا ہرگز مراد نہیں ہے۔

(۵) حضرت مصنف علام رحمہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں سر کی آنکھ سے دیدارِ الٰہی کرنے کے مدعی کا شرعی حکم بھی حضرات علمائے اعلام رحمہم اللہ تعالیٰ سے صراحت سے نقل کر دیا ہے۔

(۶) ملحوظ رہے کہ اس کتاب مستطاب پر بڑے بڑے اکابر محققین علمائے اعلام کی تقریظات ہیں جن میں جامع منقول و معقول امام العصر حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی قدس سرہ جیسی شخصیات شامل ہیں۔

نیز اس پر مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کی تعلیق لطیف بھی ہے اور اس مقام پر حضرت نے حاشیہ میں حضرت مصنف علام رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق کے خلاف ایک حرف بھی نہیں لکھا، جس سے خوب واضح ہے کہ حضرت فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا نظریہ بھی یہی ہے، حضرت مصنف علام رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریراً اور اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے تقریراً بیان کر دیا ہے۔

نیز حضرت نے تعلیق لطیف کے شروع میں اس کتاب اور مصنف علام قدس سرہ العزیز کے بارے میں اپنے جو تاثرات سپردِ قلم کئے ہیں ان سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا

ہے کہ حضرت علامہ فضل الرسول بدایونی رحمہ اللہ تعالیٰ کتنے عظیم انسان تھے اور ان کی کتاب مذکور کس قدر رفیع الشان ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

اما بعد فلما کان الکتاب المستطاب "المعتقد المنتقد" لخاتم المحققین عمدۃ المدققین سیف الاسلام اسد السنۃ حتف الظلام سد الفتنۃ مولانا الاجل الابجل السیف المسلول معین الحق فضل الرسول السنی الحنفی القادری البرکاتی العثمانی البدایونی اعلی اللہ مقامہ فی اعلی علیین و جزاہ جزاء الخیر الاوفی عن الاسلام والمسلمین کتابا مفردا فی بابہ کاملا فی نصابہ الخ۔(ص۹)

عظیم محدث ومتکلم حضرت علامہ علی بن سلطان محمد قاری علیہ رحمۃ الباری کی تحقیق

هل یجوز رؤیۃ اللہ تعالیٰ فی الدنیا بعین البصر للاولیاء؟

فقد جاءنی سوال واقعۃ حال ممن ادعی ذلک من بعض الاغبیاء فکتبت الجواب بحسب ما ظهر لی وجہ الصواب و هو اجماع الائمۃ من اهل السنۃ والجماعۃ علی ان رؤیتہ تعالیٰ بعین البصر جائزۃ فی الدنیا والآخرۃ عقلا و واقعۃ و ثابتۃ فی العقبیٰ سمعاً و نقلاً واختلفوا فی جوازها فی الدنیا شرعاً فاثبتها اکثرون و نفاها آخرون ثم الذین اثبتوها فی الدنیا خصوا وقوعها لہ ﷺ فی لیلۃ الاسراء علی خلاف فی ذلک بین السلف والخلف من العلماء والاولیاء (الی ان قال)

فالقائل بانی اری اللہ فی الدنیا بعین بصریۃ ان اراد بہ رؤیۃ فی المنام ففی جوازہ خلاف مشهور بین علماء الانام ان الرؤیۃ المنامیۃ لا تکون بحاسۃ البصریۃ بل بالتصورات المثالیۃ او التمثلات الخیالیۃ و ان اراد بها حال الیقظۃ فان قصد بہ حذف المضاف و اراد انہ

یری انوار صفاتہ و یشاهد اثار مصنوعاتہ فذا جائز بلا مریۃ کما ورد عن بعض الصوفیۃ ما رأیت شیئا الا و رأیت اللہ قبلہ او بعدہ او فیہ او معہ و اما من ادعی هذا المعنی لنفسہ من غیر تاویل فی المبنی فهو فی اعتقاد فاسد و زعم کاسد و فی حضیض ضلالۃ و تضلیل و فی مطعن وبیل بعید عن سواء السبیل۔

فقد قال صاحب التعرف و هو کتاب لم یصنف مثلہ فی التصوف اطبق المشائخ کلهم عن تضلیل من قال ذلک و تکذیب من ادعاہ هنالک و صنفوا فی ذلک کتبا و رسائل منهم ابو سعید الخزاز والجنید وصرحوا بان من قال ذلک المقال لم یعرف اللہ الملک المتعال و اقرہ الشیخ علاء الدین القونوی فی شرحہ و قال ان صح عن احد دعویٰ نحوہ فیمکن تأویلہ بان غلبۃ الاحوال یجعل الغائب کالشاهد حتی اذا کثر اشتغال السر بشیء و استحضارہ لہ یصیر کانہ حضر بین یدیہ انتهی و یؤیدہ حدیث الاحسان ”ان تعبد اللہ کانک تراہ “ و کذا حدیث عبداللہ بن عمر حال الطواف کنا نترا ء اللہ ۔

و قال صاحب عوارف المعارف فی کتابہ ”اعلام الهدیٰ “و عقیدۃ ارباب التقیٰ ان رؤیۃ العیان متعذرۃ فی هذہ الدار لانها دار الفناء و الآخرۃ هی دار البقاء فلقوم من العلماء نصیب من علم الیقین فی الدنیا و للآخرین اعلی منهم مرتبۃ نصیب من عین الیقین کما قال قائلهم رای قلبی ربی انتهی۔

والحاصل ان الامۃ قد اتفقت علی انہ تعالیٰ لا یراہ احد فی الدنیا بعینہ و لم یتنازعوا فی ذلک الا لنبینا ﷺ حال عروجہ علی ما صرح بہ فی شرح عقیدۃ الطحاوی۔

ثم هذا القائل أن قبل التأویل السابق فیها فبها و الا فان کان مصما علی مقولہ و

لم یرجع بالمنقول عن معقولہ فیجب تعزیرہ و تشھیرہ بما یراہ الحاکم الشرعی (الی ان قال)
قد نقل جماعۃ الاجماع علی ان رؤیۃ اللہ تعالیٰ لا یحصل للاولیاء فی الدنیا و قد قال ا
الصلاح و ابو شامۃ انہ لا یصدق مدعی الرؤیۃ فی الدنیا حال الیقظۃ فانھا شیئ منع منہ ک
اللہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام واختلف فی حصول ھذا المرام لنبینا ﷺ فی ذلک
المقام کیف یسمع لمن لم یصل الی مقامھما۔ (شرح الفقہ الاکبر ص ۱۴۶۔۱۴۷۔۱۴۸)

ترجمہ، **سوال:** کیا اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے لیے دنیا میں سر کی آنکھ سے
اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا دیدار کرنا جائز ہے؟

جواب: ضرور میرے پاس ایک واقعۂ حال کا سوال آیا، بعض اغبیاء کی طرف
سے، جس نے یہ دعویٰ کیا تو جو میرے لیے وجۂ صواب ظاہر ہوئی، میں نے اس کے موافق
جواب لکھا اور وہ یہ ہے کہ ائمۂ اہل السنۃ والجماعۃ کا اس پر اجماع ہے کہ دنیا میں اور آخرت
میں سر کی آنکھ سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنا ازروئے عقل بیشک جائز ہے اور ازروئے دلائل
سمعیہ اور نقلیہ آخرت میں واقع اور ثابت ہے اور ازروئے شرع دنیا میں دیدارِ الٰہی کے جائز
ہونے میں ائمۂ اہل سنت و جماعت کے درمیان اختلاف ہے۔ اکثر ائمۂ اہل سنت نے
دنیا میں اسے ثابت کیا ہے اور دوسرے حضرات نے اس کی نفی کی ہے پھر وہ علماء اعلام اور
ائمہ کرام جو دنیا میں دیدارِ الٰہی ثابت کرنے والے ہیں انہوں نے صرف حضور نبی مکرم ﷺ
کی ذات پاک کے لیے شب اسراء اور معراج میں دیدارِ الٰہی کا واقع ہونا آپ کی خصوصیت
قرار دیا ہے۔ اور شب معراج حضور سید المرسلین ﷺ کے بچشم سر دیدار الٰہی سے مشرف
فرمائے جانے میں بھی سلف وخلف علماء واولیاء کے درمیان اختلاف ہے۔

(تا) پھر اس بات کا قائل کہ میں دنیا میں سر کی آنکھ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا دیدا

رتا ہوں' اگر تو اپنے اس کلام کے ساتھ خواب میں دیکھنے کا ارادہ کرے تو اس کے جواز
ں مخلوق کے علماء کے درمیان اختلاف مشہور ہے کہ بیشک رؤیت منامیہ (خواب میں دیکھنا)
سہ بصریہ (سر کی آنکھ) کے ساتھ نہیں ہوتی بلکہ تصوراتِ مثالیہ یا تمثلات خیالیہ کے ساتھ
تی ہے' اور اگر اس رؤیت کے ساتھ بیداری کی حالت میں دیکھنے کا ارادہ کرے' پھر اگر تو
ں کے ساتھ حذفِ مضاف کا قصد کرے اور ارادہ کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے
ار دیکھتا ہے اور اس کی مصنوعات کے آثار کا مشاہدہ کرتا ہے تو بلا شک وشبہ یہ جائز ہے
یسا کہ بعض صوفیہ کرام سے وارد ہے: کہ میں نے کسی چیز کو نہیں دیکھا مگر اس سے پہلے اللہ
الیٰ کو دیکھا ہے یا اس کے بعد اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے یا اس میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے یا اس
ے ساتھ اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات کے انوار اور اس کی مصنوعات کے
ثار کا مشاہدہ کیا ہے) اور جو شخص کلام مذکور "انی اری الله فی الدنیا بعین بصریۃ" بیشک میں
نیا میں سر کی آنکھ سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کرتا ہوں، میں تاویل کے بغیر اس کے ظاہری معنیٰ کا
پنے لیے دعویٰ کرے تو وہ اعتقاد فاسد اور کھوٹے گمان میں ہے اور گمراہی اور گمراہ گری کے
گڑھے میں ہے اور صراط مستقیم سے بعید دشوار محل طعن میں ہے۔

پھر ضرور صاحبِ تعرف نے فرمایا اور "تعرف" ایسی کتاب ہے کہ تصوف میں
اس کی مثل کوئی کتاب تصنیف نہیں کی گئی۔ جس شخص نے دنیا میں سر کی آنکھ سے دیدارِ الٰہی
کرنے کا دعویٰ کیا اس کو گمراہ قرار دینے، اور اس کے دعویٰ میں اس کی تکذیب پر تمام مشائخ
کا اتفاق اور اجماع ہے۔ اور حضرات مشائخ کرام نے اس کے بارے میں کتب اور
رسائل تصنیف فرمائے ہیں۔ ان مشائخ کرام سے حضرت ابو سعید خزاز اور حضرت جنید
بغدادی رحمہما اللہ تعالیٰ بھی ہیں اور حضرات مشائخ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی ہے

کہ جس شخص نے دنیا میں سر کی آنکھ سے، بیداری میں اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا دیدار کرنے کا دعویٰ کیا اس نے اللہ ملک متعالی کو پہچانا ہی نہیں (اسے معرفت الٰہی نصیب ہی نہیں ہوئی)۔

اور صاحب تعرف۔ کے اس کلام کو علامہ شیخ علاؤ الدین قونوی علیہ الرحمۃ نے تعرف کی شرح میں برقرار رکھا ہے۔ اور فرمایا اگر کسی سے اس طرح کا دعویٰ، طریق صحیح سے منقول ہو تو اس کی تاویل ممکن ہے ... بایں طور کہ غلبۂ احوال، غائب کو شاہد کی طرح بنا دیتا ہے یہاں تک کہ جب دل کا کسی چیز کے ساتھ اشتغال اور دل کے لیے اس چیز کا استحضار کثیر ہو جائے تو وہ چیز ایسے ہو جائے گی گویا کہ اس شخص کے سامنے حاضر ہے۔ شیخ قونوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا کلام ختم ہوا۔

اور حدیث احسان "ان تعبد الله كانك تراه" تیرا اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرنا گویا کہ تو اس کا دیدار کر رہا ہے (یہ مرتبہ احسان ہے) اور اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث کہ حال طواف میں، ہم (گویا کہ) اللہ تعالیٰ کا دیدار کرتے رہے (یا معنی یہ ہے) کہ ہم اللہ تعالیٰ کی صفات کے انوار دیکھتے رہے۔ شیخ قونوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی تائید کرتی ہے۔

اور صاحب عوارف المعارف (حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب "اعلام الہدیٰ" میں فرمایا: اور ارباب تقویٰ کا عقیدہ یہ ہے کہ بیشک اس دارِ دنیا میں سر کی آنکھ سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنا متعذر رہے اس لیے کہ دارِ دنیا دارِ فنا ہے اور آخرت دارِ بقاء ہے اور علماء کی ایک جماعت کے لیے دنیا میں علم الیقین سے حصہ ہے اور دوسروں کے لئے، جو مرتبہ میں ان سے اعلیٰ ہیں، عین الیقین سے حصہ ہے۔ جیسا کہ ان

کے قائل نے کہا ہے میرے دل نے میرے رب کا دیدار کیا ہے۔ صاحب عوارف المعارف کا کلام اختتام پذیر ہوا۔

اور حاصل کلام یہ ہے کہ بیشک امت مسلمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ دنیا میں کوئی بھی اپنے سر کی آنکھ سے اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں کر سکتا اور دنیوی زندگی میں سر کی آنکھ سے دیدارِ الٰہی سے نوازے جانے کے بارے میں ہمارے نبی مکرم ﷺ کے علاوہ کسی کے بارے میں امت مسلمہ میں اختلاف ہی نہیں ہے (بلکہ تمام امت مسلمہ متفق ہے کہ آپ ﷺ کے سوا کسی کو دنیوی زندگی میں دیدارِ ذات حق سے نہیں نوازا گیا) اور حضور نبی کریم ﷺ کے دیدارِ الٰہی سے مشرف فرمائے جانے میں اختلاف بھی، شب اسراء اور معراج آپ ﷺ کے حالِ عروج میں ہے (جبکہ آپ ﷺ انتہائی رفعت اور قرب کے مقام میں تھے) اس تصریح کے مطابق جو شرح عقیدۃ الطحاوی میں کی گئی ہے۔

پھر یہ قائل، رؤیت اور دیدارِ الٰہی کے دعویٰ میں اگر تاویل سابق کو قبول کر لے تو فبہا اور اگر قبول نہ کرے، پھر اگر اپنی بات پر پکا رہے اور اللہ تعالیٰ ورسول کریم ﷺ کے ارشادات سن کر بھی اپنے دعویٰ سے رجوع نہ کرے تو شرعی حاکم جو مناسب سمجھے اس کے مطابق علانیہ طور پر اس کو سزا دینا واجب اور ضروری ہے۔

(تا) علماء امت کی ایک جماعت نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ کا دیدار (سر کی آنکھ سے) اولیاء کرام کو دنیا میں حاصل نہیں ہوتا۔

اور علامہ ابن صلاح اور ابو شامہ رحمہما اللہ تعالیٰ نے ضرور کہا ہے کہ بیشک دنیا میں بیداری کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا دیدار کرنے کے مدعی کی تصدیق نہ کی جائے گی۔ اس لیے کہ دیدارِ الٰہی وہ عظیم چیز ہے جس سے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام روک

دیئے گئے اور اس مقام میں ہمارے نبی مکرم ﷺ کے لیے اس مقصد کے حصول میں اختلاف کیا گیا ہے تو جو شخص حضرت کلیم اللہ علیہ السلام اور حضور امام الانبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام کو پہنچا ہی نہیں اس کا دعویٰ کیسے قابل سماعت ہو سکتا ہے۔ (شرح فقہ اکبر)

حضرت امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

فان قیل ان دل ھذا لکم فقد دل علیکم لسؤالہ الرؤیۃ فی الدنیا و دل علیکم قولہ تعالیٰ (لَنْ تَرَانِي) و دل قولہ سبحانہ (لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ) قلنا اما سؤالہ الرؤیۃ فی الدنیا فھو دلیل علی عدم معرفتہ بوقوع وقت ما ھو جائز فی نفسہ والانبیاء کلھم علیھم افضل السلام لا یعرفون من الغیب الا ماعرفوا (الی ان قال) و اما قولہ سبحانہ (لَنْ تَرَانِي) فھو دفع لما التمسہ و انما التمس فی الدنیا (الی ان قال) و اما قولہ (لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ) ای لا تحیط بہ و لا تکتنفہ من جوانبہ کما تحیط الرؤیۃ بالاجسام و ذلک حق او ھو عام فارید بہ فی الدنیا و ذلک ایضاً حق و ھو ما ارادہ بقولہ سبحانہ (لَنْ تَرَانِي) فی الدنیا ۔ (الاقتصاد فی الاعتقاد، ص ۳۵)

سوال: منکرین دیدارِ الٰہی مبتدعہ کی طرف سے اگر کہا جائے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دنیا میں اللہ تعالیٰ سے دیدار کا سوال کرنا، دنیا میں دیدار الٰہی (از روئے عقل) ممکن ہونے کی (اے اہل سنت و جمہور امت) تمھاری دلیل ہے۔ تو لَنْ تَرَانِي دنیا میں دیدارِ الٰہی ناممکن ہونے کی تمھارے خلاف دلیل ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد مقدس "لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ" بھی تمھارے خلاف دلیل ہے

جواب: ہم کہیں گے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دنیا میں دیدارِ ذات پاک کا سوال کرنا، دلیل ہے کہ جو امر (دیدارِ الٰہی) فی نفسہ جائز ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس کے

وقوع کے وقت کی معرفت نہ تھی۔ اور تمام انبیاء کرام علیہم افضل السلام غیب سے صرف وہی پہچانتے ہیں جس کی انھیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے معرفت فرمائی گئی ہے (اور جس غیب کا علم حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو عطا نہیں فرمایا گیا اس کی عدم معرفت عظمت نبوت کے منافی نہیں ہے بلکہ ایک امر واقعی ہے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سوالِ دیدار کے جواب میں "لَنۡ تَرٰىنِىۡ" سننے سے پہلے دیدارِ الٰہی دنیا میں واقع نہ ہونے کا علم نہ تھا اور اس جواب کے ذریعہ انھیں یہ علم عطا فرمایا گیا تو اس سے دیدارِ الٰہی کا مطلقاً واقع نہ ہونا ثابت نہ ہوا جو کہ مبتدعہ کا نظریہ ہے بلکہ صرف دنیا میں واقع نہ ہونا ثابت ہوا' اور اس میں اہل سنت و جماعت کو اختلاف نہیں ہے۔ کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تجلی ذات، درحقیقت دار دنیا اور دار فنا میں واقع نہیں ہوئی جیسا کہ حضرات ائمۂ اعلام اور اکابر علمائے امت نے صراحت فرمائی ہے۔ (از راقم الحروف)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد مقدس "لَنۡ تَرٰىنِىۡ" آپ مجھے ہر گز نہیں دیکھ سکتے۔ یہ اس چیز کا رد ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے طلب کی تھی اور انھوں نے دنیا میں دیدار الٰہی طلب کیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد مقدس "لَا تُدۡرِكُهُ الۡاَبۡصَارُ" آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں یعنی اس کی جوانب و اطراف سے اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں جیسا کہ رویت، اجسام کا احاطہ کرتی ہے اور یہ بات حق ہے (کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک اطراف و جوانب سے منزہ اور مبرا ہے اور تناہی و حدود کی قیود سے پاک ہے۔ از راقم الحروف)

یا ادراک عام ہے یعنی مطلق دیکھنے کے معنی میں ہے تو پھر 'لَا تُدۡرِكُهُ الۡاَبۡصَارُ' سے مراد یہ ہے کہ دنیا میں آنکھیں اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں کر سکتیں۔ اور یہ بات بھی حق ہے اور یہ وہی امر ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے قول مقدس "لَنۡ تَرٰىنِىۡ" کے ساتھ ارادہ فرمایا

ہے یعنی دنیا میں تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔(الاقتصاد)

فائدہ: حضرت امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی روشنی میں عقیدۂ اہل سنت یہ بیان کیا ہے کہ دنیا میں سر کی آنکھیں اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں کر سکتیں۔

نیز حضرت امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ مزید رقمطراز ہیں۔

والرؤیۃ هو الاستکمال لادراک الخیال و هو غایۃ الکشف و سمی ذلک رؤیۃ لانہ غایۃ الکشف لا لانہ فی العین بل لو خلق اللہ هذا الادراک الکامل المکشوف فی الجبهۃ او الصدر مثلا استحق ان یسمی رؤیۃ (الی ان قال) فکذلک مقتضی سنۃ اللہ تعالیٰ ان النفس ما دامت محجوبۃ بعوارض البدن و مقتضی الشهوات و ما غلب علیها من الصفات البشریۃ فانها لا تنتهی الی المشاهدۃ واللقاء فی المعلومات الخارجۃ عن الخیال بل هذه الحیاۃ حجاب عنها بالضرورۃ (الی ان قال) و لذلک قال تعالیٰ لموسیٰ علیہ السلام "لَنْ تَرَانِي" و قال تعالیٰ "لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ" ای فی الدنیا (الی ان قال) فاذا ارتفع الحجاب بالموت.

(الی ان قال) فتجلی لہ تجلیا (الی ان قال) و هذه المشاهدۃ والتجلی هی التی تسمی رؤیۃ فاذن الرؤیۃ حق بشرط ان لا یفهم من الرؤیۃ استکمال الخیال فی متخیل متصور مخصوص بجهۃ و مکان فان ذلک مما یتعالیٰ عنہ رب الارباب علوا کبیرا بل کما عرفتہ فی الدنیا معرفۃ حقیقیۃ تامۃ (الی ان قال) فتراہ فی الآخرۃ کذالک (الی ان قال) و کل من لم یعرف اللہ فی الدنیا فلا یراہ فی الآخرۃ و کل من لم یجد لذۃ المعرفۃ فی الدنیا فلا یجد لذۃ النظر فی الآخرۃ ۔(احیاء علوم الدین ج ۴ ص ۳۲۹۔۳۳۰۔۳۳۱)

فان قلت فهذه الرؤیا محلها القلب او العین فی الآخرۃ ؟

(الی ان قال) والحق فیہ ان القدرۃ الازلیۃ واسعۃ فلا یجوز ان نحکم علیها

بالقصور عن احد الامرین هذا فی حکم الجواز فاما الواقع فی الآخرة من الجائزین فلا یدرک الا بالسمع والحق ما ظهر لاهل السنة والجماعة من شواهد الشرع ان ذلک یخلق فی العین لیکون لفظ الرؤیة والنظر و سائر الالفاظ الواردة فی الشرع مجری علی ظاهره اذ لا یجوز ازالة الظواهر الا لضرورة والله تعالیٰ اعلم . (احیاء علوم الدین ج ۴ ص ۳۳۳)

اور رؤیت ادراکِ خیال کا استکمال ہے اور ادراک خیال کا استکمال غایت کشف ہے اور ادراک خیال کے استکمال کا نام رؤیت رکھ دیا گیا ہے اس لیے کہ بیشک وہ غایت کشف ہے نہ اس لیے کہ وہ آنکھ میں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اگر یہ ادراک کامل مکشوف مثلاً ماتھے یا سینے میں پیدا فرمادے تو یہ اس کا مستحق ہوگا کہ اس کا نام رؤیت رکھا جائے (تا) تو اسی طرح اللہ تعالیٰ کی سنت (عادت الٰہیہ) کا مقتضیٰ یہ ہے کہ نفس جب تک بدن کے عوارض اور مقتضائے شہوات اور جو اس پر صفات بشریہ غالب ہیں' کے ساتھ مجحوب ہے بیشک وہ ان معلومات میں جو خیال سے خارجہ ہے، مشاہدہ اور لقاء تک نہیں پہنچتا' بلکہ یہ حیات اور زندگی اس مشاہدہ سے بالضرورۃ حجاب ہے۔

(تا) اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: "لَنْ تَرَانِي" "تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا "لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ" یعنی دنیا میں آنکھیں اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا مشاہدہ اور دیدارِ الٰہی نہیں کرسکتیں (تا) پھر جب موت کے بعد حجاب اٹھ جائے گا (تا) تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے تجلی فرمائے گا (تا) اور یہ مشاہدہ اور تجلی ہی وہ امر ہے جس کا نام رؤیت رکھا جاتا ہے تو اس وقت رؤیت حق ہے بشرطیکہ رؤیت سے خیال کا استکمال نہ سمجھ لے، متخیل متصور میں، جو جہت اور مکان کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس لیے کہ بیشک یہ ایسا امر ہے جس سے رب الارباب جل وعلا بلند تر ہے۔ بلکہ

جیسا کہ تو نے اسے معرفت حقیقیہ تامہ سے دنیا میں پہچانا ہے (تا) تو اسی طرح تو آخرت میں اس کی رؤیت اور دیدار سے مشرف ہوگا (تا) اور ہر وہ شخص جس نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانا تو آخرت میں اس کی رؤیت اور دیدار سے مشرف نہ ہوگا اور ہر وہ شخص جس نے دنیا میں لذت معرفت نہیں پائی تو آخرت میں نظر اور دیدار کی لذت نہ پائے گا۔ (احیاء علوم الدین)

نیز حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

سوال: اگر تو کہے کہ آخرت میں اس رؤیت کا محل دل ہے یا سر کی آنکھ؟

جواب: اس میں حق یہ ہے کہ بیشک قدرت ازلیہ واسعہ ہے تو دو امور میں سے کسی ایک سے عاجز اور قاصر ہونے کا اس قدرت پر ہمارا حکم لگانا جائز نہ ہوگا۔ یہ بیان تو حکم جواز میں ہے (یعنی جائز ہے کہ آخرت میں رؤیت کا محل قلب اور دل ہو اور یہ بھی جائز ہے کہ آنکھ ہو) لیکن آخرت میں دو جائز اُمور سے جو واقع ہے اس کو صرف قرآن و حدیث کے دلائل سے معلوم کیا جا سکتا ہے اور شرع شریف کے شواہد و دلائل سے اہل السنت و الجماعت کے لیے جو حق ظاہر ہوا ہے وہ یہ ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ غایتِ کشف سر کی آنکھ میں پیدا فرمائے گا۔ تاکہ لفظ رؤیت اور نظر اور باقی الفاظ جو شرع میں وارد ہیں اپنے ظاہر پر ہی رہیں۔ اس لیے کہ جو الفاظ اپنے معانی پر دلالت میں ظاہر ہیں ان کو سوائے ضرورت شرعیہ یا عقلیہ کے اپنے مدلولات اور معانی سے زائل کرنا اور پھیرنا جائز نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (احیاء علوم الدین)

تنبیہ: حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ نے مسئلہ رؤیت کو کافی شرح و بسط سے بیان کیا ہے جس سے حضرات صوفیائے کرام کلام میں لفظ رؤیت کے اطلاق و استعمال کی تفصیل سے واضح ہو گیا ہے کہ ان نفوس قدسیہ کے کلام میں ہر جگہ لفظ رؤیت کا متعارف معنی

جنی سر کی آنکھ سے دیکھنا' مراد نہیں ہوتا۔ اور شریعت مطہرہ کے دلائل وشواہد سے اہل سنت والجماعت کے لیے جو حق ظاہر اور واضح ہوا ہے وہ یہ ہے کہ اہل ایمان کو سر کی آنکھ سے دیدارِ الٰہی آخرت میں عطا فرمایا جائے گا نہ کہ دنیا میں۔

حضرت شیخ امام محمد آفندی رومی اور حضرت عارف باللہ علامہ عبدالغنی نابلسی رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(و رؤیۃ اللہ تعالیٰ) فی الیقظۃ (بالابصار)...(جائزۃ فی العقل)... (واجبۃ بالنقل) و ھو الکتاب والسنۃ و اجماع الامۃ من السلف الصالحین والخلف المتقنین الی یوم الدین (فی الدار الآخرۃ) و ھی غیر الدار الدنیا فیشمل ذلک ما بعد الموت الی ما لا نہایۃ لہ و مواطن الاخرۃ ثلاثۃ عالم القبر و عالم الحشر و عالم القرار فی جنۃ او نار والثلاثۃ بعد الموت و قد ورد فی الحدیث قال ﷺ انکم لن تروا ربکم حتی تموتوا الحدیث : فالموت غایۃ لنفی الرؤیۃ فی الدنیا فاذا وجد الموت انتھی نفی الرؤیۃ الممنوعۃ فی الدنیا و مضی حکم الدنیا و اتی حکم الآخرۃ . (الطریقۃ المحمدیۃ مع شرح الحدیقۃ الندیۃ ص ۲۵۸۔۲۵۹۔۲۶۰)

اور حالت بیداری میں سر کی آنکھ سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنا عقلاً جائز ہے۔ نقل کی رو سے دار آخرت میں واجب ہے۔ اور نقل سے مراد کتاب اللہ تعالیٰ اور حدیث رسول کریم ﷺ اور امت کے سلف صالحین اور روز جزا تک بعد والے علمائے متقنین کا اجماع ہے اور دار آخرت دار دنیا کا غیر ہے۔ پھر دار آخرت، موت کے بعد ابد تک کے تمام مراحل کو شامل ہے۔ اور آخرت کے تین مواطن ومراحل ہیں، عالم قبر (عالم برزخ) اور عالم حشر اور جنت یا دوزخ میں قرار کا عالم' اور تینوں ہی موت کے بعد ہیں اور ضرور حدیث شریف میں وارد ہے کہ حضور سرور کونین ﷺ نے فرمایا: بیشک تم اپنے رب کو ہرگز نہ دیکھو گے یہاں

تک کہ تمھیں موت آئے۔

توموت، دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنے کی نفی کی غایت اور نہایت ہے۔جب موت پائی گئی تو دنیا میں دیدار الٰہی جو ممنوع ہے اس کی نفی (اپنی) انتہا کو پہنچ گئی اور دنیا کا حکم گزر گیا اور آخرت کا حکم آگیا۔

(**تنبیہ**) یہ نفیس کلام کسی وضاحت کا محتاج نہیں ہے۔

حضرت امام قاضی عیاض اور حضرت علامہ احمد شہاب الدین خفاجی رحمہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(و قال) الاشعری رحمہ اللہ تعالیٰ (کل آیۃ اوتیھا نبی من الانبیاء فقد اوتی مثلھا نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خص من بینھم) ای اختص صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن سائر الانبیاء (بتفضیل الرؤیۃ) ای بتفضیلہ برؤیۃ ربہ عیانا فی الدنیا فلم یرہ غیرہ و فیھا ۔

(کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مع شرحہ نسیم الریاض ج ۲ ص ۲۹۳)

اور امام ابو الحسن اشعری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہر آیت اور ہر معجزہ جو حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے کسی کو بھی عطا فرمایا گیا تو ہمارے نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کی مثل عطا فرمایا گیا اور حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے دیدار مقدس کی فضیلت کے ساتھ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے درمیان مخصوص فرمائے گئے یعنی وصال شریف سے پہلے ہی سر کی آنکھوں سے اپنے رب کریم کے دیدار کی آپ کو فضیلت بخشی گئی' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا دنیا (کی زندگی) میں کسی نے اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں کیا۔

حضرت علامہ احمد شہاب الدین خفاجی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

والقائلون بالجواز العقلی ذاھبون للمنع الشرعی و لذا قال النسفی رؤیۃ اللہ فی

الدنیا جائزۃ عقلاً ممتنعۃ شرعاً ۔ (نسیم الریاض ج ۲ ص ۲۹۳)

اور دنیا میں دیدارِ الٰہی کو از روئے عقل جائز قرار دینے والے (اہل سنت و جماعت بلکہ جمہور امت) شرعی طور پر دنیا میں دیدارِ ذات پاک کے ممنوع ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں اور اسی لیے حضرت امام نسفی علیہ الرحمۃ نے فرمایا: دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنا از روئے عقل جائز ہے اور از روئے شرع ممتنع اور محال ہے۔

حضرت غوث پاک شیخ عبدالقادر جیلانی حسنی حسینی قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

ربنا عزوجل شیء موجود مرئی قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سترون ربکم کما ترون الشمس والقمر لا تضامون فی رؤیتہ۔ یری الیوم باعین القلوب و غداً باعین الرؤوس۔

ہمارا رب عزوجل موجود ذات ہے جس کا دیدار کیا جا سکتا ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عنقریب تم اپنے رب کا دیدار کرو گے جیسے سورج اور چاند کو دیکھتے ہو اس کے دیکھنے میں تم بھیڑ نہیں کرو گے۔

آج دنیا میں دلوں کی آنکھوں سے اس کا دیدار کیا جا سکتا ہے اور کل آخرت میں سروں کی آنکھوں سے اس کا دیدار کیا جائے گا۔

ہمدردانہ اپیل:

شریعت وطریقت کی جامع شخصیات کے ارشادات بھی آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں جن میں ایک ایک فرمان مسئلہ دیدار الٰہی کی وضاحت میں حرف آخر ہے اس لیے بڑے ادب سے گذارش ہے کہ اصلاحی جماعت اپنی خود ساختہ معرفت چھوڑے اور جو نفوس قدسیہ واقعی عارفین ہیں اور حضرت سلطان العافین علیہ الرحمۃ کے بھی آقا و مولا ہیں ان کا عقیدہ

اپنائے کہ وہی ذریعہ نجات ہے اور اس کا خلاف سراسر گمراہی ہے اور سچی توبہ میں انسان کی عظمت ہے اور قبول حق ہمیشہ مخلصین کا شعار رہا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ، سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہی میں نہ دھکیلا جائے اور اپنے حال پر بھی رحم کیا جائے۔ اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

رؤیۃ القلوب علی قدر صفائھا و نورھا و رؤیۃ الابصار علی مقدار قلوبھا فالبصر اتم و لھذا کان الغایۃ رؤیۃ البصر (الی ان قال) بالبصیرۃ تری الحق فی الدنیا و بالبصر تراہ فی الآخرۃ .

(کتاب التراجم لابن العربی ص ۵۲ کتاب الشاہد لابن العربی ص ۱۳ من رسائل ابن العربی الجزء الاول۔ والنظم من الاول)

دلوں سے دیدارِ الٰہی، دلوں کی صفائی اور ان کے نور کے اندازے پر ہے اور آنکھوں سے دیدارِ الٰہی ان کے دلوں کی مقدار پر ہے پھر سر کی آنکھ اتم ہے اسی لیے غایت اور نہایت سر کی آنکھ سے دیدار کرنا ہے (تا) دنیا میں حق تعالیٰ کا دیدار تو بصیرت کے ساتھ کرتا ہے اور آخرت میں سر کی آنکھ کے ساتھ اس کا دیدار کرے گا۔

فائدہ عظیمہ:

علمائے شریعت اور علمائے طریقت کا عقائد میں اتفاق واتحاد ہے

اس بات کو ملحوظ رکھنا بھی لازم ہے اور ضروری ہے کہ حضرات علمائے شریعت اور حضرات صوفیائے کرام کے عقائد میں اتحاد و اتفاق پر علمائے محققین کی تصریحات موجود ہیں اور حضرات محققین علمائے حقیقت عارفین ربانیین سابقین مقربین کے اقوال و افعال

سے خوب واضح ہے کہ ان نفوس قدسیہ کے نزدیک بھی شریعت مطہرہ کی تعظیم لازمی وضروری ہے اور اصول وفروع میں طریقت وحقیقت کی شریعت مطہرہ سے موافقت ہے اور خصوصیت سے دیدارالٰہی کے مسئلہ میں اکابر اولیاء کرام نے اپنا عقیدہ واشگاف الفاظ میں بیان فرمایا ہے،

چنانچہ حضرت امام شیخ ابومحمد عبداللہ بن اسعد یافعی متوفی ۷۶۸ھ نے فرمایا:

خاتمة مشتملة علی شیئ من اقوال علماء الحقیقة العارفین الربانیین المحققین السابقین المقربین و افعالهم الدالة علی تعظیم الشریعة و موافقة الحقیقة لها فی الاصول والفروع (الی ان قال) قد ذکر عقائدهم و عقائد علماء الشریعة من اهل السنة و کون عقائد الفریقین متوافقة فی الفصل الثانی (الی ان قال) و ها انا اذکر ذلک هنا ایضا مختصرا و روینا عن جماعة من الشیوخ الکبار العارفین بالله بالاسانید الصحیحة المشهورة فی التصانیف فی سلوکهم و معاملاتهم المشکورة (الی ان قال) ذات الله عزوجل موصوفة بالعلم غیر مدرکة بالاحاطة و لا مرئیة بالابصار فی دار الدنیا و هی موجودة بحقائق الایمان من غیر حد و لا حلول و تراه العیون فی العقبیٰ ظاهرا فی ملکه و قدرته قد حجب الخلق عن معرفة کنه ذاته.

(کفایۃ المعتقد ونکایۃ المنتقد ص ۳۳۵۔۳۳۶)

خاتمہ جو مشتمل ہے علمائے حقیقت عارفین ربانیین محققین سابقین مقربین کے کچھ اقوال وافعال پر جو شریعت کی تعظیم اور اصول وفروع میں حقیقت کی شریعت سے موافقت پر دلالت کرنے والے ہیں (تا) علمائے حقیقت اور اہل سنت علمائے شریعت کے عقائد اور فریقین کے عقائد کا ایک دوسرے سے موافق ہونا فصل ثانی میں ضرور ذکر کیا جا چکا ہے (تا) اور آگاہ رہو کہ اس جگہ بھی میں اس کا مختصر ذکر کرتا ہوں اور عارفین باللہ شیوخ

کبار کی ایک جماعت سے ان کے سلوک اور معاملات مشکورہ کے بیان میں تصنیفات میں اسانید صحیحہ مشہورہ کے ساتھ ہم نے رویت کیا ہے (تا) اللہ عزوجل کی ذات پاک علم کے ساتھ موصوف ومتصف ہے، احاطہ کے ساتھ اس کو ادراک نہیں کیا جاسکتا اور نہ دنیا میں سر کی آنکھ سے اسے دیکھا جاسکتا ہے اور وہ بغیر حد اور حلول کے حقائق ایمان کے ساتھ موجود ہے اور آخرت میں سر کی آنکھیں اللہ تعالیٰ کو اپنے ملک وقدرت میں ظاہر دیکھیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کی کنہ اور حقیقت کی معرفت سے مخلوق کو ضرور محجوب فرمایا ہے۔

قطب الاقطاب امام الواصلین امیر المؤمنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کا ارشاد:

حیث قیل لہ : ھل رأیت اللہ تعالیٰ ؟ فقال : ماکنت لاعبد ربآ لم ارہ ثم قال لم ترہ العیون بشواھد العیان ولکن رأتہ القلوب بحقائق الایمان۔ (تفسیر روح المعانی ج ۵ ص ۷۴)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا ہے؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا: میں (ایسا) نہیں ہوں کہ اس رب کی عبادت کروں جس کو میں نے نہیں دیکھا۔ پھر فرمایا: سر کی آنکھوں نے سے شواہد عیان کے ساتھ نہیں دیکھا اور قلوب (دلوں) نے اس حقائق ایمان کے ساتھ دیکھا ہے۔ (روح المعانی)

مقام غور ہے کہ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جیسی ہستی اپنے لیے بھی سر کی آنکھ سے دیدارِ الٰہی ثابت نہیں مانتی بلکہ صراحتاً ایسے دیدار کی نفی فرمائی ہے ''لم ترہ العیون بشواھد العیان'' اور رؤیت قلبیہ اپنے لیے ثابت مانی ہے تو جو اولیائے کرام ان کے مقام کو بھی نہیں پہنچ سکتے ان کے لیے بیداری میں سر کی آنکھ سے دیدارِ الٰہی کیونکہ تسلیم کیا جاسکتا ہے چہ جائیکہ تمام امت مسلمہ کے لیے اس کا عام ہونا مانا جائے۔

سیدی حضرت امام عبدالوہاب بن احمد شعرانی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

و ذکر فی موضع آخر من الفتوحات ان جبریل لا یری ربہ فی الدنیا و انما یراہ فی الآخرۃ فقط۔ (الیواقت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر ج ا ص ۱۷۷)

اور حضرت شیخ اکبر ابن عربی قدس سرہ العزیز نے فتوحات مکیہ میں دوسرے مقام پر ذکر فرمایا ہے کہ: بیشک حضرت جبریل علیہ السلام دنیا میں اپنے رب کریم کا دیدار نہیں کر سکتے اور وہ صرف اور صرف آخرت میں اس کے دیدار سے مشرف ہوں گے۔

ضروری تنبیہ: حضرت جبریل علیہ السلام جیسا نوری اور رسول فرشتہ بھی دنیا کی زندگی میں جب دیدارِ الٰہی کی تاب نہیں لاسکتا تو حضرات اولیائے کرام کے لیے کیونکر ممکن ہے۔ چہ جائیکہ امت کے عامی افراد کیلئے دیدارِ الٰہی عام ہونے کا نظریہ اختیار کرلیا جائے۔

سیدی عارف باللہ حضرت امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ العزیز نے مسئلہ دیدارِ الٰہی شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا ہے اور اس بحث کیلئے عنوان بایں الفاظ قائم کیا ہے

المبحث الثانی والعشرون : فی بیان انہ تعالیٰ مرئی للمؤمنین فی الدنیا بالقلوب و فی الآخرۃ لھم بالابصار بلا کیف فی الدنیا والآخرۃ.

(الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر ج ا ص ۱۶۲)

بائیسویں مبحث: اس کے بیان میں ہے کہ یہ بات یقینی ہے کہ مومنین دنیا میں قلوب (دلوں) کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہوتے ہیں اور آخرت میں سر کی آنکھوں سے دیدارِ الٰہی سے مشرف ہوں گے۔

فائدہ عظیمہ: دنیا اور آخرت میں دیدار الٰہی بلا کیف ہے۔

اور یہ اکابر اولیائے کاملین حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان ومن بعدہم علمائے

کرام و مشائخ عظام رحمہم اللہ تعالیٰ کا عقیدہ ہے جیسا کہ کتاب کے نام "الیواقیت والجواهر فی بیان عقائد الاکابر" سے ہی خوب واضح ہے اور کتاب کے مصنف علم شریعت وطریقت وحقیقت کی جامع ذات ہے جو محتاج تعارف نہیں ہے۔

سیدی امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ العزیز نے مزید فرمایا:

(فان قیل) فهل وقعت رؤیة الله تعالیٰ یقظة فی الدنیا لاحد غیر رسول الله ﷺ بحکم الارث له فی المقام ؟

(فالجواب) کما قال الشیخ عبدالقادر الجیلی رضی الله تعالیٰ عنه: لم یبلغنا وقوع ذلک فی الدنیا لاحد غیر رسول الله ﷺ۔

(الیواقیت والجواهر فی بیان عقائد الاکابر ج ۱ ص ۱۷۴)

سوال: مقام میں حضور محمد رسول اللہ ﷺ کا وارث ہونے کے حکم سے، کیا آپ ﷺ کے سوا، دنیا میں کسی کے لئے بیداری کی حالت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار واقع ہوا ہے؟

جواب: جیسا کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ: حضور محمد رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی ایک کے لیے دنیا میں بیداری کی حالت میں دیدارِ الٰہی کا واقع ہونا ہمیں نہیں پہنچا۔

ضروری تنبیہ: شریعت وطریقت کی جامع اور غوثیت کبریٰ کے مقام پر فائز شخصیت کا خود دیدارِ الٰہی کرنا تو درکنار حضور سید المرسلین ﷺ کے سوا کسی دوسرے فرد کا دنیا کی زندگی میں دیدارِ الٰہی کرنا' ان کے معلومات میں بھی نہیں ہے' عام ازیں کہ وہ کوئی نبی اور رسول یا مقرب فرشتہ ہی کیوں نہ ہو۔

متلاشیانِ حق کے لیے یہ ایک فرمان ہی کافی ہے۔

ہمدردانہ اپیل:

آخر میں حضور غوث پاک سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز جو حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کے شیخ الشیوخ ہیں، کی طرف سے مسئلہ دیدارِ الٰہی کی ایک شاندار وضاحت اس امید پر سپردِ قلم کی ہے کہ اصلاحی جماعت والے حضرات سلسلہ عالیہ مبارکہ کے نیر اعظم کی تحقیق کی لاج رکھتے ہوئے قبول حق میں اخلاص کا مظاہرہ کریں گے اور اپنے لیے دیدارِ الٰہی کے بے حقیقت اور باطل دعویٰ کو نہ صرف یہی کہ ترک کریں گے بلکہ اس کے بطلان کا تحریری اعلان کریں گے تاکہ امت مسلمہ گمراہی سے بچ سکے۔

اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ اصحابہ اجمعین۔

باب چہارم

ازالۂ شبہات

اشتباہ اور غلطی کا سبب:

بعض فضلاء نے اصلاحی جماعت کے نظریہ سے شاید پوری طرح آگاہی نہ ہونے کی وجہ سے اسے حق ثابت کرنے کی کوشش کی ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ مسئلہ دیدارِ الٰہی میں اصلاحی جماعت کے نظریہ کی اسلام میں گنجائش ہی نہیں ہے کیونکہ یہ نظریہ قرآن وحدیث اور اجماعِ امت کے خلاف ہے اور یہ وہی نظریہ ہے جو ریاض حسین گوہر شاہی کا تھا۔

اور فقیر کا حسنِ ظن یہی ہے کہ بعض فضلاء کی یہ کوشش اشتباہ اور غلط فہمی پر مبنی ہے کیونکہ ان فضلاء کا موقف اور نظریہ یہ ہرگز نہیں ہے کہ تمام امتِ مسلمہ کے لیے دیدارِ الٰہی عام ہو چکا ہے بلکہ ان کا موقف یہ ہے کہ بعض اولیائے کرام کو دیدارِ الٰہی ہوتا ہے۔

اگر بالفرض ان فضلاء کا نظریہ درست ہوتا' تو بھی اس سے اصلاحی جماعت کے نظریہ کا صحیح ہونا ہرگز لازم نہیں آتا۔ جبکہ فی الواقع ان فضلاء کا نظریہ بھی قرآن وحدیث اور اجماعِ امت کے مخالف ہونے کی وجہ سے سراسر باطل اور مردود ہے۔

اور جو عبارات ان بعض فضلاء نے پیش کی ہیں ان سے یہ نظریہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ فقیر راقم الحروف از راہ خیر خواہی ان عبارات سے استدلال کی حقیقت واضح کر دیتا ہے تاکہ اشتباہ اور غلط فہمی کا ازالہ ہو جائے۔

وبتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

بعض کتب کی کچھ عبارات سبب اشتباہ بنی ہیں اور ان سے ان فضلاء نے اپنا موقف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان میں سرفہرست تفسیر روح المعانی کی چند عبارات ہیں جن کے پیش نظر یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ صاحبِ روح المعانی علامہ سید محمود آلوسی بغدادی علیہ الرحمۃ دنیا میں حالت بیداری میں سر کی آنکھ سے حضرات اولیاء کرام کے لیے دیدارِ الٰہی واقع ہونے کا نظریہ اور عقیدہ رکھتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

شبہ (۱) تفسیر روح المعانی کی پہلی عبارت:

علامہ سید محمود آلوسی علیہ الرحمۃ نے ''قَالَ رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْكَ الآیۃ'' کے تحت لکھا ہے:

استدل اهل السنة المجوزون لرؤیته سبحانه بهذه الآیة علی جوازها فی الجملة۔

(تفسیر روح المعانی)

اہل سنت جو اللہ تعالیٰ کی رؤیت اور دیدار کو جائز سمجھنے والے ہیں انھوں نے اللہ تعالیٰ کی رؤیت اور اس کے دیدار کے فی الجملہ جائز ہونے پر اس آیت ''قَالَ رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْكَ الآیۃ'' سے استدلال کیا ہے۔

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ کا نظریہ اور عقیدہ یہ ہے کہ دنیا میں دیدار الٰہی کا حاصل ہونا جائز ہے۔ اس لئے کہ انھوں نے اہل سنت کا یہی موقف بیان کیا ہے۔ لہذا اُن کے نزدیک اولیاء کرام کو دنیا میں دیدار الٰہی عطا کیا جاتا ہے۔

الجواب بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

اوّلاً: اگر عبارت مذکورہ کا یہی مطلب ہے جو بعض فضلاء نے بیان کیا ہے پھر تو

اسے اہل سنت کا اجماعی عقیدہ قرار دینا چاہیے، صرف علامہ آلوسی کا نظریہ ہونے کا حوالہ دینے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

ثانیاً: علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ کے تحت جو کلام ذکر کیا ہے۔ اس پر سطحی نظر سے ہی یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اس میں ایک جملہ اور فقرہ بھی ایسا نہیں ہے جس کا یہ مفہوم ہو کہ کسی بھی ولی کے لیے دارِ دنیا میں سر کی آنکھ سے، حالت بیداری میں اللہ تعالیٰ کا دیدار واقع ہوا ہے یا اس کا واقع ہونا ازروئے شرع جائز اور ممکن ہے اور نہ ہی صاحب روح المعانی یا دوسرے اہل سنت کا یہ نظریہ اور عقیدہ ہے۔

الحمد للہ تمام اہل سنت دیدار الٰہی کے جواز کے قائل ہیں اور دار آخرت میں تمام مومنین کے دیدارِ ذات حق تعالیٰ سے نوازا جانے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

اب اگر اہل سنت کے اس آیت سے دیدار الٰہی کے فی الجملہ جواز پر استدلال سے مراد، دنیا میں اولیاء کرام کے لئے دیدار الٰہی کے حصول اور وقوع پر استدلال ہے جو کہ بعض فضلاء کا زعم ہے یا کم از کم دنیا میں دیدار الٰہی کا حصول شرعاً جائز اور ممکن ہونے پر استدلال ہے، تو اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سمیت تمام اہل سنت کے نزدیک اولیاء کرام کے لیے دنیا میں دیدار الٰہی واقع ہے۔ یا کم از کم اس کا حصول شرعاً جائز اور ممکن ہے۔ حالانکہ یہ بات خلاف واقع اور قطعی طور پر غلط ہے کیونکہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک کے سوا دوسرے کسی فرد کے لیے دنیوی زندگی میں دیدارِ الٰہی کا حاصل ہونا تو درکنار باجماع علمائے امت شرعاً جائز اور ممکن ہی نہیں ہے۔

تو اس سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ بعض فضلاء کا اس عبارت سے استدلال غلط فہمی پر مبنی ہے اس کا حقیقت واقعیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے،

وللہ الحمد فی الأولی والآخرۃ۔

مزید تشفی اور اطمینان کے لیے بندہ تفسیر روح المعانی کی اس مقام کی پوری عبارت نقل کر دیتا ہے تاکہ بعض فضلاء کی غلط فہمی کا کامل طریقہ سے ازالہ ہو جائے۔

ملاحظہ فرمائیں:

استدل اهل السنة المجوزون لرؤیته سبحانه بهذه الآیة علی جوازها فی الجملة-و استدل المعتزلة النفاة علی خلاف ذلک و قامت الحرب بینهما علی ساق و خلاصة الکلام فی ذلک ان اهل السنة قالوا: ان الآیة تدل علی امکان الرؤیة من وجهین- الاول ان موسٰی علیه السلام سألها بقوله (رَبِّ أَرِنِیْٓ، الخ) و لو کانت مستحیلة فان کان موسٰی علیه السلام عالما بالاستحالة فالعاقل فضلًا عن النبی مطلقًا فضلًا عمن هو من اولی العزم لا یسأل المحال و لا یطلبه، و ان لم یکن عالما بذلک لزم ان یکون آحاد المعتزلة و من حصل طرفا من علومهم اعلم بالله تعالٰی و ما یجوز علیه و ما لا یجوز من النبی الصفی، والقول بذلک غایة الجهل والرعونة، و حیث بطل القول بالاستحالة تعین القول بالجواز، والثانی ان فیها تعلیق الرؤیة علی استقرار الجبل و هو ممکن فی نفسه و ما علق علی الممکن ممکن -

(تفسیر روح المعانی ۹:۴۶)

اور اہل سنت جو کہ اللہ سبحانہ کی رؤیت اور دیدار کے مجوزین ہیں، نے دیدارِ الٰہی کے فی الجملہ جائز ہونے پر اس آیت کے ساتھ استدلال کیا ہے اور معتزلہ جو کہ دیدار الٰہی کی نفی کرتے ہیں اور اسے ناممکن قرار دیتے ہیں، نے اس کے خلاف پر استدلال کیا ہے اور فریقین کے درمیان قلمی معرکہ قائم ہوا ہے۔

اور اس میں خلاصہ کلام یہ ہے کہ: بیشک اہل سنت نے کہا ہے کہ تحقیق یہ آیت

دیدار الٰہی کے ممکن ہونے پر دو وجہ سے دلیل ہے۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ بلاشبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے قول رَبِّ اَرِنِیْ تا آخر، کے ساتھ رؤیت اور دیدارِ ذاتِ باری تعالیٰ کا سوال کیا تھا۔ اور اگر دیدار الٰہی ناممکن ہوتا تو پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام اگر اس کے محال اور ناممکن ہونے کے عالم ہوں (تو آپ اس کا سوال کیسے کر سکتے ہیں) تو کوئی صاحب عقل وخرد محال اور ناممکن چیز کا سوال نہیں کرتا اور نہ ہی اسے طلب کرتا ہے۔ چہ جائیکہ مطلقاً کوئی نبی ہو چہ جائیکہ اولوالعزم رسل کرام علیہم السلام سے ہو۔ (جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیدار الٰہی کا سوال تو کیا ہے، تو اس سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ دیدار الٰہی محال اور ناممکن ہرگز نہیں ہے)

اور اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام رؤیت باری تعالیٰ اور دیدار الٰہی کے ناممکن اور محال ہونے کے عالم نہ ہوں تو لازم آئے گا کہ ایک معتزلی اور وہ شخص جسے معتزلہ کے علوم سے کچھ حاصل ہو جائے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک اور اس کے حق میں جو جائز ہے اور جو جائز نہیں ہے اس کے بارے میں برگزیدہ نبی سے بھی زیادہ علم والا ہو۔ اور اس نظریہ کا قائل ہونا، جہالت اور حماقت کی انتہاء ہے۔ اور جب دیدار الٰہی کے محال اور ناممکن ہونے کا نظریہ باطل ہو گیا تو جواز کا نظریہ (حق وصواب ہونے کے لیے) متعین ہو گیا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دیدار الٰہی کر سکنے کو پہاڑ کے اپنی جگہ برقرار رہ جانے پر موقوف اور معلق ٹھہرایا گیا ہے اور پہاڑ کا استقرار فی نفسہ ممکن ہے۔ تو جو چیز ممکن امر پر موقوف اور معلق کی گئی ہے وہ بھی ممکن ہے (لہٰذا دیدارِ الٰہی ممکن ہے۔)

ضروری تنبیہ: اس پوری عبارت سے خوب واضح ہے کہ صاحب روح المعانی اور دوسرے علمائے اہل سنت کا قطعاً وہ نظریہ اور عقیدہ نہیں ہے جو بعض فضلاء نے روح المعانی کی عبارت سے سمجھا ہے بلکہ صاحب روح المعانی نے اس آیت کے تحت معتزلہ کے تمسکات اور دلائل کا جواب دیتے ہوئے اہل سنت کے نزدیک دنیوی زندگی میں دیدار الٰہی کے وقوع کا تذکرہ کیا ہے تو صرف اور صرف حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کے لیے اور وہ بھی صرف اسراء اور معراج کی رات اور اس میں حضرات صحابہ کرام و من بعدہم ائمۂ اعلام کے درمیان اختلاف ذکر کیا ہے۔ چنانچہ معتزلہ نے اپنے موقف کی تائید میں کہا ہے:

و یوئد ذلک انہ سال وقوع الرؤیۃ فی الدنیا و ہی غیر واقعۃ عندنا و عندکم۔

(تفسیر روح المعانی ۹:۴۷)

اور مذکور موقف اور نظریہ کی یہ امر بھی تائید کرتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دنیا میں رؤیت باری تعالیٰ اور دیدار باری تعالیٰ کا سوال کیا تھا اور دنیا میں دیدار الٰہی نہ ہی ہمارے (معتزلہ کے) نزدیک واقع ہے اور نہ ہی تمہارے (اہل سنت کے) نزدیک۔

تو علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

و کون الرؤیۃ فی الدنیا غیر واقعۃ عند الفریقین ان ارید بہ انہا غیر ممکنۃ الوقوع فہو اول المسئلۃ و ان ارید انہا ممکنۃ لکنہا لا تقع لاحد فلا نسلم انہ اجمع علی ذلک الفریقان اما المعتزلۃ فلانہم لا یقولون بامکانہا و اما اہل السنۃ فلان کثیرا منہم ذہب الی انہا وقعت لنبینا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیلۃ الاسراء و ہو قول ابن عباس و انس وغیرہما. (تفسیر روح المعانی ۹:۴۸)

حاصل عبارت یہ ہے کہ: اے معتزلہ تمہارا یہ دعوی کہ دنیوی زندگی میں دیدار الٰہی

فریقین یعنی اہل سنت اور معتزلہ کے نزدیک واقع نہیں ہے، اس سے اگر تو تمھاری مراد یہ ہے کہ دنیوی زندگی میں دیدارِ الٰہی کا وقوع عقلاً ناممکن ہے، تو یہ امر ہمارے اور تمھارے درمیان نزاعی اور اختلافی ہے۔ اور اگر اس سے مراد یہ ہے کہ ممکن تو ہے لیکن دنیوی زندگی میں کسی کے لیے دیدارِ الٰہی واقع نہیں ہے تو ہم تسلیم ہی نہیں کرتے کہ اس بات پر فریقین کا اجماع اور اتفاق ہے کیونکہ معتزلہ تو دیدارِ الٰہی کو ممکن ہی نہیں مانتے اور رہے اہل سنت تو بلا شبہ ان میں سے کثیر اہل علم کا موقف اور نظریہ یہ ہے کہ بیشک ہمارے نبی مکرم ﷺ اسراء اور معراج کی رات اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے دیدار سے مشرف فرمائے گئے ہیں اور یہی حضرت عبداللہ بن عباس حضرت انس وغیرہما رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا نظریہ اور عقیدہ ہے۔

اور علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نسبت اگرچہ لوگوں کا اختلاف ذکر کیا ہے تو آخر میں قطعی طور پر فیصلہ بھی دیدیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دنیوی زندگی میں دیدارِ الٰہی سے مشرف نہیں فرمائے گئے۔

نتیجۂ کلام یہ ہے کہ شبہ میں مذکور عبارت سے دیدار حضرات اولیاء کرام کے لیے دارِ دنیا میں دیدارِ الٰہی ثابت کرنا ہرگز درست نہیں ہے چہ جائیکہ ان لوگوں کی تائید میں اس عبارت کو پیش کر دیا جائے جو پوری اُمت مسلمہ کے لیے دیدارِ الٰہی کی کھلی چھٹی ہونے کا نظریہ اور عقیدہ رکھتے ہیں۔

عبارت مذکورہ کا حقیقی معنی ومفہوم تو اول نظر سے ہی واضح ہے کیونکہ اس میں دیدارِ الٰہی کے فی الجملہ جواز پر استدلال کی بات کی ہے تو فی الجملہ جواز سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ خصوصی طور پر دنیا میں اولیاء کرام کے لیے جواز شرعی ہرگز مراد نہیں ہے کیونکہ یہ نظریہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ اس لیے کہ ایسا دیدار دنیوی زندگی میں

حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی فرد کے لیے شرعاً جائز اور ممکن نہیں ہے چہ جائیکہ واقع ہو، جیسا کہ قرآن وحدیث اور اجماع امت سے ثابت کیا جا چکا ہے۔

والحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین و آلہ و اصحابہ اجمعین۔

شبہ نمبر (۲) تفسیر روح المعانی کی دوسری عبارت:

و ذکر بعض المحققین ان حاصل الکلام فی ھذا المقام ان موسی علیہ السلام کان عالما بامکان الرؤیۃ و وقوعھا فی الدنیا لمن شاء اللہ تعالیٰ من عبادہ عقلا ۔ (تفسیر روح المعانی)

اور بعض محققین نے ذکر کیا ہے کہ بیشک حاصل کلام اس مقام میں یہ ہے کہ تحقیق حضرت موسیٰ علیہ السلام از روئے عقل رؤیت اور دیدارِ الٰہی کے ممکن ہونے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے جس کے لیے چاہے اس کے لیے دنیا میں اس کے واقع ہونے کے عالم تھے۔

الجواب بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

ان بعض محققین کے کلام سے قطعاً یہ ثابت نہیں ہوتا کہ بعض اولیائے کرام کے لیے سر کی آنکھ سے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا دیدار دنیا میں واقع ہے۔ بلکہ ان محققین کے نزدیک موت سے پہلے دیدار الٰہی شرعاً جائز اور ممکن ہونا بھی ثابت نہیں ہوتا چہ جائیکہ واقع ہونا ثابت ہو۔ چہ جائیکہ امت مسلمہ کے لیے تمام افراد کے لیے عام ہونا تسلیم کر لیا جائے۔ اور کلام مذکور پر صرف سطحی نظر کرنے سے ہی مراد واضح ہے۔

پوری عبارت ملاحظہ فرمائیں:

و ذکر بعض المحققین ان حاصل الکلام فی ھذا المقام ان موسی علیہ السلام کان عالما

بامکان الرؤیۃ و وقوعھا فی الدنیا لمن شاء اللہ تعالیٰ من عبادہ عقلا و الشروط التی تذکر لھا لیست شروطا عقلیۃ و انما ھی شروط عادیۃ و لم یکن عالما بعدم الوقوع مع عدم تغیر الحال حتی سمع ذلک من الرب المتعال و لیس فی عدم العلم بما ذکر نقص فی مرتبتہ علیہ السلام لانہ من الامور الموقوفۃ علی السمع والجھل بالامور السمعیۃ لا یعد نقصا۔ (تفسیر روح المعانی ۹:۵۱)

اور بعض محققین نے ذکر کیا ہے کہ بیشک حاصل کلام اس مقام (مسئلہ دیدار الٰہی) میں یہ ہے کہ تحقیق حضرت موسیٰ علیہ السلام از روئے عقل دنیا میں دیدار الٰہی کے ممکن ہونے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے جس کے لیے چاہے اس کے لیے از روئے عقل دنیا میں دیدار الٰہی کے واقع ہونے کے عالم تھے اور وہ شروط جو رؤیت کے لیے (منکرین رؤیت باری تعالیٰ کی طرف سے) ذکر کی جاتی ہیں وہ شروط عقلیہ نہیں ہیں وہ صرف عادیہ ہیں۔

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام حال متغیر نہ ہونے کی صوت میں دیدار الٰہی واقع نہ ہونے کے عالم نہیں تھے یہاں تک کہ رب بلند تر سے یہ بات سنی۔ اور حال متغیر نہ ہونے کی صورت میں دیدار الٰہی واقع نہ ہونے کا علم، نہ ہونے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مرتبہ میں کوئی نقص لازم نہیں آتا' اس لیے کہ وہ ان اُمور سے جو اللہ جل وعلا سے سننے اور وحی پر موقوف ہیں (اور پیغمبر کے حق میں وحی سے پہلے) اُمور سمعیہ سے لاعلمی نقص شمار نہیں کیا جاتا۔ (تفسیر روح المعانی)

اور دیدار الٰہی کے لیے حال کا تغیر و تبدل جو ضروری ہے اس کی تفصیل حدیث قدسی میں وارد ہے جسے علامہ آلوسی علیہ الرحمۃ نے خود نقل کیا ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

فقد اخرج الحکیم الترمذی فی نوادر الاصول و ابو نعیم فی الحلیۃ عن ابی عباس قال" تلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذہ الآیۃ (رَبِّ اَرِنِیْ) الخ فقال: قال اللہ تعالیٰ یاموسیٰ

انہ لا یرانی حی الا مات و لا یابس الا تدھدہ و لا رطب الا تفرق و انما یرانی اھل الجنۃ

الذین لا تموت اعینھم و لا تبلی اجسادھم ۔ (تفسیر روح المعانی ج۹ ص۴۹)

حکیم ترمذی نے نوادر الاصول اور ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ضرور روایت کی ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت مبارکہ "رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْكَ الآیۃ" تلاوت فرمائی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ بیشک کوئی زندہ (دنیا میں) مجھے نہیں دیکھے گا مگر (دیدار کی تاب نہ لاسکنے کی وجہ سے) اس کی موت واقع ہو جائے گی، اور نہ کوئی خشک دیکھے گا مگر لڑھک جائے گا اور نہ تر مگر متفرق اور پراگندہ ہو جائے گا اور مجھے صرف اہل جنت دیکھیں گے جن کی آنکھیں نہ مریں گی اور نہ ان کے جسم بوسیدہ ہوں گے۔ (تفسیر روح المعانی)

اس حدیث شریف کو ذکر کرنے کے بعد علامہ آلوسی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

و ھذا ظاھر فی ان مطلوب موسیٰ علیہ السلام کان الرؤیۃ فی الدنیا مع بقائہ علی حالتہ التی ھو علیھا حین السؤال من غیر ان یعقبھا صعق لان قولہ عز و جل: انہ لن یرانی حی الی آخرہ لا ینفی الا الرؤیۃ فی الدنیا مع الحیاۃ لا الرؤیۃ مطلقا، فمعنی (لَنْ تَرٰىنِیْ) فی الآیۃ لن ترانی و انت باق علی ھذہ الحالۃ لا لن ترانی فی الدنیا مطلقا فضلا عن ان یکون المعنی لن ترانی مطلقا لا فی الدنیا ولا فی الآخرۃ۔ نعم ان ھذا الحدیث مخصص بما صح مرفوعا و موقوفا انہ صلی اللہ علیہ وسلم رای ربہ لیلۃ الاسراء مع عدم الصعق. (تفسیر روح المعانی ج۹ ص۴۹، ۵۰)

• اور یہ حدیث شریف اس امر میں ظاہر ہے کہ بیشک حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مطلوب دنیا میں دیدارِ الٰہی تھا، اپنی اس حالت پر باقی رہنے کے ساتھ، جس پر آپ سوال کے وقت تھے، بغیر اس کے کہ دیدارِ الٰہی کے پیچھے موت آئے۔ اس لیے کہ اللہ عزوجل کا فرمان "انہ لن

یرانی حی الا مات'' الحدیث، کہ کوئی زندہ مجھے ہرگز نہ دیکھے گا مگر اس کی موت واقع ہو جائے گی۔ (دنیا میں دیدارِ الٰہی کے بعد بھی) زندہ رہ جانے کے باوجود دیدارِ الٰہی سے مشرف ہونے کی نفی کرتا ہے، مطلقاً دیدارِ ذات پاک کی نفی نہیں کرتا۔

تو اس آیت میں ''لَنْ تَرَانِی'' کا معنی ہے لن ترانی و انت باق علی ھذہ الحالۃ' اے موسیٰ تم اپنی اسی حالت (حالت حیات) پر باقی رہنے کے حال میں مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔ یہ معنی نہیں ہے کہ مطلقاً دنیا میں آپ مجھے نہیں دیکھ سکتے، چہ جائیکہ یہ معنی ہو کہ آپ مطلقاً نہ دنیا میں مجھے دیکھ سکتے ہیں اور نہ آخرت میں۔ (جیسا کہ معتزلہ وغیرہ نے یہی معنی بیان کیا ہے)

نعم ان ھذا الحدیث الخ۔ ہاں بے شک یہ حدیث مخصص ہے اس کے ساتھ جو حدیث صحیح مرفوع اور موقوف کے ساتھ ثابت ہے کہ بیشک حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسراء اور معراج کی رات موت واقع نہ ہونے کے باوجود اپنے رب کریم کا دیدار کیا ہے۔ (تفسیر روح المعانی) اور اس کے بعد علامہ آلوسی علیہ الرحمۃ نے دنیوی زندگی میں حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کے ساتھ دیدارِ الٰہی کے مختص ہونے کی حکمت بیان فرمائی ہے جس کا مفصل بیان دلائل کے ضمن میں گزر چکا ہے۔

(**تنبیہ**) علامہ آلوسی علیہ الرحمۃ کی عبارت میں اس مقام پر صعق' موت کے معنی میں ہے کیونکہ'' لایرانی حی الا مات الحدیث '' کی تفسیر میں وارد ہے۔

خلاصہ کلام:

تفسیر روح المعانی کی عبارت میں عقیدۂ اہل سنت کا بیان ہے

عبارت مذکورہ میں واقعی عقیدۂ اہل سنت کا بیان ہے کہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام دنیا

میں دیدارِ الٰہی عقلاً ممکن ہونے کے عالم تھے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کسی عبد مقرب کو شرفِ دیدار سے مشرف فرمانے کا ارادہ فرمائے تو اس کے لیے عقلاً وقوعِ دیدار کے بھی عالم تھے۔ اسی لیے تو شدتِ شوقِ دیدار سے سوال کر دیا تھا۔ البتہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب میں ''لَنْ تَرَانِي'' سننے سے پہلے، دنیا میں دیدارِ الٰہی کا وقوع شرعاً ناممکن اور محال ہونا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معلوم نہ تھا تو ارشاد باری تعالیٰ ''لَنْ تَرَانِي'' الآیۃ اور یاموسیٰ انہ لا یرانی حی الا مات الحدیث'' کے ذریعہ معلوم ہوا، اور انھیں بتایا گیا کہ دنیوی حیات میں دیدارِ الٰہی کی تاب آپ نہیں رکھتے۔

دارِ دنیا میں اگر دیدار عطا کیا جائے تو حال میں تغیر و تبدل واقع ہو جائے گا یعنی آپ کی وفات ہو جائے گی۔ اور آپ کا مطلوب یہ تھا کہ شرفِ دیدار بھی عطا کر دیا جائے اور حیات بھی باقی رہے۔ تو حالت میں تغیر و تبدل نہ ہونے کی صورت میں دنیا میں دیدارِ الٰہی کا وقوع شرعاً ناممکن اور محال ہونا آپ کے علم میں نہ تھا جو عظمتِ نبوت و رسالت کے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ حضرات انبیاء و مرسلین علیہم السلام کو امور سمعیہ کا علم وحی کے ذریعہ ہی ہوتا ہے۔

بحمدہ تعالیٰ اس بیان سے واضح ہوا کہ اس پورے مضمون میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں ہے جس سے کسی ولی کے لیے دنیا میں دیدارِ الٰہی کا واقع ہونا ثابت ہو۔ چہ جائیکہ اس عبارت کو ان لوگوں کی تائید کے لیے پیش کیا جائے جو تمام مسلمانوں میں دیدارِ الٰہی کی نعمت عظمیٰ بانٹتے پھرتے ہیں۔

لا حول ولا قوۃ الا باللہ وللہ الحمد فی الأولی والآخرۃ

شبہ نمبر (۳) تفسیر روح المعانی کی تیسری عبارت:

و بعد هذا کله نقول : ان الناس قد اختلفوا فی ان موسٰی علیہ السلام هل رای ربه بعد هذا الطلب ام لا ؟ فذهب اکثر الجماعة الی انه لم یره لا قبل الصعق و لا بعده۔ و قال الشیخ الاکبر قدس سره: انه راه بعد الصعق و کان الصعق موتا، و ذکر قدس سره انه سال موسیٰ عن ذلک فاجابه بما ذکر . (تفسیر روح المعانی ج۹ ص ۵۲)

اس تمام بیان کے بعد ہم کہتے ہیں کہ تحقیق لوگوں نے اس امر میں ضرور اختلاف کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس طلب کے بعد اپنے رب کریم کا دیدار کرلیا تھا یا نہیں؟ تو اکثر اہل سنت و جماعت اسی طرف گئے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں کیا نہ صعق (بیہوش ہونے) سے پہلے اور نہ ہی بعد میں۔

اور شیخ اکبر ابن عربی قدس سرہ نے کہا ہے کہ بیشک حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صعق کے بعد اللہ تعالیٰ کا دیدار کرلیا تھا۔ اور صعق موت ہے اور شیخ اکبر قدس سرہ نے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس بارے میں سوال کیا ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں جواب میں فرمایا کہ صعق کے بعد دیدارِ الٰہی نصیب ہوگیا تھا۔ (تفسیر روح المعانی)

الجواب بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں حضرت شیخ اکبر قدس سرہ کا یہی نظریہ ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا ہے' لیکن العیاذ باللہ قرآن وحدیث اور اجماع امت کی مخالفت کرتے ہوئے دنیا میں موت سے پہلے دیدارِ الٰہی سے مشرف فرمائے جانے کے قائل وہ ہرگز نہیں ہیں۔ اور نہ ہی وہ اس کے قائل ہیں کہ حضرات اولیائے کرام کو دنیا میں ذاتِ باری تعالیٰ کا دیدار عطا ہوتا ہے' چہ جائیکہ عامی لوگوں کو شرفِ دیدار سے نوازے

جانے کا نظریہ رکھیں۔

بلکہ قول باری تعالیٰ ''فَخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا'' [الاعراف ۷: ۱۴۳] میں صعق کی تفسیر شیخ اکبر قدس سرہ نے موت سے کی ہے اور کہا ہے کہ دیدارِ ذات پاک کے سوال کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام پر موت طاری ہو گئی تھی تو انھوں نے موت کے بعد اللہ تعالیٰ کا دیدار کر لیا تھا' جیسا کہ عبارت منقولہ سے خوب واضح ہے' عبارت دوبارہ ملاحظہ فرمالیں۔ اگر چہ شیخ اکبر قدس سرہ کا نظریہ بھی فی نفسہ درست نہیں ہے کیونکہ اس نظریہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے موت کے بعد دیدار الٰہی کا واقع ہونا تسلیم کیا گیا ہے' تو لا محالہ اس نظریہ کی صحت صرف اسی صورت میں ہی ثابت ہو سکتی ہے کہ ''فَخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا'' میں صعق کی تفسیر موت سے کرنا درست ہو۔ جبکہ اس مقام میں صعق کی تفسیر موت سے کرنا ہر گز درست نہیں ہے۔

الف: بیشک لفظ صعق موت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے لیکن اس جگہ بعد میں قول باری تعالیٰ ''فَلَمَّآ اَفَاقَ'' میں افاقہ کا ذکر قرینہ قویہ ہے کہ صعق بمعنی بیہوش ہونا ہے۔ اسی لیے حضرات صحابہ ومن بعدہم جمہور علمائے امت نے صعق کی یہی تفسیر کی ہے اور محققین مفسرین نے تصریح فرمائی ہے کہ یہی تفسیر اس مقام پر صحیح ہے۔

ب: قولِ باری تعالیٰ'' فَلَمَّآ اَفَاقَ '' کے بعد ہے ''قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ'' (ترجمہ) تو جب افاقہ پایا تو (حضرت موسیٰ علیہ السلام نے) عرض کی ''تو پاک ہے میں نے تیرے حضور توبہ کی''۔ اب اگر صعق سے مراد موت ہے اور اس کے بعد دیدارِ الٰہی نصیب ہو گیا تھا تو سوال یہ ہے کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیدارِ الٰہی عطا کر دیا گیا تھا تو کیا نعمت دیدارِ الٰہی سے مشرف فرمایا جانا محل توبہ ہے؟ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: ''سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ''۔

(۲) شیخ اکبر قدس سرہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اپنے اس نظریہ کی دلیل، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اپنا مکالمہ پیش کیا ہے جو کہ ایک کشفی معاملہ ہے اور اس کا خلافِ واقع ہونا ممکن ہے جبکہ اس کا خلافِ واقع ہونا قطعی اور یقینی ہے۔ کیونکہ پہاڑ پر تجلی کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات نہ ہونا قطعی اور یقینی ہے۔

(۳) صاحب روح المعانی علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی حضرت شیخ اکبر رحمہ اللہ تعالیٰ کے نظریہ کا رد کیا ہے۔ انھوں نے شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کا نظریہ اور موقف نقل کرنے کے بعد لکھا ہے "والآیۃ عندی غیر ظاھرۃ فی ذلک" (تفسیر روح المعانی ج ۹ ص ۵۲۔ ۵۳) کہ میرے نزدیک یہ آیت مبارکہ شیخ اکبر قدس سرہ کے بیان کردہ مضمون میں ظاہر نہیں ہے جب علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس مضمون پر آیت مذکورہ کی دلالت ہی ظاہر نہیں ہے تو ان کے نزدیک اس آیت سے یہ مضمون ثابت کرنا محض تحکم ہے جو ہرگز قابل تسلیم نہیں ہوسکتا۔ پھر الٹا صاحب روح المعانی کا نظریہ ہی یہی بتانا جو شیخ اکبر رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے سراسر دھاندلی ہے اور حقیقت وواقعیت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

شبہ (۴) تفسیر روح المعانی کی چوتھی عبارت:

و الی الرؤیۃ بعد الصعق ذھب القطب الرازی فی تقریر کلام للزمخشری.

(روح المعانی)

اور زمخشری کے کلام کی تقریر میں قطب الدین رازی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو صعق (بیہوش ہونے) کے بعد دیدارِ الٰہی عطا کر دیئے جانے کا نظریہ رکھتے ہیں۔

عبارت مذکورہ سے واضح ہے کہ قطب الدین رازی صعق کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیدارِ الٰہی عطا کر دیئے جانے کے قائل ہیں۔

الجواب بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

صاحب روح المعانی نے قطب الدین رازی کا جہاں موقف اور نظریہ ذکر کیا ہے تو ساتھ ہی اس بات کی وضاحت کر دی ہے کہ قطب الدین رازی کی عبارت اس امر میں نص نہیں ہے کہ ان کا یہی نظریہ اور موقف ہے کہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بیہوش ہونے کے بعد بیداری کی حالت میں سر کی آنکھ سے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا دیدار کر لیا تھا۔ بلکہ یہ احتمال بھی موجود ہے کہ قطب الدین رازی کے نزدیک رؤیت کے سوال سے مراد انکشاف تام کا سوال ہو اور وہ انھیں عطا کر دیا گیا، چنانچہ ملاحظہ فرمائیں:

و الی الرؤیۃ بعد الصعق ذھب القطب الرازی فی تقریر کلام للزمخشری الا ان ذلک علی احتمال ان تفسیر بالانکشاف التام الذی لا یحصل الا اذا کانت النفس فانیۃ مقطوعۃ النظر عن وجودھا فضلا عن وجود الغیر فانہ قال: ان موسی علیہ السلام لما طلب ھذہ المرتبۃ من الانکشاف الخ. (تفسیر روح المعانی ج۹ ص ۵۳)

اور زمخشری کے کلام کی تقریر میں قطب الدین رازی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بیہوش ہونے کے بعد انھیں رؤیت عطا کر دیئے جانے کی طرف گئے ہیں مگر بیشک وہ اس احتمال پر ہے کہ رؤیت کی تفسیر انکشاف تام سے کر دی جائے' جو صرف اس صورت میں حاصل ہوتا ہے مگر جب نفس فانی کی اپنے وجود کی طرف بھی نظر نہ رہے چہ جائیکہ غیر کے وجود کی طرف نظر ہو۔ اس لیے کہ تحقیق قطب الدین رازی نے کہا ہے کہ بیشک حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انکشاف کا جب یہ مرتبہ طلب کیا، تا آخر۔ (تفسیر روح المعانی)

یعنی قطب الدین رازی کے نزدیک حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے انکشاف تام طلب کیا تھا اور اس کو رؤیت سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ جب رؤیت سے انکشاف

تام مراد ہونے کا احتمال ان کی عبارت میں موجود ہے تو یقینی طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ قطب الدین رازی کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دنیا میں دیدارِ الٰہی کر لیا تھا۔ بحمدہٖ تعالیٰ جب قطب الدین رازی کی عبارت میں ایسے معنی کا احتمال موجود ہے جس میں مسئلہ دیدارِ الٰہی کے بارے میں قرآن کریم اور حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی احادیث مبارکہ اور اجماعِ امت کی مخالف نہیں ہے۔ تو ان کی عبارت کا ایک ایسا معنی متعین کرنا جس سے مذکورہ اُمور کا مخالف ہونا لازم آئے، ہرگز درست نہیں ہے۔

بفضلہٖ تعالیٰ قطب الدین رازی کی عبارت میں اس امر کی طرف اشارہ بھی نہیں ہے کہ وہ اولیائے کرام کے لیے دارِ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا دیدار حاصل ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں' چہ جائیکہ کہ تمام امت مسلمہ کے لیے۔ وللہ الحمد

(ضروری تنبیہ)

قطب الدین رازی کا رؤیت سے انکشاف تام مراد لینا اجماعِ مفسرین کے خلاف ہے اور آیت مذکورہ کی تفسیر میں وارد حدیث قدسی کے بھی خلاف ہے۔ اس لیے یہ تفسیر ہرگز قابل اعتبار نہیں ہے۔

شبہ (۵) تفسیر روح المعانی کی پانچویں عبارت:

و ذهب الشيخ ابراهيم الكوراني الى انه عليه السلام راى ربه سبحانه حقيقة قبل الصعق فصعق لذلك كما دك الجبل للتجلى. (تفسیر روح المعانی ج ۹ ص ۵۳)

شیخ ابراہیم کورانی اس طرف گئے ہیں کہ بیشک حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بیہوش ہونے سے پہلے اپنے رب سبحانہ کا حقیقتاً دیدار کر لیا تھا اور ان پر غشی اسی دیدار کی وجہ سے طاری ہوئی تھی جیسا کہ پہاڑ تجلی کی وجہ سے ہی ریزہ ریزہ ہو گیا تھا۔

شبہ مذکورہ کے جوابات:

الجواب بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

جواب (۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں شیخ ابراہیم کورانی کا موقف یہی ہے جو عبارت منقولہ میں بیان کیا گیا ہے' لیکن اس سے ان فضلاء کا نظریہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ حضرات اولیائے کرام کو بھی ذات باری تعالیٰ کا دیدار ہوتا ہے چہ جائیکہ اصلاحی جماعت کا نظریہ ثابت ہو جائے جو تمام مسلمانوں کے لئے دیدارِ الٰہی کے عام ہونے کے قائل ہیں۔ کیونکہ بزعم شیخ کورانی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دیدارِ الٰہی کی نعمت سے نوازے جانے پر مترتب ہونے والے ثمرات اور آثار جو شیخ ابراہیم کورانی نے اپنے اس دعویٰ کی تائید میں ذکر کئے ہیں اور صاحب روح المعانی نے اسی مقام پر شیخ مذکور سے ان کی تفصیل نقل کی ہے کہ: دیدارِ ذاتِ حق کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بینائی اس قدر تیز ہوگئی تھی کہ اندھیری رات میں تیس میل کی مسافت پر چٹان پر چلنے والی چیونٹی دیکھ لیتے تھے اور دیدارِ الٰہی کے بعد چالیس رات تک تو ایسا تھا کہ جو آپ کی طرف نظر کرتا وہ مر جاتا تھا۔

اب بڑے ادب سے درخواست ہے کہ اگر بعض فضلاء نے یہ موقف اختیار کر لیا ہے کہ اولیائے کرام کو بھی دیدارِ الٰہی عطا ہوتا ہے تو سوال یہ ہے کہ کیا شیخ ابراہیم کورانی کے بیان کردہ تجلی ذات کے آثار پائے جاتے ہیں؟ کیا ان کی بینائی میں یہ حدت اور تیزی آجاتی ہے؟

جواب (۲) شیخ ابراہیم کورانی کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں نظریہ اور عقیدہ یہ ہونے سے کہ انھوں نے غشی سے پہلے دیدارِ الٰہی کر لیا تھا' اس نظریہ کا حق اور صواب ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ یہ نظریہ قرآن کریم کے سراسر خلاف ہے ملاحظہ فرمائیں:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَنْ تَرٰىنِیْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ ج فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ج ...... [الاعراف ۷: ۱۴۳]

اے موسیٰ تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے اور لیکن تم پہاڑ کی طرف نظر کرو پھر اگر وہ پہاڑ اپنی جگہ ٹھہرا رہے تو تم مجھے دیکھ سکو گے پھر جب حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو اسے ریزہ ریزہ بنا دیا اور حضرت موسیٰ (علیہ السلام) غش کھا کر گر پڑے۔

ان کلماتِ طیبات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف فرمایا جانا تجلی کے بعد پہاڑ کے ثابت اور برقرار رہنے پر موقوف ٹھہرایا گیا ہے کیونکہ "فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ" اگر پہاڑ اپنی جگہ برقرار رہ جائے تو تم میرا دیدار کر سکو گے قضیہ شرطیہ ہے جس میں تالی کا تحقق اور ثبوت، مقدم کے تحقق اور ثبوت پر موقوف ہوتا ہے۔ اور نحوی اصطلاح میں جملہ شرطیہ ہے، جس میں جزا کا پایا جانا، شرط کے پائے جانے پر موقوف ہوتا ہے۔ جبکہ ارشادِ باری تعالیٰ "فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا" تو جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو اسے ریزہ ریزہ بنا دیا یعنی پہاڑ تجلی کی تاب نہ لا سکا اور اپنی جگہ برقرار نہ رہا۔

نصِ قرآنی مقدم کا تحقق اور ثبوت نہ ہونے اور شرط کے نہ پائے جانے پر قطعی الدلالۃ ہے۔ تو جب نصِ قرآنی کی روشنی میں مقدم اور شرط (بوقتِ تجلی پہاڑ کا برقرار رہنا) کا نہ پایا جانا قطعی اور یقینی ہے تو لامحالہ تالی اور جزا (دیدارِ الٰہی) کا نہ پایا جانا بھی قطعی اور یقینی ہوا، لہٰذا شیخ ابراہیم کورانی کا قرآن کریم کے خلاف نظریہ اور عقیدہ اختیار کرنے سے واقعی اور نفس الامر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سوالِ دیدار کے وقت دیدارِ ذاتِ پاک عطا کر

دیا جانا، ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ البتہ خلاف قرآن ہونے کی وجہ سے شیخ ابراہیم کورانی کے نظریہ اور عقیدہ کا مردود ہونا ضرور ثابت ہو گیا ہے۔ والحمد للہ فی الاُولی والآخرۃ

جواب (۳) علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

و ایده بما اخرج ابو الشیخ عن ابی ھریرة عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال : لما تجلی اللہ تعالیٰ لموسیٰ علیہ السلام کان یبصر دبیب النملة علی الصفا فی اللیلة الظلماء من مسیرة عشرة فراسخ ' و بما اخرجه عن ابی معشر انه قال : مکث موسیٰ علیہ السلام اربعین لیلة لا ینظر الیه احد الا مات من نور رب العلمین " و جمع بین ھذا و بین قوله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم " ان اللہ تعالیٰ اعطی موسی الکلام و اعطانی الرؤیة و فضلنی بالمقام المحمود و الحوض المورود " بان الرؤیة التی اعطاھا لنبینا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ھی الرؤیة مع الثبات والبقاء من غیر صعق کما ان الکلام الذی اعطاه موسیٰ علیہ السلام کذلک بخلاف رؤیة موسیٰ علیہ السلام فانھا لم تجمع له مع البقاء و علی ھذا فمعنی قوله علیه الصلوٰة والسلام فی حدیث الدجال " انه لن یری احد منکم ربه حتیٰ یموت " ھو ان احدا لا یراه فی الدنیا مع البقاء و لا یجمع له فی الدنیا بینھما و فسر الآیة بما لا یخلو عن خفاء۔ (تفسیر روح المعانی ج ۹ ص ۵۳)

اور شیخ ابراہیم کورانی نے اپنے دعویٰ کی تائید میں روایت پیش کی ہے جسے ابوالشیخ نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تجلی فرمائی تو آپ اندھیری رات میں تیس میل کی مسافت سے سخت پتھر پر چلنے والی چیونٹی کو دیکھ لیتے تھے۔ اور دوسری روایت جو تائید میں پیش کی ہے جسے ابوالشیخ نے حضرت ابو معشر رضی اللہ عنہ سے رویت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام چالیس راتیں اس طرح ٹھہرے رہے کہ آپ کو جو دیکھتا وہ رب

العالمین کے نور کی (تاب نہ لاسکنے کی) وجہ سے فوت ہو جاتا۔

اب پہلی روایت میں "تجلی اللہ تعالیٰ لموسیٰ علیہ السلام" اور دوسری روایت "من نور رب العلمین" سے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا دیدار مراد لینے کی وجہ سے ان روایات اور فرمان رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "ان اللہ تعالیٰ اعطی موسی الکلام و اعطانی الرؤیۃ و فضلنی بالمقام المحمود و الحوض المورود" بیشک اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہم کلامی کا شرف بخشا اور مجھے شرف دیدار عطا فرمایا اور مجھے مقام محمود اور حوض مورود کے ساتھ فضیلت بخشی، کے درمیان تناقض اور تعارض واقع ہو گیا۔ کیونکہ اس فرمان مقدس میں حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شرف دیدار اور شرف کلام کا ذکر تقابل اور تقسیم کی صورت میں فرمایا ہے کہ: ہم کلامی کا شرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بخشا اور ذاتی دیدار کا اعزاز عظیم مجھے عطا فرمایا جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ دیدارِ الٰہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا نہیں فرمایا گیا،

تو شیخ ابراہیم کورانی نے اپنے نظریہ کو برقرار رکھنے کے لیے ان کے درمیان توفیق و تطبیق اس طرح بیان کی ہے کہ ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذاتِ پاک کا دیدار عطا فرمایا، تو اس میں وقتِ دیدار حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پر بیہوشی اور غشی طاری نہیں ہوئی تھی بلکہ ثبات اور بقاء بدستور برقرار رہا جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب ہم کلامی کے شرف سے نوازا گیا تو ان کا حال بھی ایسا ہی تھا بخلاف دیدار الٰہی کے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمایا گیا تو دیدارِ ذاتِ حق کے ساتھ ثبات اور بقاء کی صفت قائم نہ رہ سکی بلکہ غش کھا کر گر گئے۔

علامہ آلوسی علیہ الرحمۃ نے فرمایا: شیخ ابراہیم کورانی کی بیان کردہ اس وجہ توفیق و تطبیق کی رو سے تو حدیث دجال میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان مقدس "ان لن یری

احد منکم ربہ حتی یموت'' بیشک تم میں سے کوئی ایک اپنے رب کو ہرگز نہیں دیکھے گا یہاں تک کہ اسے موت آئے، کا معنی ہوگا کہ: دنیا میں کوئی ایک بقاء اور ثبات برقرار رہنے کے ساتھ اپنے رب کو نہیں دیکھ سکتا اور دنیا میں دونوں چیزیں (دیدارِ الٰہی اور ثبات و بقاء) کسی کے لیے جمع نہیں کی جائیں گی (جب کہ خادمِ کلماتِ نبویہ پر مخفی نہیں ہے کہ حدیثِ دجال کا یہ معنی کرنا، مرادِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ہے۔ از راقم الحروف)

علامہ آلوسی علیہ الرحمۃ نے فرمایا: شیخ ابراہیم کورانی نے اس آیت کی ایسی تفسیر کی ہے جو خفا سے خالی نہیں ہے۔

جواب (۴): شیخ ابراہیم کورانی نے حدیث ابی ہریرہ اور خبر ابی معشر سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے دیدارِ الٰہی (ذاتی تجلی) ثابت کرنے کی کوشش ضرور کی ہے لیکن علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شیخ کورانی کا نظریہ نقل کرنے کے بعد اس کا رد بلیغ کیا ہے۔ اور علمائے راسخین کے نظریات اور عقائد حقہ کے بیان سے شیخ ابراہیم کورانی کے کتاب و سنت کی تحریف پر مبنی استدلال کا بطلان واضح کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

والذاھبون الی عدم الرؤیۃ مطلقاً یجیبون عما ذکرہ من حدیث ابی ہریرۃ و خبر ابی معشر بان الثانی لیس فیہ اکثر من اثبات سطوع نوراللہ تعالیٰ علی وجہ موسیٰ علیہ السلام من غیر رؤیۃ فانہ لا تلازم بین الرؤیۃ و اشراق النور و بان الاول لیس نصا فی ثبوت الرؤیۃ المطلوبۃ لہ علیہ السلام لانہا کما قال غیر واحد عبارۃ عن التجلی الذاتی و للہ تعالیٰ تجلیات شتی غیر ذلک فلعل التجلی الذی اشار الیہ الحدیث علی تقدیر صحۃ واحد منہا ' و قد قطع بذلک فانہ سبحانہ تجلی علیہ علیہ السلام بکلامہ و اصطفائہ و قربہ منہ علی الوجہ الخاص اللائق بہ تعالیٰ، و لا یبعد ان یکون ھذا سببا لذلک الابصار . (تفسیر روح المعانی ۹:۵۲)

حاصل کلام: اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے (دنیا میں) ذاتی تجلی مطلقاً واقع نہ ہونے کا نظریہ رکھنے والے علمائے اعلام، شیخ کورانی کی ذکر کردہ حدیث ابی ہریرہ اور خبر ابی معشر کا جواب دیتے ہیں کہ ابو معشر والی روایت میں زیادہ سے زیادہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چہرے پر اللہ تعالیٰ کا نور چمکنے کا اثبات ہے بغیر اس کے کہ انھیں اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا دیدار عطا کیا گیا ہو۔ (اس لیے کہ یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چہرے پر نور چمکے بغیر اس کے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے دیدار سے مشرف ہوں) اس لیے کہ دیدارِ الٰہی پانے اور چہرے پر نور چمکنے کے درمیان کوئی تلازم نہیں ہے (کہ جب چہرے پر نور چمکے تو لازماً وہ ذاتی تجلی کی وجہ سے ہے)۔

اور حدیث ابو ہریرہ کا جواب دیتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ والی حدیث اس رؤیت (ذاتی تجلی) کے ثابت ہونے میں نص نہیں ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مطلوب تھی، اس لیے کہ بیشک رؤیت، ذاتی تجلی سے عبارت ہے جیسا کہ کثیر علمائے اعلام نے فرمایا ہے اور ذاتی تجلی کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی مختلف تجلیات ہیں تو شاید وہ تجلی جس کی طرف اس حدیث نے اشارہ کیا ہے، بر تقدیر صحت حدیث، انہی تجلیات سے ایک تھی۔ اور کبھی حدیث ابو ہریرہ میں ذاتی تجلی کے علاوہ دوسری تجلی کی طرف اشارہ ہونا قطعی اور یقینی جانا جاتا ہے۔ اس لیے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تجلی فرمائی، اپنے کلام اور برگزیدہ فرمانے اور ان سے اپنے قرب کے ساتھ، خاص طریقہ پر جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے۔ اور بعید نہیں ہے کہ تاریک اور اندھیری رات میں تیس میل کی مسافت سے سخت پتھر پر چلنے والی چیونٹی دیکھ لینے کا یہی سبب ہو۔ (روح المعانی)

شیخ ابراہیم کورانی کی کرم فرمائی کا خلاصہ:

شیخ ابراہیم کورانی کے موقف اور نظریہ کی وضاحت جو علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کی ہے اس کے پیش نظر شیخ کورانی کی کرم فرمائی کا خلاصہ یہ ہے:

(الف): قرآن کریم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیدار الٰہی (ذاتی تجلی) عطا کیا جانا جس شرط کے پائے جانے پر موقوف اور معلق ٹھہرایا ہے اس شرط کے نہ پائے جانے کے باوجود شیخ کورانی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیدار الٰہی عطا کیا جانا تسلیم کیا ہے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(ب): ابوالشیخ کے حوالہ سے حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کو شیخ کورانی کا اپنے موقف کی تائید میں پیش کرنا محض تحکم اور سینہ زوری ہے کیونکہ اس روایت کی فنی حیثیت سے قطع نظر کرتے ہوئے اگر اس کی صحت ہی فرض کر لیں تو اس میں "لما تجلی اللہ تعالیٰ لموسیٰ (علیہ السلام) جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تجلی فرمائی، سے ذاتی تجلی مراد لینا، ایک ایسا معنی ہے جس پر نہ ہی الفاظ حدیث کی دلالت ظاہر ہے اور نہ ہی دوسری احادیث صحیحہ مرفوعہ سے موافقت ہے بلکہ قرآن کریم کی بھی مخالفت ہے جبکہ اس حدیث کا جو صحیح معنی اور مفہوم ہے وہ دیگر احادیث صحیحہ کے بالکل موافق ہے جیسا کہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شیخ کورانی کے رد میں خود نقل کیا ہے۔

(ج): حضرت ابو معشر کی خبر کو تائید میں پیش کرنا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چہرہ پر رب العالمین کا نور چمکنے سے ذاتی تجلی سے نواز ا جانا ثابت کرنا بھی سراسر سینہ زوری ہے اس لیے کہ ذاتی تجلی (دیدارِ الٰہی) سے مشرف فرمائے جانے اور چہرے پر نور چمکنے کے درمیان کوئی تلازم نہیں ہے۔

(د): حدیث ابی ہریرۃ اور خبر ابی معشر سے ذاتی تجلی کا مفہوم نکال کر پھر انکے اور فرمان رسول کریم ﷺ "ان اللہ تعالیٰ اعطی موسیٰ الکلام واعطانی الرؤیۃ الحدیث" بیشک اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہم کلامی کا شرف بخشا اور مجھے دیدار عطا فرمایا، کے درمیان جو توفیق و تطبیق شیخ ابراہیم کورانی نے بیان کی ہے وہ بھی سراسر من مانی اور تحکم ہے کیونکہ اس تطبیق و توفیق کا حاصل یہ ہے کہ ہمارے نبی مکرم ﷺ کو جب دیدار الٰہی سے نوازا گیا تو آپ ﷺ کی ذات پاک میں جیسے دیدار کرنے سے پہلے ثبات تھا، وقت دیدار الٰہی بھی وہ برقرار رہا کوئی غشی طاری نہیں ہوئی تھی جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام وقتِ دیدار غش کھا کر گر گئے اور پہلی صفت ثبات برقرار نہ رہی۔ اور "اعطانی الرؤیۃ" کا معنی ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کا دیدار عطا فرمایا جس میں صفت ثبات اور بقاء برقرار رہی بخلاف حضرت موسیٰ علیہ السلام کے۔

حالانکہ ارشاد باری تعالیٰ "لَنْ تَرَانِي الآية" کی تفسیر میں حضور سید المرسلین ﷺ کا فرمانِ مقدس حدیث قدسی کی صورت میں "قال اللہ تعالیٰ یا موسی انہ لا یرانی حی الا مات" الحدیث (ترجمہ) اے موسیٰ بیشک کوئی زندہ مجھے نہ دیکھے گا مگر (دیدار کی تاب نہ لا سکنے کے وجہ سے) اس کی موت واقع ہو جائے گی' موجود ہے۔ جس میں "مات" "لا یرانی حی" میں "حی" سے مستثنیٰ ہے۔ جس کا حاصل معنی یہ ہے کہ جس زندہ کو دنیا میں دیدارِ الٰہی ہوگا وہ زندہ نہیں رہے گا بلکہ اس کی موت واقع ہو جائے گی۔ یعنی حی و میت اور حیات و موت کا تقابل ہے' کہ دیدار سے پہلے حیات ہے تو دیدار کے بعد موت طاری ہو جائے گی۔

جبکہ شیخ ابراہیم کورانی کی بیان کردہ وجہ توفیق و تطبیق میں حدیث مذکور میں موت و حیات کا ایسا معنی بیان کیا گیا ہے جس میں موت و حیات میں حقیقتاً تقابل باقی رہا ہی نہیں

بلکہ حیات ہی دونوں حالتوں میں موجود ہے صرف ثبات وبقاء کے برقرار رہنے اور نہ رہنے کا فرق ہے کیونکہ شیخ کورانی کے نظریہ کے مطابق حیات کا معنی ہے ''حیاۃ مع الثبات و البقاء'' ایسی حیات اور زندگی جس میں دیدار الٰہی سے پہلے والی حالت ہی برقرار رہے غشی وغیرہ طاری نہ ہو۔ اور موت کا معنی ہے: حیاۃ مع عدم الثبات و البقاء'' ایسی زندگی اور حیات جس میں دیدارِ الٰہی سے پہلی حالت برقرار نہ رہے بلکہ غشی وغیرہ بھی طاری ہو جائے۔ اس بیان سے واضح ہوا کہ حدیث قدسی مذکور میں موت وحیات کا شیخ کورانی کا بیان کردہ معنی منشا باری تعالیٰ اور مراد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز نہیں ہے۔ تو جس موقف اور نظریہ کی بنیاد ہی قرآن و حدیث اور اجماع امت کی مخالفت پر ہو وہ قابل التفات ہی نہیں ہے اور اس کا بطلان روز روشن سے بھی زیادہ واضح ہے۔

جواب (۵): شیخ اکبر قدس سرہ اور علامہ قطب الدین رازی اور شیخ ابراہیم کورانی کے اقوال نقل کرنے کے بعد علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے واشگاف الفاظ میں اپنا فیصلہ اور نظریہ جو لکھا ہے' اس سے بھی علامہ آلوسی کے نزدیک ان اقوال کی حیثیت خوب واضح ہو جاتی ہے، ملاحظہ فرمائیں:

فالحق الذی لا ینبغی المحیص عنہ ان موسی علیہ السلام لم یحصل لہ ما سأل فی ھذا المیقات ' والذی اقطع بہ انہ نال مقام قرب النوافل والفرائض الذی یذکرہ الصوفیۃ قدس اللہ تعالیٰ اسرارھم بالمعنی الذی یذکرونہ کیفما کان ' و حاشا للہ من ان افضل احدا من اولیاء ھذہ الامۃ و ان کانوا ھم ـ ھم ـ علی احد من انبیاء بنی اسرائیل فضلا عن رسلھم مطلقا فضلا عن اولی العزم منھم . (تفسیر روح المعانی ج ۹ ص ۵۳۔ ۵۴)

پھر جس حق سے گریز لائق ہی نہیں ہے یہ ہے کہ بیشک حضرت موسیٰ علیہ السلام نے

(ذاتی تجلی کا) جو سوال کیا تھا' اس وقت ان کا مسئول انھیں حاصل نہیں ہوا' اور جس امر کو میں قطعی اور یقینی جانتا ہوں وہ یہ ہے کہ بیشک حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قربِ نوافل و فرائض کا وہ مقام پالیا تھا جس کا حضرات صوفیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم ذکر کرتے ہیں' اس معنی کے ساتھ جس کا وہ ذکر کرتے ہیں' وہ کیسا ہی ہے، اور معاذ اللہ کہ میں اس امت کے اولیاء سے کسی کو' اگرچہ وہ بڑی شان والے ہیں' انبیاء بنی اسرائیل میں سے کسی پر فضیلت دوں' چہ جائیکہ مطلقاً ان کے رسولوں سے کسی پر فضیلت دوں' چہ جائیکہ ان میں سے اولوالعزم رسل کرام میں سے کسی پر فضیلت دوں۔ (تفسیر روح المعانی)

ضروری تنبیہ:

(۱): صاحب روح المعانی علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جس قدر حق کا واضح اور روشن بیان فرمایا ہے' تو ان کی طرف سے اتنی زبردست صراحت ہونے کے باوجود ان کے کھاتے میں یہ ڈالنا کہ: ان کے نزدیک حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیدارِ الٰہی عطا کر دیا گیا تھا اور ایسے ہی یہ کہنا کہ: علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرات اولیائے کرام کے لیے ذاتی تجلی واقع ہونے کا عقیدہ اور نظریہ رکھتے ہیں اور اصلاحی جماعت کے نظریہ اور عقیدہ (ساری امت کے لیے دیدارِ الٰہی عام ہونے) کی تائید میں تفسیر روح المعانی کی مذکورہ عبارات پیش کر کے علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہی عقیدہ ہونے کا دعویٰ کرنا بہت بڑی زیادتی ہے۔

(۲): علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے کہ قربِ نوافل و فرائض کا مقام حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ضرور پالیا تھا جس کا تذکرہ حضرات صوفیائے کرام و عرفائے عظام کرتے ہیں، تو یہاں یہ امر ملحوظ رکھنا لازم اور ضروری ہے کہ قربِ نوافل و فرائض کا مقام تمام مقربین کے حق میں برابر نہیں ہے بلکہ اولیائے کرام کو یہ مقام ان کے حال کے موافق

نصیب ہوتا ہے اور حضرات انبیاء کرام و مرسلین عظام علیہم السلام کو ان کی شان کے لائق عطا فرمایا جاتا ہے اور بلا شک و شبہ اس معاملہ میں حضرات انبیاء کرام اور غیر انبیاء میں ہرگز مساوات اور برابری نہیں ہے۔ اور قربِ نوافل و فرائض کا مقام امت مصطفویہ کے اولیاء کو حاصل ہونے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حاصل نہ ہونے کا عقیدہ رکھنا' ضروریات دین کے خلاف ہے کیونکہ غیر نبی کو کسی نبی پر فضیلت دینا ظلم عظیم ہے چہ جائیکہ کسی رسول پر فضیلت دینا، چہ جائیکہ اولوالعزم رسل کرام میں سے کسی عظیم رسول پر فضیلت دینا اور حضرت علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "حاشا للہ من ان افضل احدا ، الخ کے ساتھ بڑی وضاحت سے ایسی معصیت کے ارتکاب سے اپنی براءت بیان کی ہے۔

جبکہ ظلم کی انتہاء ہے کہ قربِ الٰہی کے عظیم مقام یعنی دیدارِ الٰہی کے بارے میں صرف اولیائے کرام کو ہی نہیں بلکہ پوری امت مسلمہ کو' کسی ایک نبی پر ہی نہیں بلکہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سوا تمام حضرات انبیاء کرام اور رسل عظام علیہم السلام پر فضیلت دی جا رہی ہے۔

جواب (۶): اہل سنت و جماعت کی کتب عقائد میں مسئلہ دیدارِ الٰہی کی جو تفصیل اور تحقیق بیان کی گئی ہے علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ کو اس سے پورا پورا اتفاق ہے اور انھوں نے اسے اعلیٰ درجہ کی تحقیق قرار دیا ہے' ملاحظہ فرمائیں:

و الکلام فی الرؤیۃ طویل و قد تکفل علم الکلام بتحقیق ذلک علی الوجہ الاکمل۔ (تفسیر روح المعانی ج۹ ص ۵۵)

اور دیدارِ الٰہی کے مسئلہ میں کلام طویل ہے' اکمل طریقہ پر اس کی تحقیق کا متکفل علم کلام ہے۔

جبکہ علم کلام کی کتب سے اس مسئلہ کی تفصیل گذشتہ صفحات میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ دنیا کی زندگی میں بیداری کی حالت میں سر کی آنکھ سے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا دیدار کرنا گو عقلاً ممکن لیکن قرآن وحدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے کہ شرعاً حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کے سوا تو کسی کے لیے بھی جائز اور ممکن نہیں ہے۔ البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں علماء امت کے درمیان اختلاف ہے جبکہ دراصل حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جس مقام قرب میں دیدارِ ذاتِ پاک سے نوازا گیا ہے وہ دارِ دنیا سے ماوراء ہے جیسا کہ علمائے اعلام کی تصریحات گزر چکی ہیں۔

جواب (۷)

کلام باری تعالیٰ ''قَالَ یٰمُوْسٰی اِنِّی اصْطَفَیْتُكَ عَلَی النَّاسِ الآیۃ'' کے تحت صاحب روح المعانی کا کلام بھی ان کے عقیدہ کو خوب واضح کر رہا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

(قَالَ یٰمُوْسٰی) استئناف مسوق لتسلیتہ علیہ السلام من عدم الاجابۃ الی سوالہ علی ما اقتضتہ الحکمۃ کانہ قیل: ان منعتک الرؤیۃ فقد اعطیتک من النعم العظام ما اعطیتک فاغتنمہ و ثابر علی شکرہ۔ (تفسیر روح المعانی ج۹ ص ۵۵)

(قَالَ یٰمُوْسٰی) یہ کلام مستانف ہے جو مقتضائے حکمت کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذاتی تجلی کا سوال قبول نہ فرمائے جانے کی وجہ سے ان کو تسلی دینے کے لیے چلایا گیا ہے۔ گویا کہ فرمایا گیا: اگر میں آپ سے رؤیت (ذاتی تجلی) روک لوں (آپ کو اپنی ذات کا دیدار عطا نہ کروں) تو ضرور میں نے آپ کو بہت سی عظیم نعمتیں عطا کی ہیں۔ تو آپ انھیں غنیمت سمجھیں اور ہمیشہ ان پر (میرا) شکر ادا کرتے رہیں۔

فائدہ عظیمہ: باب الاشارہ کے تحت علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ نقل کیا ہے اس سے اصلاحی جماعت کے نظریہ اور عقیدہ کی حقانیت ثابت کرنے کی کوشش کرنا بے سود ہے اس لیے کہ بعض مفسرین کرام باب الاشارۃ کے تحت جو عرفائے کرام کے اقوال نقل کرتے ہیں اور صوفیانہ تفسیر ذکر کرتے ہیں وہ عقائد ونظریات کے اثبات کے لیے ہرگز قابل اعتبار نہیں ہے۔ عقائد کے باب میں کتاب وسنت کی صرف اور صرف وہ تشریحات وتوضیحات معتبر ہیں جو علمائے شریعت نے بیان فرمائی ہیں۔ اور حضرات اکابر صوفیائے کرام وعرفائے عظام بھی احترامِ شریعت لازم اور ضروری سمجھتے ہیں اور علمائے شرع کے عقائد ونظریات کے خلاف عقیدہ اور نظریہ اختیار کرنے کی انھوں نے اجازت ہرگز نہیں دی۔

والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم وعلی اٰلہ واصحابہ اجمعین.

شبہ (۶): تفسیر بیضاوی کی عبارت:

سورۃ فاتحہ کی تفسیر میں "اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" کے تحت قاضی بیضاوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

بنی اول الکلام علی ما هو مبادی حال العارف من الذکر والفکر والتأمل فی اسمائه والنظر فی آلائه والاستدلال بصنائعه علی عظیم شانه و باهر سلطانه ثم قفی بما هو منتهی امره و هو ان یخوض لجة الوصول و یصیر من اهل المشاهدة فیراه عیانا و یناجیه شفاها اللهم اجعلنا من الواصلین الی العین دون السامعین للاثر. (تفسیر بیضاوی)

اول کلام کو بنا کیا ہے اس پر جو عارف کے حال کے مبادی ہیں یعنی ذکر وفکر اور

اللہ تعالیٰ کے اسماء میں تامل اور اس کی نعمتوں میں نظر اور اس کی مصنوعات کے ساتھ اس کی عظیم شان اور غالب قدرت پر استدلال پھر اس کے پیچھے اس کو لایا ہے جو عارف کے امر کا منتہیٰ ہے' اور وہ یہ کہ بحر وصول کے وسط میں داخل ہو جائے اور اہل مشاہدہ سے ہو جائے پھر اللہ تعالیٰ کو معاینۃً دیکھے اور اس سے مشافہۃً مناجات کرے۔ اے اللہ ہمیں آنکھ تک پہنچنے والوں سے بنا نہ کہ اثر و نشان کے سننے والوں سے۔

شبہ مذکورہ کے جوابات

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

جواب (۱): عبارت مذکورہ میں ''و یصیر من اهل المشاهدة فیراه عیانا و یناجیه شفاها'' اور اہل مشاہدہ سے ہو جائے پھر اللہ تعالیٰ کو عیاناً (معاینۃً) دیکھے اور مشافہۃً اس سے مناجات کرے۔ عبارت منقولہ میں علامہ قاضی بیضاوی علیہ الرحمۃ نے حضرات صوفیائے کرام کی کچھ اصطلاحات ذکر کی ہیں جب کہ فضلاء نے الفاظ کا معانی لغویہ پر محمول ہونا خیال کر لیا ہے اور یہی زعم ان کے لیے زبردست اشتباہ کا سبب بن گیا ہے' حالانکہ حضرات صوفیائے کرام کی مصطلحات سے ان کے متعین کردہ معانی مراد لینا لازم اور ضروری ہے' اس لیے کہ ان الفاظ کو معانی لغویہ پر محمول کرنا حضرات صوفیائے کرام کے عقائد اور نظریات کے خلاف ہے۔ مسئلہ دیدارِ الٰہی کی تفصیل میں حضرات ارباب طریقت اکابر مشائخ کی تصریحات گزر چکی ہیں۔

جواب (۲): ارباب حال کے اصطلاحی الفاظ کو لغوی معانی پر محمول ٹھہرا کر ان معانی کو ارباب حال کی مراد قرار دینے سے ان نفوس قدسیہ پر قرآن و حدیث اور اجماع امت کی مخالفت کا ارتکاب تھوپنا بھی لازم آئے گا جبکہ بالیقین یہ مقربین اس معصیت کے

ارتکاب سے بری ہیں۔

جواب (۴): تفسیر بیضاوی کی اسی عبارت ۔ کے تحت علامہ محمد بن مصلح الدین المعروف شیخ زادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مقام کا اس قدر شاندار بیان کیا ہے کہ اس کے بعد کوئی ابہام باقی نہیں رہا، ملاحظہ فرمائیں:

والعارف فی مبدأ حالہ یتوجہ الی جناب ربہ بالمداومۃ علی ذکرہ والتفکر فی اسمائہ و صفاتہ و فائض آلائہ و ثوابہ والاستدلال علی الصانع بمصنوعاتہ فی الانفس و الآفاق فیتقرب الیہ بانواع الطاعات و اصناف الریاضات و یترقی من مقام الی مقام آخر اعلی من الاول حتی یستغرق بملاحظۃ جناب قدسہ بحیث لا یلاحظ شیئا الا لاحظ ربہ و لا التفت الی شیء ما الا و یری ربہ و ھو آخر درجات السالکین و اول درجات الواصلین و ھو المسمی بمقام المشاھدۃ و المعاینۃ ۔ (حاشیہ شیخ زادہ علی تفسیر البیضاوی ج ا ص ۴۰)

اور عارف اپنے حال کی ابتداء میں اپنے رب کی بارگاہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس کے ذکر پر مداومت اور ہیشگی کرنے کے ساتھ، اور اس کے اسماء وصفات اور رواں اور جاری نعمتوں اور اس کے ثواب میں تفکر وتامل کرنے اور صانع پر استدلال کے ساتھ، اس کی مصنوعات کے ذریعے جو نفوس اور آفاق عالم میں ہے۔ تو عارف مختلف قسم کی طاعات اور ریاضات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتا رہتا ہے اور ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف جو پہلے سے اعلیٰ ہوتا ہے ترقی کرتا رہتا ہے حتی کہ اللہ تعالیٰ کی جناب قدس کے ملاحظہ میں مستغرق ہوجاتا ہے اس حیثیت سے کہ کسی چیز کا ملاحظہ نہیں کرتا مگر اپنے رب کا ملاحظہ کرتا ہے۔ اور کسی شیٔ کی طرف التفات نہیں کرتا مگر اپنے رب کی صفات کے انوار دیکھتا ہے اور اس کی مصنوعات کے آثار کا مشاہدہ کرتا ہے اور وہ درجات سالکین میں سے آخری درجہ

اور درجاتِ واصلین میں سے پہلا درجہ ہے اور وہی ہے جو مقام مشاہدہ اور معاینہ کے ساتھ مسمی اور موسوم ہے۔ (شیخ زادہ)

نتیجۂ کلام:

حضرت شیخ زادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفسیر بیضاوی کی عبارت کی شرح اور وضاحت میں اس امر کو واضح کر دیا ہے کہ مقام مشاہدہ اور معاینہ واصلین کا اول درجہ ہے۔ اب اگر اس سے حالت بیداری میں سر کی آنکھ سے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا دیدار کرنا مراد لیا جائے جیسا کہ بعض فضلاء کا گمان ہے تو اس کا نتیجہ بھی خوب واضح ہے اور وہ یہ ہے کہ بلا تخصیص تمام واصلین کو اول درجہ وصول میں ہی دیدارِ الٰہی حاصل ہو جاتا ہے۔

حالانکہ اول درجہ میں وصول والے تو درکنار غوثیت کبریٰ کے مقام پر فائز ہونے والے بھی فرما رہے ہیں کہ اس دنیا میں بیداری میں سر کی آنکھ سے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا دیدار کسی ولی کو حاصل نہیں ہو سکتا، اور جو شخص دیدارِ الٰہی (ذاتی تجلی) کا دعویٰ کرے اور اپنے دعویٰ کے ظاہر پر ہی مصر ہو کسی تاویل کا قائل نہ ہو، اس کو گمراہ اور گمراہ گر قرار دینے پر تمام مشائخ متفق ہیں جیسا کہ گزشتہ صفحات میں تصریحات مشائخ گزر چکی ہیں۔

جواب (۴): تفسیر بیضاوی کی اسی عبارت کی وضاحت میں شیخ زادہ علیہ الرحمۃ نے مزید فرمایا:

و لیس المراد من الشهود والمعاینه رؤیة الحقیق بالحمد بالبصر و هو ظاهر قال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم " ان احدکم لن یری ربه حتی یموت " بل المراد به حالة تحصل للعبد عند رسوخه فی کمال الاعراض عما سواه تعالیٰ و تمام توجهه الی حضرته بحیث لا یکون فی لسانه و قلبه و وهمه و سره و جهره غیره۔ (حاشیۃ شیخ زادہ علی تفسیر البیضاوی ج ۱ ص ۳۹)

شہود اور معاینہ سے 'تمام تعریفات کی حقدار ذات پاک (اللہ جل وعلا) کو سر کی آنکھ سے دیکھنا مراد نہیں ہے اور یہ ظاہر بات ہے (کیونکہ) حضور سید المرسلین ﷺ نے فرمایا ہے: بیشک تم سے کوئی بھی اپنے رب کو ہرگز نہیں دیکھے گا یہاں تک کہ وفات پائے بلکہ مشاہدہ اور معاینہ سے مراد ایسی حالت ہے جو بندہ کو اللہ تعالیٰ کے ماسوا سے کمالِ اعراض اور اس کی بارگاہ کی طرف تمام توجہ میں راسخ اور پختہ ہونے کے وقت حاصل ہوتی ہے اس حیثیت سے کہ اس کی زبان اور دل اور وہم اور سر و جہر میں اللہ تعالیٰ کا غیر نہیں ہوتا۔

الحمد للہ ایسی تصریحات کے بعد کسی شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہی۔

جواب (۵): سورۃ نجم کی تفسیر میں قاضی بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارات سے واضح ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ کے لیے شب معراج بھی سر کی آنکھ سے دیدارِ ذاتِ باری تعالیٰ کرنے کی طرف، ان کا رجحان نہیں ہے تو اولیائے کرام کے لیے کیسے قائل ہو سکتے ہیں اس سے واضح ہوا کہ علامہ قاضی بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مصطلحاتِ اربابِ طریقت سے وہی معانی مراد ہیں جو اربابِ طریقت کے ہاں متعین ہیں اور معانی لغویہ ہرگز مراد نہیں ہیں۔

جواب (٦): ان تمام تفصیلات کے بعد بھی اگر کوئی شخص بیضاوی کی عبارت میں مصطلحاتِ صوفیائے کرام کو معانی لغویہ پر محمول کرنے پر مصر ہے تو اس کی سنگینی پر بھی اسے غور کر لینا چاہیے جس کا مختصر بیان یہ ہے کہ: مقام مشاہدہ اور معاینہ جو درجاتِ واصلین میں سے پہلا درجہ ہے اگر اس درجہ میں ہی تمام واصلین اگر دیدارِ الٰہی سے نواز دیئے جاتے ہیں تو "العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ" کیا عظیم رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام اور درجۂ عرفان پر بھی فائز نہ تھے کہ انھیں "لَنْ تَرَانِي" "تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔ فرمایا گیا؟ اس لیے کسی فاضل

کے لیے ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے کہ وہ ایسی عبارات سے اصلاحی جماعت کے نظریات باطلہ، جن کی اسلام میں گنجائش ہی نہیں ہے، کو حق ثابت کرنے کے لیے سعی کرے۔

اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم

شبہ (۷): تفسیر کبیر کی عبارت:

فقولہ (لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ) يفيد ان الابصار المعهودة فى الدنيا لا تدركه و نحن نقول بموجبه فان هذه الابصار و هذه الاحداق ما دامت تبقى على هذه الصفات التى هى موصوفة بها فى الدنيا لا تدرك الله تعالىٰ و انما تدرك الله تعالىٰ اذا تبدلت صفاتها و تغيرت احوالها فلم قلتم ان عند حصول هذه التغيرات لا تدرك الله. (تفسیر کبیر ج ۱۳ ص ۱۲۸)

قول باری تعالیٰ "لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ" آنکھیں اللہ تعالیٰ کا ادراک نہیں کر سکتیں۔ اس امر کا فائدہ دیتا ہے کہ بیشک دنیا میں معہود اور معلوم آنکھیں اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں کر سکتیں اور اس کے موجب کے ہم قائل ہیں۔ اس لیے کہ بیشک یہ آنکھیں اور (آنکھوں کے) یہ ڈھیلے جب تک ان صفات پر باقی ہیں، جن کے ساتھ دنیا میں موصوف و متصف ہیں، تو اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں کر سکتے اور جب ان کی صفات تبدیل ہو جائیں گی اور ان کے احوال متغیر ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے۔ تو تم نے کس لیے کہا ہے کہ بیشک ان تغیرات کا تبدیلیوں کے حاصل ہونے کے وقت (بھی) آنکھیں اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں کر سکیں گی۔

الجواب بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

آیات مقدسہ کے تحت تفسیری عبارات کے بیان میں امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت مذکورہ کی وضاحت گزر چکی ہے اس لیے اب صرف توجہ مبذول

کروانے کے لیے چند کلمات عرض کرتا ہوں کہ: عبارت مذکورہ سے حضرات اولیائے کرام کے لیے دنیا میں سر کی آنکھ سے دیدارِ الٰہی ثابت کرنے کے لیے استدلال کرنا، عدم توجہ اور زبردست غفلت پر مبنی ہے اور پھر اصلاحی جماعت کی تائید میں پیش کرنا مزید باعثِ حیرت ہے اس لیے کہ حضرت امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ تو عبارت مذکورہ میں دنیا میں آنکھوں کا دیدارِ الٰہی نہ کر سکنا اور آخرت میں شرفِ دیدار سے مشرف ہونا بیان کر رہے ہیں اور دنیا و آخرت کے احوال میں وجہ فرق بیان کر کے مطلقاً دیدارِ الٰہی کو محال اور ناممکن قرار دینے والوں (معتزلہ وغیرہ) کا رد کر رہے ہیں اور عبارت منقولہ کا حاصل یہ ہے کہ:

یہ آنکھیں دنیا میں جن صفات سے موصوف و متصف ہیں جب تک ان سے موصوف و متصف رہیں گی تو دیدارِ الٰہی نہیں کر سکتیں کیونکہ ان صفات سے ایک صفت فنا بھی ہے تو جب تک یہ فانی ہیں تب تک دیدارِ الٰہی کی تاب نہیں لا سکتیں اور جب آخرت میں باقی اور ابدی آنکھیں عطا کر دی جائیں گی تو شرفِ دیدار سے نوازے جانے کی استطاعت بھی رکھیں گی اور بالفعل نوازی بھی جائیں گی۔

(اور یہ وہی بات ہے جو امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے اکابر نے بیان فرمائی ہے (از راقم الحروف) لہٰذا دنیا اور آخرت میں مطلقاً دیدارِ الٰہی کے منکرین کا اپنے نظریہ کو حق ثابت کرنے کے لیے ارشاد باری تعالیٰ ''لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ'' سے استدلال کرنا، ہرگز درست نہیں ہے اور اس فرمان خداوندی کا جو صحیح معنی و مفہوم ہے ہم اہل سنت و جمہور امت اس کے قائل ہیں۔ جبکہ بعض فضلاء نے امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ کی غرض کے برعکس محض تحکم سے ان کی عبارت مذکورہ سے دنیا میں اولیاء کرام کے لیے دیدارِ الٰہی واقع ہونا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

شبہ (۸) : حضرت امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرات اولیائے کرام کے لیے دنیا میں دیدارِ الٰہی واقع ہونے کے قائل ہیں۔

الجواب بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

مسئلہ دیدارِ الٰہی میں حضرت امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ کے موقف اور نظریہ کی حقیقی صورت حال، ان کی بیان کردہ توضیحات وتصریحات سے ہدیہ ناظرین کی جا چکی ہیں۔ اور بعض فضلاء کے دعویٰ کا خلاف واقع ہونا تو اس سے ہی واضح ہے کہ امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ تو اس کے بھی قائل نہیں ہیں کہ شبِ معراج حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذاتی تجلی سے مشرف فرمائے گئے تھے جیسا کہ احیاء علوم الدین میں مسئلہ رؤیت کے بیان میں انھوں نے صراحت کی ہے تو حضرات اولیائے کرام کیلئے دنیا میں دیدار الٰہی واقع ہونا وہ کیسے تسلیم کر سکتے ہیں۔

ضروری تنبیہ:

کثیر علمائے اعلام اور ائمہ عظام اسلاف کرام حضرات صحابہ ومن بعدہم کا مختار یہی ہے کہ شبِ معراج حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیدارِ الٰہی سے نوازے گئے ہیں اور یہی صحیح ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وشیخ محی الدین نووی گفتہ راجح ومختار نزد اکثر علمائے کبار آنست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دید پروردگار خود را بچشم سر۔ (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ المصابیح ج ۴ ص ۴۳۱)

اور شیخ محی الدین نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اکثر علمائے کبار کے نزدیک راجح اور مختار یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر کی آنکھ کے ساتھ اپنے پروردگار جل وعلا کا دیدار کیا ہے۔

اور دیگر تصریحات بھی گزر چکی ہیں جن میں اس کو صحیح قرار دیا ہے اور یہی امر لائق اعتماد ہے کیونکہ خواب میں دیدار الٰہی تو اولیاء کرام کو بھی عطا کر دیا جاتا ہے۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امتیازی شان ثابت نہیں ہوتی۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ اعلم

شبہ (۹): حضرت شیخ اکبر ابن عربی قدس سرہ نے فرمایا شیخین کریمین اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیدارِ الٰہی ہوتا تھا:

باب فی الرؤیۃ: قال الصدیق رضی اللہ عنہ ما رأیت شیئا الا رأیت اللہ قبلہ و قال الفاروق رضی اللہ عنہ ما رأیت شیئا الا رأیت اللہ معہ و روی عن عثمان رضی اللہ عنہ ما رأیت شیئا الا رأیت اللہ بعدہ۔ (کتاب الاعلام لابن العربی ص ۲۔۳ من رسائل ابن العربی جز دوم)

دیدارِ الٰہی کے بیان میں باب: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے کسی شئ کو نہیں دیکھا مگر اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے کسی چیز کو نہیں دیکھا مگر اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے کسی چیز کو نہیں دیکھا مگر اسکے بعد اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ (کتاب الاعلام)

ان اقوال سے معلوم ہوا کہ حضرات مقربین کو دنیا میں سر کی آنکھ سے بیداری میں دیدارِ الٰہی عطا کیا جاتا ہے اور شیخین کریمین اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اکثر اوقات یہ شرف حاصل رہتا تھا۔

الجواب بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

اقوال مذکورہ اور ان جیسے دیگر اقوال میں رؤیت سے، حالت بیداری میں سر کی آنکھ سے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا دیدار کرنا ہر گز مراد نہیں ہے کیونکہ حضرات خلفاء

راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے قرآن وحدیث کے خلاف امر کی خبر ہرگز نہیں دی۔
بلکہ ان عبارات اور ان جیسی دیگر عبارات میں مضاف محذوف ہے۔ مثلاً "ما رأیت شیئا الا رأیت اللہ قبلہ" میں اصل اور پوری عبارت یہ ہے "ما رأیت شیئا الا رأیت انوار صفات اللہ و آثار مصنوعاتہ قبلہ"۔

میں نے کسی شی کو نہیں دیکھا مگر اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کی صفات کے انوار اور اس کی مصنوعات کے آثار کو دیکھا ہے۔

اور ایسے ہی باقی اقوال میں ہے۔ جیسا کہ محدث علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے حضرات صوفیائے کرام کے ایسے اقوال کا یہی معنی اور ان حضرات کی یہی مراد بیان کی ہے، ملاحظہ فرمائیں:

فالقائل بانی اری اللہ فی الدنیا بعین بصریۃ (الی ا ن قال) ان اراد بھا حال الیقظۃ فان قصد بہ حذف المضاف و اراد انہ یری انوار صفاتہ و یشاھد آثار مصنوعاتہ فذا جائز بلا مریۃ کما ورد عن بعض الصوفیۃ ما رأیت شیئا الا و رأیت اللہ قبلہ او بعدہ او فیہ او معہ. (شرح الفقہ الاکبر ص ۱۴۶۔۱۴۷)

پھر اس بات کا قائل کہ تحقیق میں دنیا میں سر کی آنکھ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا دیدار کرتا ہوں (تا) اگر تو اس کے ساتھ بیداری کی حالت میں رؤیت اور دیدار کرنا مراد لیتا ہے تو پھر اگر اس کے ساتھ حذفِ مضاف کا قصد اور ارادہ کرے اور مراد یہ لے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے انوار دیکھتا ہے اور اس کی مصنوعات کا مشاہدہ کرتا ہے، تو بلا شک وشبہ یہ جائز ہے جیسا کہ بعض صوفیائے کرام سے وارد ہے "ما رأیت شیئا الا و رأیت اللہ قبلہ او بعدہ او فیہ او معہ" "میں نے کسی شئ کو نہیں دیکھا مگر اس حال میں کہ اس سے پہلے یا اس کے

بعد یا اس میں یا اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی صفات کے انوار کو دیکھا ہے اور اس کی مصنوعات کے آثار کا مشاہدہ کیا ہے۔ (شرح الفقہ الاکبر)

اور حضرات کاملین کے ایسے اقوال سے ان کی مراد یہی ہونا متعین ہے جیسا کہ تیسرے باب میں حضرات مشائخ طریقت کی تصریحات بھی گزر چکی ہیں کہ مسئلہ دیدارِ الٰہی میں ان کا نظریہ اور عقیدہ قرآن وحدیث کے خلاف ہرگز نہیں ہے۔ لہٰذا ایسی عبارات اشتباہ واشکال کا موجب اور سبب ہرگز نہیں ہیں۔ اور ان نفوس قدسیہ کی مراد کے خلاف ان کے اقوال کے مطالب ومعانی بیان کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔

والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

خاتمہ

''صراط الصالحین'' نامی کتاب کے مندرجات کی ایک جھلک

اور دیگر ضروری اُمور کا بیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین و علی آلہ واصحابہ اجمعین۔

قال اللہ تعالیٰ:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ط..... (ال عمران ۳: ۱۰۴)

وقال النبی ﷺ: مَنْ رَاٰی مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ۔ الحدیث

وقال النبی ﷺ: اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ۔ الحدیث

خیر اور بھلائی کی طرف دعوت اور نیکی کا امر اور برائی سے روکنا فرائض سے ہے اور برائی کو ہاتھ سے روکنے کی طاقت ہے تو ہاتھ سے روکنا اور اگر صرف زبان سے منع کرنے کی استطاعت ہو تو زبان سے منع کرنا، لازم اور ضروری ہے اور اگر یہ بھی نہ کر سکتا ہو تو دل سے برا جاننا فرض ہے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔ نیز دین اسلام سراپا خیر خواہی سے عبارت ہے۔

عظیم المیہ:

نہایت ہی افسوس اور دکھ کی بات ہے کہ حضرات مشائخ طریقت کی خانقاہیں جو رشد و ہدایت کا منبع اور مخزن تھیں اور وہاں سے خلقِ خدا کو کتاب و سنت کی اتباع کے درس

کے ساتھ معارف واسرار کے ذریعہ روح کی غذا اور باطنی تسکین نصیب ہوتی تھی لیکن اب بعض مشائخ عظام کے مزارات سے وابستہ افراد کی کرم فرمائی سے حضرات اولیائے کرام کے مشن کی ترویج اور نشر واشاعت کے نام پر کچھ ایسے عقائد ونظریات کی اشاعت اور ترویج بھی کی جارہی ہے جن کی اسلام میں بالکل گنجائش ہی نہیں ہے کیونکہ وہ افکار و نظریات قطعیاتِ اسلام اور ضروریاتِ دین اور اجماع امت کے خلاف ہیں جن کی سنگینی اہل علم پر خوب واضح ہے۔

اسی سلسلہ کی ایک کڑی ''صراط الصالحین'' نامی کتاب ہے جو سید امیر خان نیازی سروری قادری کی تالیف ہے۔

ضروری نوٹ:

میرے سامنے ''صراط الصالحین'' کا جو نسخہ ہے یہ ہے:

صراط الصالحین:

مطبوعہ: رفیق افضالی پریس فیصل آباد

ناشر: انجمن غوثیہ عزیزیہ، حق باہو سلطان پاکستان وعالم اسلام رجسٹرڈ

دربار عالیہ سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ

اور کتاب مذکور کی تالیف کی غرض وغایت کا بیان اور کتاب کا تعارف اسی کتاب کے شروع میں بڑی وضاحت کے ساتھ منقول ہے۔ یہ کتاب دراصل حضرت سلطان العارفین سخی سلطان باہو قدس سرہ العزیز کے آستانہ عالیہ مقدسہ سے وابستہ ''اصلاحی جماعت'' کے نام سے ایک تنظیم کا نصاب تبلیغ ہے جو آجکل ''تنظیم العارفین'' کے نام سے زیادہ متعارف ہے۔ چنانچہ کتاب مذکور کے مؤلف صاحب رقم طراز ہیں:

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ''اصلاحی جماعت'' کو نہایت ہی مختصر عرصہ میں عوامی تائید و قبولیت حاصل ہوگئی اور اب اس کے لیے ایک مکمل تعلیمی و تبلیغی نصاب کی ضرورت پیش آئی تو حضرت موصوف نے ''صراط الصالحین'' کے نام سے ایک ایسی کتاب تحریر کرنے کا حکم دیا جو اصلاحی جماعت کی تمام ضروریات کا احاطہ کر سکے۔ لہٰذا مشاورتی کمیٹی کا اجلاس ہوا اور کافی غور و خوض کے بعد فیصلہ ہوا کہ ''صراط الصالحین'' کی کم از کم تین جلدیں ہوں جن میں عقائد' عبادات اور اعمال صالحہ کو اولیاء کرام کے نقطۂ نظر سے پیش کیا جائے۔ اس فیصلہ پر عمل درآمد کرتے ہوئے میری پہلی کوشش ''صراط الصالحین'' جلد اول کی صورت میں پیش خدمت ہے۔ (صراط الصالحین ج ۱ ص ۵۔ ۶ مطبوعہ رفیق افضالی پریس فیصل آباد)

عبارت مذکورہ میں ''فیصلہ ہوا'' تا آخر بغور ملاحظہ فرمالیں۔

اور کتاب مذکور کے مندرجات پر سطحی نظر سے ہی واضح ہوا کہ مؤلف صراط الصالحین نے جو دعویٰ کیا ہے اور اپنا مقصود و منشور بتایا ہے کہ عقائد' عبادات اور اعمال صالحہ کو اولیاء کرام کے نقطہ نظر سے پیش کیا جائے اس فیصلہ پر عمل درآمد کرتے ہوئے میری پہلی کوشش صراط الصالحین جلد اول کی صورت میں پیش خدمت ہے۔

نیز لکھا ہے:

صحابہ کرام ﷺ کے بعد اولیاء کرام کی ہی وہ جماعت ہے جس نے انبیاء کرام علیہم السلام کے تبلیغی مشن کو بطریق احسن جاری رکھا ہوا ہے (تا) لہٰذا اصلاحی جماعت انھی اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کی تعلیمات کو لے کر میدان عمل میں آئی ہے اس جماعت کے افراد قلبی ذکر اللہ خود بھی کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی اس کی طرف راغب کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے طریق پر شریعت مطہرہ کی ممکن پیروی اور دائمی قلبی ذکر اللہ

کے ذریعے ظاہر و باطن کی تکمیل کا انتظام واہتمام کرنا اصلاحی جماعت کا مشن ہے۔ ایسی جماعت سے تعاون کرنا اور اس میں شامل ہونا گویا اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہے۔

(صراط الصالحین ص ۲۹۔۳۰)

مزید رقمطراز ہیں:

اصلاحی جماعت اولیائے کرام کی تعلیمات کے ذریعہ نفس، اعمال، کردار اور عبادات کی اصلاح کے لیے کوشاں ہے۔ (صراط الصالحین ص ۱۲)

لیکن عملاً اس کے بالکل برعکس اور الٹ کیا ہے جیسا کہ ناظرین پر عنقریب واضح ہو جائے گا۔ اور مزید تعجب اس بات پر ہے کہ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو قدس سرالعزیز کی کتب سے اتباع شریعت مطہرہ کی اہمیت اور طریقت کے نام پر شریعت مطہرہ کی مخالفت کی سنگینی بھی بقلم خود اسی کتاب میں نقل کی ہے۔

(الف) اس قدر استغراق کے باوجود سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس طرح ثابت قدم رہے کہ زندگی بھر آپ سے ایک مستحب بھی فوت نہیں ہوا سبحان اللہ!

آپ فرماتے ہیں:

ہر مراتب از شریعت یافتم

پیشوائے خود شریعت ساختم

میں نے شریعت پر عمل پیرا ہو کر ہر مرتبہ حاصل کیا ہے اور اپنا پیشوا اور رہبر شریعت کو بنایا ہے۔

آپ نے ایک سو چالیس کے قریب کتب تصنیف فرمائی ہیں اور ان سب کتب

میں طالبان حق کے لیے تین باتوں کی کثرت سے تاکید فرمائی۔

(۱) گمنامی وخمول

(۲) ترک دنیا

(۳) شریعت محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر قیام واستقامت۔ (صراط الصالحین ص ۱۸)

(ب) اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عنوان کے تحت متعدد آیات نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

ان جملہ آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے چاہنے والوں پر واضح کیا ہے کہ اس کی معرفت، اس کا قرب اور اس کی رضا، اطاعت رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے مشروط ہے جس میں کسی قسم کی کمزوری اور گریز کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔ اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسوۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکمل طور پر اپنانے اور شریعت مطہرہ کی پیروی اختیار کرنے میں ہے۔ شریعت محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے معمولی سا گریز وانحراف اللہ تعالیٰ کے قرب ومعرفت سے دور کر کے اس کے قہر وغضب کا موجب بن جاتا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ: کل طریقۃ ردتھا الشریعۃ فھی زندقۃ۔

جس راہ کو شریعت رد کر دے وہ زندقہ (کفر وشیطان کی راہ) ہے۔

جو شخص شریعت کی پابندیوں سے آزاد رہ کر اللہ تعالیٰ کی معرفت وقرب کا دعویٰ کرے اور ظاہر میں اس سے کرامات کا ظہور بھی ہو رہا ہو، وہ شخص جھوٹا، دغاباز، فریبی اور شیطان ہے۔ (صراط الصالحین ۱۰۶)

قطع نظر اس سے کہ روایت مذکورہ کی فنی حیثیت کیا ہے، تاہم مؤلف مذکور نے اس کے تحت بقلم خود جو نتیجہ لکھا ہے اس کو دوبارہ ملاحظہ فرمالیں۔

(ج) سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

معرفت الٰہیہ کے جتنے بھی مراتب ہیں ان کا حصول شریعت مطہرہ کی پابندی کے بغیر ناممکن ہے کہ علم شریعت دودھ ہے اور علم باطن مکھن ہے، جب دودھ ہی نہ ہو تو مکھن کہاں سے آئے گا۔ (صراط الصالحین ص ۱۰۷)

(د) اپنی نہایت ہی مشہور کتاب ''عین الفقر'' میں آپ نے شریعت مطہرہ کے مرکزی رکن نماز کے بارے میں ایک حدیث مبارک نقل فرمائی ہے (تا) خنزیر کہتا ہے خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے خنزیر پیدا کیا ہے بے نمازی نہیں بنایا ہے۔

(صراط الصالحین ص ۱۰۹)

روایت مذکورہ کی فنی حیثیت جو بھی ہے صراط الصالحین کے مؤلف نے تو اس کی صحت کا اعتقاد رکھتے ہوئے اس کو نقل کیا ہے۔

(ہ) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع یہ ہے کہ زندگی بھر کا کوئی فعل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی راہ سے ہٹ کر نہ ہو، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سختی سے کاربند رہا جائے۔

(صراط الصالحین ص ۲۹۴)

لیکن اس کے باوجود مصنف مذکور نے طریقت اور فقر کی آڑ میں بڑی فراخ دلی سے شریعت مطہرہ کی بھرپور مخالفت کی ہے جیسا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب آپ ملاحظہ کریں گے۔

صراط الصالحین کے مندرجات کی ایک جھلک:

اب صراط الصالحین جیسے مقدس نام سے موسوم کتاب میں جو کچھ عملاً کیا گیا ہے اس کی ایک جھلک بھی ملاحظہ فرمائیں۔

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول: کتاب مذکور میں صرف ایک ہی قسم کا سقم نہیں ہے بلکہ متعدد انواعِ سقم موجود ہیں۔ قرآن کریم کی معنوی تحریف' عقائد ونظریات باطلہ کی تعلیم وترویج' اذکار اور اَوراد و وظائف سے باز رکھنے کی سازش' علم شریعت کی تعلیم اور تعلم سے دور رکھنے کی پرفریب کوشش وغیرہ۔

نوعِ اول: قرآن کریم کی معنوی تحریف

قرآن کریم کی معنوی تحریف بڑی فراخ دلی کے ساتھ کی گئی ہے اور اس کا اصل محرک، مؤلف اور ان کی جماعت کا ایک نظریہ اور عقیدہ ہے اور ''صراط الصالحین'' نامی کتاب، جماعت کے سلیبس اور نصاب کے طور پر دراصل اسی نظریہ کے پرچار کے لیے تالیف کی گئی ہے۔

وہ نظریہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شبِ معراج سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام امت کے لیے، دنیا کی زندگی میں، حالتِ بیداری میں، سر کی آنکھوں سے، اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا دیدار عام ہو چکا ہے۔ افرادِ اُمت سے کسی پر کوئی پابندی نہیں ہے جو چاہے دیدارِ الٰہی کرسکتا ہے اور اس نعمت کے حصول کا طریقہ بھی کتاب مذکور میں درج ہے۔

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ نظریہ اور عقیدہ قرآن کریم' احادیث مبارکہ اور اجماع امت کے خلاف ہے اور مؤلف مذکور اور ان کی جماعت محض تحکم اور سینہ زوری سے اسے قرآن کریم سے ثابت کرنا چاہتے ہیں اور اس کے لیے قرآن کریم کی معنوی تحریف کے سوا

ان کے پاس کوئی راستہ ہی نہیں تھا تو کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور جوابدہی کی فکر کے لیے بغیر بڑی دلیری سے قرآن کریم کی معنوی تحریف کا ارتکاب کیا ہے۔

بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیں:

آیت نمبر ۱:

(۱) وَمَنْ كَانَ فِىْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى .... (بنی اسرائیل ۱۷:۷۲)

جو شخص اس دنیا میں (اللہ تعالیٰ کے دیدار سے) اندھا رہا وہ آخرت میں بھی (دیدارِ الٰہی کرنے سے) اندھا رہے گا۔ (صراط الصالحین ص ۹۴)

اقول: انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حقیقت یہ ہے کہ آیت مذکورہ کا کفار اور مشرکین کے بارے میں ہونا، قرآن کریم سے ہی خوب واضح ہے۔ نیز اس پر تمام علمائے امت کا اجماع بھی ہے۔ اور اعمیٰ سے عقل اور دل کا اندھا مراد ہے نہ کہ دنیا میں دیدارِ الٰہی سے محروم۔

اس آیت مبارکہ کے ساتھ اس سے پہلی آیت مبارکہ اور اس کی تفسیر بھی ساتھ ملاحظہ فرمائیں تاکہ یہ مقام خوب واضح ہو جائے۔ قرآن کریم نے اس مقام پر ایک گروہ کا پہلی آیت مبارکہ میں تذکرہ فرمایا ہے اور دوسرے گروہ کا "صراط الصالحین" میں نقل کردہ آیت مبارکہ میں۔

درسی تفسیر جلالین ہی ملاحظہ فرمائیں:

يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ ج بنبيهم فيقال يا امة فلان او بكتاب اعمالهم فيقال يا صاحب الخير و يا صاحب الشر و هو يوم القيامة فَمَنْ اُوْتِىَ منهم كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ و هم السعداء اولوا البصائر فى الدنيا فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ ينقصون

من اعمالھم فَتِيۡلًا ۞ وَمَنۡ كَانَ فِىۡ هٰذِهٖۤ ای الدنیا اَعۡمٰى عن الحق فَهُوَ فِى الۡاٰخِرَةِ اَعۡمٰى عن طریق النجاۃ و قراءۃ الکتاب وَاَضَلُّ سَبِيۡلًا ابعد طریقا عنہ.

(تفسیر جلالین ص ۲۳۶)

جس دن ہم سب لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے یعنی ان کے نبی کے ساتھ، پھر کہا جائے گا: اے فلاں نبی کی امت' یا ان کے نامۂ اعمال کے ساتھ بلائیں گے تو کہا جائے گا اے صاحبِ خیر اور اے صاحبِ شر اور ''یوم ندعوا'' میں یوم سے قیامت کا دن مراد ہے ''تو ان سے جن کے دائیں ہاتھ میں ان کا نوشتۂ اعمال دیا جائے گا'' اور وہ دنیا میں سعادت مند، اربابِ بصیرت ہیں۔'' وہ اپنے نامۂ اعمال کو پڑھیں گے اور اپنے اعمال (کے اجر و ثواب) سے کھجور کی گٹھلی کے شگاف میں باریک دھاگے کے برابر بھی کم نہ دیئے جائیں گے''۔ (تا) اور جو شخص اس دنیا میں حق سے اندھا رہے وہ آخرت میں بھی نجات کے راستہ اور نامۂ اعمال پڑھنے سے اندھا ہو گا اور اس سے بھی زیادہ راہ بھٹکا ہوا۔

ضروری تنبیہ:

ظلم کی انتہاء ہے کہ جس آیت مقدسہ کا کفار و مشرکین کے بارے میں ہونا قرآن کریم سے ہی خوب واضح ہے نیز تمام علمائے امت کا اس پر اجماع اور اتفاق بھی ہے۔ صراط الصالحین کے مؤلف نے اسے ایمانداروں پر چسپاں کر دیا ہے کہ جو اہل ایمان اصلاحی جماعت کے بیان کردہ تصور اسم ذات والا عمل نہ کرنے کی وجہ سے اس دنیا میں دیدارِ الٰہی سے محروم ہیں وہ العیاذ باللہ آخرت میں بھی محروم ہی رہیں گے۔ (تفسیر جلالین)

تحریفی ترجمہ اور نظریہ مذکورہ کی سنگینی کا بیان

مقدمہ اولیٰ: صراط الصالحین میں تسلیم کیا گیا ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک کے سوا کسی نبی اور رسول کو دنیوی زندگی میں حالت بیداری میں سر کی آنکھ سے دیدارِ الٰہی حاصل نہیں ہوا۔ یعنی مقدمہ اولیٰ مؤلفِ کتاب مذکور کے نزدیک بھی مسلم ہے۔

مقدمہ ثانیہ: اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ امر قطعیات اسلام سے ہے کہ تمام مؤمنین کو آخرت میں دیدارِ الٰہی سے نوازا جائے گا۔ (احادیث مبارکہ کی روشنی میں جنت میں ان کے لیے سب سے بڑی نعمت رضائے الٰہی اور دیدارِ الٰہی کا حصول ہے) اور آخرت میں دیدارِ الٰہی سے محروم صرف وہ رہے گا جس کو جنت میں داخل ہونا نصیب نہ ہوگا۔

نتیجہ: جب مقدمہ اولیٰ مؤلف مذکور کے نزدیک بھی مسلم ہے اور مقدمہ ثانیہ قطعیاتِ اسلام سے ہے تو نتیجہ خوب واضح ہے کہ (العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ) حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی نبی اور رسول کو جنت میں داخل ہونا نصیب نہیں ہوگا۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ کیونکہ آخرت میں دیدارِ الٰہی سے محرومی کی صورت تو صرف یہی ہو سکتی ہے اس لیے کہ اہل جنت تو اس نعمت سے ضرور نوازے جائیں گے۔

العیاذ باللہ' اس سے بڑھ کر حضرات انبیاء کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوات والتسلیمات کی توہین اور گستاخی اور کیا ہو سکتی ہے کہ ایک نظریہ اور عقیدہ اپنایا ہے اور اس کو ثابت کرنے کے لیے قرآن کریم کی ایک آیت مبارکہ کا ایسا ترجمہ لکھ دیا ہے جس سے مذکور نتیجہ لازم آیا ہے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ

نیز جن حضرات صحابہ کرام ومن بعدہم علمائے امت کے نزدیک حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے بھی دنیوی زندگی میں سر کی آنکھ سے حالت بیداری میں دیدارِ الٰہی نہیں کیا تو ان علمائے امت کے نظریہ اور عقیدہ کی رو سے اس تحریفی ترجمہ اور مؤلف مذکور و اصلاحی جماعت کے نظریہ کی سنگینی اور بھی زیادہ ہوگئی کہ العیاذ باللہ ثُمَّ العیاذ باللہ جنت میں داخل نہ ہونے والے حکم میں دیگر انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے ساتھ حضور سید الانبیاء و المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شامل ہونا بھی لازم آیا۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ یہ ہے اصلاحی جماعت کا عطا کردہ تحفہ اور نصابِ تبلیغ و تربیت جس میں اس نے عقائد، عبادات اور اعمال صالحہ کو اولیاء کرام کے نقطہ نظر سے پیش کیا ہے اور اولیائے کرام کی تعلیمات کے ذریعہ نفس، اعمال، کردار اور عبادات کی اصلاح کی کوشش فرمائی ہے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ

آیت نمبر ۲:

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ..... الآیۃ۔ (الزمر ۳۹:۲۲)

جس شخص کا سینہ اللہ (اسم اللہ ذات کے ذکر) نے اسلام کے لیے کھول دیا۔

(صراط الصالحین ص ۱۲۷)

ضروری وضاحت اور تحریفی ترجمہ کی سنگینی کا بیان

اسلام کے لیے کسی کا سینہ کھول دینا اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک کا فعل ہے اور آیت مقدسہ مذکورہ میں بلاشبہ باجماع علمائے امت اللہ سے مراد اسم اللہ کا ذکر نہیں ہے بلکہ مسمی اور ذات باری تعالیٰ مراد ہے جبکہ تحریفی ترجمہ میں اللہ سے مراد اسم اللہ کا ذکر بتایا ہے اور مترجم و مربی مبلغین اصلاحی جماعت نے اتنا غور کرنے کی زحمت نہیں اٹھائی کہ اسلام کے لیے سینہ کھولنا اگر اسم اللہ کے ذکر کا فعل ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ وہ شخص قبولِ اسلام سے قبل ہی اسم اللہ کا ذاکر تھا اور اس ذکر کی بدولت اسے اسلام نصیب ہوا، تو اس کا صاف

مطلب یہ ہوا کہ لاکھوں، کروڑوں افراد کفار بھی اسم اللہ کے ذاکر تھے اور ہیں اور رہیں گے جنھوں نے کفر سے توبہ کر کے اسلام قبول کیا ہے، یا کریں گے۔ کیونکہ بزعم مؤلف مذکور اسلام کے لیے ان کا سینہ اسم اللہ کے ذکر نے کھولا ہے۔

جبکہ کتاب مذکور میں دوسرے مقام پر حضور خیر الانام علیہ التحیۃ والسلام کی ذات پاک کے سوا تمام انبیاء کرام اور مرسلین عظام علیہم السلام کی نسبت لکھا ہے:

اللہ تعالیٰ نے انھیں اسم اللہ ذات کے ذکر کی اجازت عطا نہیں فرمائی۔

(صراط الصالحین ص ۱۴۲)

لا حول ولا قوۃ الا باللہ (اور اس کی وجہ بیان کی ہے کہ اسم اللہ کے ذکر کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے ذاتی انوار و تجلیات ذاکر پر وارد ہوتے ہیں اور) اللہ تعالیٰ کے ذاتی انوار و تجلیات کی برداشت کی استعداد اُن میں نہیں تھی۔ (صراط الصالحین ص ۱۴۲)

لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

قطع نظر اس سے کہ استعداد مذکور ان میں تھی یا نہ تھی۔ حضرات انبیاء کرام و مرسلین عظام علیہم الصلاۃ والسلام کی اس سے بڑھ کر توہین اور گستاخی کیا ہو سکتی ہے کہ جس عظیم ذکر کی حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے لیے اجازت بھی تسلیم نہیں کی، کفار کے لیے صرف اجازت ہی نہیں بلکہ بالفعل ذاکر ہونا بھی تسلیم کیا ہے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ

نیز حضرات انبیاء کرام و مرسلین عظام علیہم السلام کو جس استعداد سے خالی قرار دیا ہے، اسے اپنے لیے اور پوری امت مسلمہ کے لیے بلکہ لاکھوں کروڑوں کفار کے لیے بھی تسلیم کر لیا ہے۔ کیونکہ مؤلف مذکور کے نزدیک اسم اللہ ذات کے ذکر نے کفار کا سینہ اسلام کے لیے کھولا ہے۔ اور اسم اللہ ذات کے ذاکر میں ذاتی انوار و تجلیات کی برداشت کی

استعداد ہونا، اس جماعت کا بنیادی نظریہ اور عقیدہ ہے تو نتیجہ خوب واضح ہے کہ: لاکھوں کروڑوں کفار میں بھی یہ استعداد موجود ہے۔

(**تنبیہ**) مذکورہ دو آیات مبارکہ بطور نمونہ پیش کی ہیں ورنہ کتاب مذکور میں کافی آیات مقدسہ میں معنوی تحریف کی گئی ہے۔

نوعِ ثانی: عقائد و نظریات باطلہ کی تعلیم و ترویج

مذکور کتاب میں ایسے عقائد و نظریات بھی پیش کئے گئے ہیں جن کی اسلام میں گنجائش ہرگز نہیں ہے اور دوسرا ظلم یہ کیا ہے کہ انھیں اولیاء کرام کے عقائد و نظریات قرار دے دیا ہے تاکہ عامۃ المسلمین کو ایسے عقائد و نظریات اپنانے پر اکسایا جائے۔ عوام الناس بیچارے کیا جانیں کہ اس بیان میں سچائی کتنی ہے۔

پہلا نظریہ: مؤلف مذکور اور اصلاحی جماعت کا عقیدہ اور نظریہ یہ ہے کہ اسم اللہ اور اسم پاک کا مسمی یعنی ذات باری تعالیٰ ایک ہی چیز ہے۔ چنانچہ ملاحظہ فرمائیں:

ہر چیز کا اسم الگ ہے اور ذات الگ ہے مگر اللہ تعالیٰ چونکہ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ ہے اس لیے وہ اسم میں بھی اور ذات میں بھی واحد ہے۔ (صراط الصالحین ص ۱۳۵)

اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ ہزار عالم کی مخلوق کی جملہ ارواح کو اپنے روبرو صف آرا فرمایا تو خود کو اسم اللہ ذات کی صورت میں جلوہ گر فرمایا کیونکہ اللہ تعالیٰ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ ہے۔ اس لیے کہ وہ اسم ذات میں بھی ایک ہے۔ (صراط الصالحین ص ۷۲)

اسم اللہ ذات کیا ہے؟ یعنی عین ذات: وہ ذات کہ جو بے مثل و بے چوں و پاک و منزہ ہے اور جس کی وحدانیت پر یہ آیت مبارکہ شاہد ہے۔ ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ''

(صراط الصالحین ص ۱۳۵)

نتیجۂ کلام: اس نظریہ اور عقیدہ کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ان مہربانوں کے نزدیک اسم اللہ ہی خالق و مالک اور معبود برحق ہے' اسم اللہ ہی حضرات انبیاء کرام و مرسلین عظام علیہ الصلوات والتسلیمات کو مبعوث فرمانے والا ہے اور تمام موحدین اسم اللہ ہی کی عبادت کرتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک اسم اللہ اور اس کا مسمی یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ایک ہی شئ سے عبارت ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

دوسرا نظریہ: نور محمدی اللہ تعالیٰ کا ذاتی نور ہے۔ (صراط الصالحین ص ۳۲۶)

جبکہ قرآن وحدیث کی روشنی میں اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ پاک مخلوق ہے' اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا عین یا جزء ہرگز نہیں ہے کیونکہ ایسا عقیدہ خالص گمراہی ہے جس سے توبہ فرض ہے۔ لہٰذا نورِ محمدی کو اللہ تعالیٰ کا ذاتی نور قرار دینا قرآن وحدیث کے انکار کے مترادف ہے۔

تیسرا نظریہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ سے نسبت واتحاد ذاتی و صفاتی ہے۔ (صراط الصالحین ص ۳۲۸)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اگرچہ خدا نہیں لیکن خدا سے جدا بھی نہیں۔ نہ آپ خدا کے غیر ہیں۔ (صراط الصالحین ص ۳۲۸)

دوسری عبارت کا پہلا فقرہ کہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اگرچہ خدا نہیں لیکن خدا سے جدا بھی نہیں' بایں معنی درست ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے حضور کمالِ قرب حاصل ہے اور ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم کی معیت آپ کو نصیب ہے۔ نہ بایں معنی کہ حضور خدا سے جدا کوئی علیحدہ ذات نہیں ہے بلکہ عین خدا ہیں کیونکہ یہ نظریہ خالص گمراہی ہے۔

اور دوسرا فقرہ کہ: ''نہ آپ خدا کے غیر ہیں'' تو کیا العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عین خدا ہیں؟ جبکہ یہ نظریہ اور عقیدہ کتاب وسنت کی روشنی میں تمام علماء حق کے نزدیک سراسر گمراہی ہے۔

پہلی عبارت (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ سے نسبت واتحاد ذاتی وصفاتی ہے) سے متصل بعد لکھا ہے: "اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے ذاتی وصفاتی ناموں سے موسوم کیا ہے"۔ (صراط الصالحین ص ۳۲۸)

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ عبارت مذکورہ سے واضح ہے کہ مبلغینِ اصلاحی جماعت کے مربی صاحب کو یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے ذاتی نام پاک اسم جلالت (اللہ) سے ہرگز موسوم نہیں کیا جبکہ مؤلف مذکور فرماتے ہیں "اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے ذاتی صفاتی ناموں سے موسوم کیا ہے"۔

نیز اس کے بعد لکھا ہے: اس کا یہ مطلب ہرگز ہرگز نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ خدا ہیں۔ ہرگز نہیں۔ ایسا کہنا کفر ہے۔ (صراط الصالحین ص ۳۲۸)

عجیب تربیت عقائد ہے۔ کیا صرف یہ کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا ہیں' کفر ہے' اور اس عنوان اور تعبیر کے علاوہ اس کے ہم معنیٰ عنوانات اور عبارات کا اطلاق واستعمال جیسے مرضی ہو کرتا رہے، اس کی کھلی چھٹی ہے؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اس بھلے انسان سے کوئی پوچھے۔ "نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے غیر ہیں" اس سے آپ عوام الناس کو کیا عقیدہ عطا کر رہے ہیں؟ نیز "حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ سے اتحاد ذاتی وصفاتی ہے" کا معنیٰ کیا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ مؤلف مذکور کو پتہ ہی نہیں ہے کہ جو کچھ میں لکھ رہا ہوں اس کا مفہوم ومعنیٰ کیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

چوتھا نظریہ: جان لیں کہ تمام اذکار سے افضل' تمام اذکار کا خلاصہ اور جامع ذکر تصور اسم اللہ ذات ہے۔(صراط الصالحین ص ۱۳۴۔۱۳۵)

حالانکہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے **لا الہ الا اللہ** پڑھنے کو افضل الذکر فرمایا ہے جیسا کہ کتب احادیث میں صراحت موجود ہے۔ نیز افضل اذکار قرآن کریم کی تلاوت ہے جبکہ اصلاحی جماعت اسم اللہ کے تصور کو تمام اذکار سے افضل بتاتی ہے۔ گویا تعلیمات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محاذ آرائی شروع کر رکھی ہے۔ کتاب وسنت سے لاعلمی اور علوم شرع سے تہی دامن ہونے کے باوجود طریقت اور معرفت کے مدعی کا حال ایسا ہی ہوتا ہے۔

نوع ثالث: اذکار اور اَورادووظائف سے باز رکھنے کی سازش

ملاحظہ فرمائیں: تصور اسم اللہ ذات سے دل میں انوارِ دیدار پیدا ہوتے ہیں۔ جب کہ ذکر فکر' ورد وظائف سے رجوعاتِ خلق پیدا ہوتی ہیں جس سے نفس موٹا اور مغرور ہو جاتا ہے اور وسوسہ وواہمات وخیالات متشکل ہو کر متجلی ہوتے ہیں اور احمق اسے حضورِ وصال سمجھتا ہے۔(صراط الصالحین ۱۴۶)

جبکہ اذکار اور اَورادووظائف کی تعلیم خود حضور امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان اقدس سے ارشاد فرمائی ہے اور کتب احادیث مبارکہ میں حضرات محدثین نے بیانِ اذکار کے لیے مستقل باب قائم کیا ہے بلکہ صرف اذکار مسنونہ پر مستقل کتابیں تصنیف فرمائی ہیں جیسا کہ ''حصن حصین'' جیسی عظیم کتاب سے صرف علماء کرام ہی نہیں عوام الناس تک دینی ذوق والے لوگ واقف ہیں۔ تو کیا خیال ہے کہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو احمق اور نفس کو موٹا اور مغرور بنانے کے لیے یہ اذکار تعلیم فرمائے ہیں؟

انا للہ وانا الیہ راجعون

بلکہ خود حضور نبی مکرم علیہ التحیات والصلوات کے ہی یہ اذکار ہیں جو مختلف اوقات میں آپ نے پڑھے ہیں اور ان سے کتب احادیث واذکار کے صفحات چمک رہے ہیں، تو اس کے پیش نظر عبارت مذکورہ کی سنگینی کا تصور کرنے سے ہی خادم دین کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اسے لکھنے سے قلم بھی لرز جاتا ہے۔

نیز کتب اذکار میں اکابر علمائے اعلام وائمہ کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ افضل اذکار قرآن کریم کی تلاوت ہے، شیخ الاسلام حضرت امام محی الدین ابی زکریا یحییٰ بن شرف نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب "الاذکار" ہی ملاحظہ فرمالیں۔

فقیر راقم الحروف بحیثیت طالب علم پورے وثوق سے کہتا ہے کہ قرآن وحدیث سے کوئی یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسم اللہ کا تصور کرتے تھے یا حضرات صحابہ کرام کو اسم اللہ کے تصور کی تعلیم ارشاد فرمائی تھی اور نہ ہی خیر القرون میں حضرات صحابہ کرام ومن بعدہم صالحین امت وارثین رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں تصور اسم اللہ کا معمول تھا جبکہ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت قرآن کریم ودیگر اذکار مبارکہ کی تعلیمات ضرور ارشاد فرمائی ہیں۔ دیگر اذکار کے بارے میں مختصر کلام قریب ہی گزر چکا ہے البتہ قرآن کریم کے بارے میں بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیں:

حضرت عبیدہ ملیکی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: یا اھل القرآن لا تتوسدوا القرآن، و اتلوہ حق تلاوتہ، من آناء اللیل و آناء النھار و افشوہ۔ الحدیث رواہ البیھقی فی شعب الایمان۔

(مشکوۃ المصابیح ص ۱۹۲)

حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے اہل قرآن (امت مسلمہ) قرآن

کو تکیہ نہ بناؤ (اس کی تلاوت اور تعلیم و تعلم اور اس پر عمل سے غفلت نہ برتنا) رات اور دن کی ساعات میں اس کی تلاوت کرو جیسا اس کی تلاوت کا حق ہے اور اسی کو پھیلاؤ۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: تعاهدوا هذا القرآن ۔ الحدیث (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قرآن کے ساتھ عہد و پیمان کو تازہ رکھو۔ یعنی قرآن کریم کی تلاوت اور اس کے پڑھنے پڑھانے پر ہمیشگی کے ساتھ اس کی نگہداشت کرو

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث مذکور کے تحت فرمایا:

فرمود رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: پیمان دارید و تازہ کنید عہد و پیمان را بالقرآن و مراد بحفظ و نگاہداشت قرآن است بقراءت و مواظبت بر اں تا از دل نرود و فراموش نگردد۔

(اشعۃ اللمعات ج ۲ ص ۱۴۷)

اسی لیے خیر القرون کے نفوس قدسیہ میں ہزاروں ختمات قرآن کریم کے معمولات سے ان کی سیرتیں روشن اور تابندہ ہیں۔ جبکہ اصلاحی جماعت کے نظریہ اور عقیدہ کے مطابق یہ تمام نفوس قدسیہ حضرات مقربین العیاذ باللہ احمق تھے کہ نفس کو مغرور اور موٹا بنانے والے عمل میں مشغول و مصروف رہے۔

ضروری تنبیہ:

اس جگہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کی کتب میں ایسی عبارات موجود ہونے کا عذر اور بہانہ پیش کرنا بے محل ہے اس لیے کہ حضرت کی کتب میں ایسی عبارات الحاقی ہیں کیونکہ حضرت کی نسبت سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ انھوں نے قرآن و حدیث کا مذاق اڑایا ہے۔ لہذا ان کی کتب سے ایسی عبارات نقل کرنے والوں کو تدبر کا

مظاہرہ کرنا ضروری ہے کہ حضرت کی طرف منسوب کر کے ہم جو کچھ لکھ رہے ہیں کیا یہ ان کے شایان شان ہے؟ کیا اس قسم کے مضامین ایسی ہستی کے ہو سکتے ہیں؟

اللھم اھدنا الصراط المستقیم۔

نوع رابع: علم شریعت اور دین سے دور رکھنے کی پرفریب کوشش

ملاحظہ فرمائیں:

فقہ کا ایک مسئلہ سیکھنا ایک سال کی بے ریا عبادت سے افضل ہے اور تصور اسم ذات میں ایک سانس لینا ایک ہزار مسائل فقہ سیکھنے سے افضل ہے۔

(صراط الصالحین ص ۱۵۰۔۱۵۱)

عبارت مذکورہ سے نتیجہ خوب واضح ہے کہ تصور اسم اللہ میں ایک سانس لینا ایک ہزار سال کی بے ریا عبادت سے افضل ہے۔ اگرچہ ہزار سال کی بے ریا عبادت میں دس ہزار مرتبہ قرآن کریم ہی کیوں نہ ختم کر لیا ہو۔ بلکہ ایک ہزار سال تک بے ریا عبادت کرنے والا واللہ تعالیٰ اعلم کتنے ہزار دفعہ ختم قرآن کریم کی سعادت سے مالا مال ہوگا، لیکن اس کے اس عظیم عمل سے، تصور اسم اللہ میں ایک سانس لینا' اصلاحی جماعت کے نزدیک افضل ہے تو اصلاحی جماعت کی پوری زندگی کا ہر ہر سانس ایک درجن شب قدر سے بھی افضل ہے کیونکہ شب قدر میں پوری رات عبادت کرنا ہزار ماہ کی عبادت سے بہتر ہے اور تصور اسم اللہ میں ایک سانس لینا ہزار سال کی بے ریا عبادت سے افضل ہے۔

نیز اس جماعت کے مبلغین سے عوام الناس جب یہ درس سنیں گے کہ: تصور اسم اللہ میں ایک سانس لینا ایک ہزار مسائل فقہ سیکھنے سے افضل ہے تو کیا وہ مسائل فقہ اور علم شریعت کے سیکھنے میں مشغول و مصروف ہوں گے اور طرح طرح کی مشقتیں برداشت کرنا

باعث سعادت سمجھیں گے اور کم اجر وثواب والے عمل میں زندگی صرف کرنا پسند کریں گے یا گھر بیٹھے بٹھائے تصور اسم اللہ میں چند سانس لے کر ہزاروں سال کی بے ریا عبادت کا ثواب حاصل کرنے کو ترجیح دیں گے؟

نوع خامس: مسئلہ دیدار الٰہی میں قرآن وحدیث اور اجماع اُمت کی مخالفت

اس مسئلہ پر علمائے امت کا اجماع ہے کہ دنیا کی زندگی میں سر کی آنکھ سے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا دیدار جس کے سوال پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو "لَنْ تَرَانِي" فرمایا گیا تھا، حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کے لیے شرعاً ممکن ہی نہیں ہے بیشک وہ نبی اور رسول یا جبریل جیسا مقرب فرشتہ ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن مؤلف مذکور اور اصلاحی جماعت کا نظریہ اور عقیدہ ہے کہ آج کل تو اس کا دیدار عام ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون،

ملاحظہ فرمائیں:

(الف)

کھلے جاتے ہیں اسرار نہانی گیا دور حدیث لن ترانی

(علامہ محمد اقبال)

(صراط الصالحین ص ۹۶)

علامہ اقبال کے حوالے سے مذکور شعر نقل کیا ہے جس سے شاعر کی مراد خوب واضح ہے کہ شعر میں شب معراج کی طرف اشارہ ہے جب حضور امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو شرف دیدار سے مشرف فرمایا گیا جیسا کہ حضرات صحابہ کرام ومن بعدہم کثیر علمائے امت کا موقف اور نظریہ ہے لیکن مؤلف مذکور نے اپنے نظریہ اور عقیدہ کے مطابق شعر کا خود ساختہ

مطلب جو بیان کیا ہے، وہ بھی ملاحظہ فرمائیں:

(ترجمہ) وہ دور گزر چکا ہے جب اللہ تعالیٰ اپنے عشاق کو طلب دیدارِ کے جواب میں "لَنْ تَرَانِیْ" (تم میرا دیدار نہیں کر سکتے) فرما دیا کرتا تھا۔ آج کل تو اس کا دیدار عام ہے اور وہ روز بروز اپنے بھید کھولتا جا رہا ہے۔ (صراط الصالحین ص ۹۶)

(ب) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قبل جتنے نبی اور رسول مبعوث ہوئے انھیں اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت وقرب کے حصول کے لیے اپنے صفاتی اسماء سے اقتباس کرنے کی تعلیم واستعداد عطا فرمائی اس لئے وہ صرف اللہ تعالیٰ کے صفاتی انوار وتجلیات تک رسائی پاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے ذاتی انوار وتجلیات کی برداشت کی استعداد اُن میں نہیں تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اسم اللہ ذات کے ذکر کی اجازت عطا نہیں فرمائی۔ جب بھی کسی نبی نے اللہ تعالیٰ کے ذاتی دیدار کی خواہش کی اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ذاتی دیدار صرف اسم اللہ ذات سے ہی ممکن تھا جو کسی نبی کو نہیں دیا گیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شوق وعشق سے مجبور ہو کر اصرار کیا تو اللہ تعالیٰ نے بالواسطہ تجلی فرمائی۔ موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو گئے اور کوہ طور ریزہ ریزہ ہو گیا۔ دیدارِ الٰہی کی عظیم نعمت اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اور ہمارے آقا ومولا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی۔ انھیں اسم اللہ ذات عطا فرمایا کہ اسم اللہ ذات کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے ذاتی انوار وتجلیات کا مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ معراج کی رات اپنی امت کے لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اسم اللہ ذات کا تحفہ لے کر آئے تا کہ ان کے امتی بھی اللہ تعالیٰ کے ذاتی دیدار سے مشرف ہوسکیں۔ (صراط الصالحین ص ۱۴۱۔۱۴۲)

(ج) سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمہ اللہ تعالیٰ "عین الفقر" میں

فرماتے ہیں کہ: شب معراج حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام براق پر سوار ہو کر اپنے رب سے ملنے کے لیے روانہ ہوئے تو بحکم اللہ تعالیٰ سدرۃ المنتہیٰ کے مقام پر جبرائیل علیہ السلام نے ہر دو جہان کی ہر چیز کو آراستہ کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو پیش کیا۔ آپ نے اٹھارہ ہزار عالم کی ہر چیز کا معاینہ فرمایا اور جب آپ اللہ تعالیٰ کے قرب خاص ''قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى'' کے مقام پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

میرے محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں نے اپنی تمام کائنات آپ کے سپرد کی اور ہر چیز کی حقیقت آپ پر واضح فرمائی۔ آپ بتلائیں کہ آپ کو کونسی چیز پسند آئی اور آپ کیا چیز لینا پسند فرمائیں گے؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرض کی کہ: یا اللہ مجھے اسم اللہ ذات پسند آیا اس لیے مجھے اسم اللہ ذات ہی عطا فرمایا جائے۔

''محک الفقر'' میں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ تو میرا دیدار کر رہے ہیں اور آپ کو میں نے اسم اللہ ذات پہلے ہی عطا کر رکھا ہے۔ پھر اس سوال کی غرض کیا ہے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی۔ یا اللہ میں چاہتا ہوں کہ میری امت کو بھی دیدار الٰہی کی نعمت حاصل ہو اس لیے میں اپنی اُمت کے لیے اسم اللہ ذات چاہتا ہوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کے لیے اسم اللہ ذات کی نعمت عظمیٰ عطا فرما دی اور فرمایا کہ اسم ذات اللہ طاہر ہے اس لیے طاہر وجود میں ہی قرار پکڑے گا۔ لہٰذا وجود کی پاکیزگی کے لیے آپ کی امت پر روزانہ پچاس نمازیں فرض کی جاتی ہیں۔ تاکہ نماز کی ادائیگی سے ان کے وجود پاک وطیب رہیں۔ اور اسم اللہ ذات قبول کر لینے کی استعداد اُن میں قائم ہو سکے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِس کو بخوشی قبول

فرمایا لیکن بعد میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تحریک سے نمازوں کی تعداد پانچ کرالی گئی۔

سبحان اللہ ! اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے کیسے کیسے ناز اٹھائے کہ دیدارِ الٰہی کی وہ نعمت جو پہلے انبیاء علیہم السلام پر بند تھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے امتیوں پر کھول دی گئی۔ اور اس شان سے کہ سلطان العارفین حضرت سلطان باھو صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ''رسالہ روحی شریف'' میں فرماتے ہیں:

وازاں یک لمعہ کہ موسیٰ علیہ السلام درسراسیمگی رفتہ وطور درہم شکستہ، درہر لحہ وطرفۃ العین ہفتاد ہزار بار لمعاتِ جذباتِ انوارِ ذات برایشاں وارد ودم نہ زدند وآہے نہ کشیدند ''وَهَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ'' می گفتند۔

اور جس ایک تجلی سے موسیٰ علیہ السلام سراسیمہ ہو گئے اور کوہ طور پھٹ گیا ہر لحہ اور ہر پل میں جذبات انوارِ ذات کی ویسی تجلیات ستر ہزار بار ان فقراء پر وارد ہوتی ہیں۔ مگر وہ نہ دم مارتے ہیں نہ آہ کھینچتے ہیں بلکہ کہتے ہیں کیا مزید بھی کچھ ہے؟

(صراط الصالحین ص ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴)

(د) حضرت سلطان العارفین علیہ الرحمۃ کی ایک اور کتاب سے عبارت نقل کی ہے ملاحظہ فرمائیں:

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار تین طریق پر موافق نص وحدیث روا ہے۔

اوّل: اللہ تعالیٰ کا دیدار خواب میں روا ہے۔ اسے نوری خواب کہتے ہیں۔

دوم: اللہ تعالیٰ کا دیدار مراقبے میں جائز ہے وہ مراقبہ جو موت کی طرح حضور مولا میں پہنچادے۔

سوم: کھلی آنکھوں سے عین عیان اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنا روا ہے کہ دیکھنے والے

کا جسم اس جہان میں ہو اور جان لاہوت لامکان میں ہو۔

اللہ تعالیٰ کے دیدار کے یہ تمام عظیم مراتب مرشد کامل سے حاصل ہوتے ہیں۔

(نورالہدیٰ ص ۳۸۔۳۹) (صراط الصالحین ص ۱۱۸)

(۵) تصور اسم اللہ ذات کے ذریعے طالب اللہ لاہوت لامکان میں ساکن ہو کر مشاہدہ انوار دیدار ذات کھلی آنکھوں سے کرتا ہے۔ (نورالہدیٰ ص ۱۱۷)

(صراط الصالحین ص ۱۴۵)

عبارات مذکورہ پر مختصر تبصرہ:

بتوفیق اللہ تعالیٰ اقول:

عبارات مذکورہ بغور ملاحظہ فرمالیں:

ان میں ظلم کی انتہاء کر دی ہے، نہ ہی اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک اور حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر افتراء اور بہتان باندھنے سے گریز کیا ہے اور نہ ہی حضرات انبیاء کرام و رسل عظام علیہم الصلوات والتسلیمات کی جناب میں بے ادبی کرنے میں کوئی کمی چھوڑی ہے۔

حضور نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا تمام انبیاء کرام و مرسلین عظام علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ کے قرب اور معرفت میں اس امت کے عارفین بلکہ تمام امت سے بھی کم درجہ بتایا ہے، عبارات مذکورہ دوبارہ ملاحظہ فرمالیں:

یہ کہنا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قبل جتنے نبی اور رسول مبعوث ہوئے انھیں اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت و قرب کے حصول کے لیے اپنے صفاتی اسماء سے اقتباس کرنے کی تعلیم و استعداد عطا فرمائی اس لیے وہ صرف اللہ تعالیٰ کے صفاتی انوار و تجلیات تک رسائی پاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں اسم اللہ ذات کے ذکر کی اجازت عطا نہیں فرمائی۔ العیاذ

باللہ یہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک پر صریح بہتان ہے کہ اس نے حضرات انبیاء کرام و مرسلین عظام علیہم السلام کو اپنے اسم ذاتی کی نہ تعلیم دی اور نہ ہی اس سے اقتباسِ فیض کی استعداد اور صلاحیت عطا فرمائی اور قرآن کریم کی بیسیوں آیات مقدسہ و احادیث مبارکہ اور اجماع اُمت کا انکار ہے، اور حضرات انبیاء کرام و مرسلین عظام علیہم السلام کی صریح توہین ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور قرب کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ کے اسم ذاتی سے اقتباسِ فیض کی نہ انھیں تعلیم دی گئی اور نہ ہی اس کی استعداد عطا کی گئی۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

نیز یہ کہنا کہ "اللہ تعالیٰ کے ذاتی انوار و تجلیات کی برداشت کی استعداد ان میں نہیں تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اسم اللہ ذات کے ذکر کی اجازت عطا نہیں فرمائی" بھی سراسر غلط ہے کیونکہ دنیا کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے ذاتی انوار و تجلیات کی برداشت کی استعداد نہ ہونے کی وجہ یہ بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اسم اللہ کے ذکر کی اجازت عطا نہیں فرمائی تھی، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ذات پاک پر صریح افتراء اور بہتان ہے اور قرآن وحدیث و اجماع امت کا انکار اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی صریح توہین ہے۔

نیز اس سے مؤلفِ کتاب کا عقیدہ بھی واضح ہو گیا کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے اسم ذاتی کے ذکر کی اجازت عطا فرمائی ہے ان میں دنیا کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے ذاتی انوار و تجلیات کی برداشت کی استعداد موجود ہے۔ نیز اس سے متصل بعد جو لکھا ہے: جب بھی کسی نبی نے... تا آخر۔

اس نے مؤلف مذکور کے نظریہ اور عقیدہ مذکورہ کو اور بھی واضح کر دیا ہے اور اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر زیادہ توضیح کا مفید ہے۔ اب قطع نظر اس سے کہ حضرات انبیاء کرام و مرسلین عظام علیہم السلام کی ذوات مقدسہ میں دنیوی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے

ذاتی انوار وتجلیات کی برداشت کی استعداد تھی یا نہ تھی'

مؤلف مذکور کی بے باکی ملاحظہ فرمائیں:

چنانچہ لکھا ہے کہ: معراج کی رات اپنی امت کے لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اسم اللہ ذات کا تحفہ لے کر آئے تا کہ اُن کے امتی بھی اللہ تعالیٰ کے ذاتی دیدار سے مشرف ہوسکیں۔ (صراط الصالحین ص ۱۴۲)

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پہلے حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا تمام انبیاء کرام ومرسلین عظام علیہم السلام سے اللہ تعالیٰ کے ذاتی دیدار اور ذاتی انوار وتجلیات کی برداشت کی استعداد کی نفی کر دی پھر وہی ذاتی دیدار حضور نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام امت کے لیے تسلیم کرلیا ہے۔ نیز پہلے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا ہر نبی اور رسول سے جس معرفت اور قرب الٰہی اور انوار وتجلیات کی برداشت کی استعداد کی نفی اور سلب کی ہے وہ معرفت اور قرب الٰہی اور ان انوار وتجلیات کی برداشت کی استعداد تمام امت مسلمہ کے لیے ثابت مانی ہے۔ یعنی تمام افرادِ امت مسلمہ حصول معرفت وقرب اور ذاتی انوار وتجلیات کی برداشت کی استعداد میں حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا تمام انبیاء کرام ومرسلین عظام علیہم السلام سے بھی اعلیٰ ہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ

نیز یہ کہنا: سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کیسے کیسے ناز اٹھائے کہ دیدار الٰہی کی وہ نعمت جو پہلے انبیاء علیہم السلام پر بند تھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے امتیوں پر کھول دی گئی۔ (ص ۱۴۴)

اللہ تعالیٰ کی ذات پاک پر صریح بہتان اور اس امت کو حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ تمام انبیاء ومرسلین علیہم الصلوات والتسلیمات پر فضیلت دینے میں کسی وضاحت کا

محتاج نہیں ہے۔ حالانکہ غیر نبی کو کسی بھی نبی پر بھی فضیلت دینا باجماع علمائے امت سراسر گمراہی اور ظلم عظیم ہے' چہ جائیکہ اس امت یعنی کروڑوں افراد کو حضور نبی کریم ﷺ کی ذات پاک کے سوا تمام انبیاء کرام و رسل عظام علیہم الصلوٰت والتسلیمات پر فضیلت دے دی جائے اور وہ بھی دیدارِ الٰہی جیسی نعمت عظمیٰ سے مشرف فرمائے جانے میں۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ

نیز عبارت مذکورہ سے پہلے اللہ تعالیٰ اور حضور نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مابین معراج کی رات ایک مکالمہ لکھا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر صریح بہتان ہے اور قرآن وحدیث واجماع امت کے انکار کے مترادف ہے اور رسالہ روحی سے جو عبارت نقل کی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات کی برداشت کی استعداد میں حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی ذات پاک پر اس امت کے فقراء کو فضیلت دینے میں کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ اور اس کی سنگینی اہل علم پر ہرگز مخفی نہیں ہے۔

اور نور الہدیٰ کی عبارت کہ: واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار تین طریق پر موافق نص وحدیث روا ہے (تا) سوم کھلی آنکھوں سے عین عیاں اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنا روا ہے۔ اور ایسے ہی نور الہدیٰ کی دوسری عبارت کہ: مشاہدہ انوار دیدار ذات کھلی آنکھوں سے کرتا ہے

یہ بھی اللہ تعالیٰ و رسول کریم ﷺ پر کھلا بہتان ہے، کیونکہ ایسا دیدارِ ذاتِ حق تعالیٰ حضور نبی مکرم ﷺ کے سوا کسی کے لیے دنیوی زندگی میں نص وحدیث یعنی قرآن و حدیث کے موافق ہرگز ہرگز روا نہیں ہے' البتہ روا قرار دینا قرآن وحدیث اور اجماع امت کا انکار ضرور ہے۔

ضروری تنبیہ:

نہایت ہی افسوس کے ساتھ اس المیہ کی وضاحت شرعی طور پر ضروری سمجھتا ہوں کہ ''صراط الصالحین'' میں حضرت سلطان العارفین علیہ الرحمۃ کی کتب سے منقول عبارات مذکورہ سے خوب واضح ہے کہ حضرت سخی سلطان باہو قدس سرہ العزیز کی کتب میں کچھ عبارات دشمنانِ اسلام لوگوں کی شامل کردہ اور الحاقی ہیں، ورنہ ایک ولی کامل سے کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ وہ اتنی بڑی غلط بیانی کر کے اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء اور بہتان کا ارتکاب کرے اور جو بات قرآن وحدیث اور اجماع امت کے سراسر خلاف ہے اس کے بارے میں لکھ دے: کہ موافق قرآن وحدیث جائز ہے، یاالعیاذ باللہ اولوالعزم رسل کرام علیہم الصلوٰت والتسلیمات میں سے ایک عظیم رسول (حضرت موسیٰ علیہ السلام) پر اس امت کے فقراء کو ہی فضیلت دے ڈالے۔

اعاذنا اللہ تعالیٰ من سوء الاعتقاد ورزقنا حسن الظن بالصالحین۔

جب حضرت کی کتب میں یقینی طور پر الحاقی عبارات موجود ہیں اور ان میں مذکورہ عبارات جیسی خطرناک بھی ہیں تو عوام الناس اور سادہ لوح لوگوں پر ضروری ہے کہ علوم شریعت میں ماہر کسی عالم دین کی رہنمائی کے بغیر حضرت کی کتب کا مطالعہ نہ کریں، اور ایسے ہی ان کی کتب سے عبارات نقل کر کے کتاب مرتب کرنے والے حضرات بھی ہوشیار رہیں اور مذکورہ احتیاط پر عمل کریں ورنہ ''صراط الصالحین'' کے مرتب کی طرح اصلاح کے نام پر گمراہی کی تبلیغ کریں گے۔ اللّٰھم اھدنا الصرط المستقیم

خلاصۂ کلام:

مذکورہ معروضات میں ''صراط الصالحین'' نامی کتاب (اصلاحی جماعت کے

نصاب) سے اصلاح کے نام پر کرم فرمائی کی ایک جھلک پیش کی ہے اور اسی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ کتاب مذکور میں مزید کیسی بے احتیاطی اور غیر ذمہ داری کا مظاہرہ ہوگا۔ اور اس جماعت کا اصل منشور دنیا کی زندگی میں سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا بے حجاب دیدارِ عام کرنا ہے بلکہ ان کے نزدیک اگر ایسا دیدارِ الٰہی نصیب ہے تو زندگی ہے ورنہ بندہ مردہ ہے، چنانچہ اسی نصابی کتاب کے آخر میں جلی قلم سے ''دعوت عام'' کے عنوان کے تحت لکھا ہے:

برمقام خود رسیدن زندگی ست، ذات را بے پردہ دیدن زندگی ست۔

مقام خودی (مقام فقر، جہاں طالب ذاتِ حق کے جلووں کا بے حجاب مشاہدہ کرتا ہے) پر پہنچنا زندگی ہے۔ ذات حق کو بے پردہ دیکھنا زندگی ہے۔ (صراط الصالحین ص ۳۸۳)

اور دنیا کی زندگی میں حالتِ بیداری میں سر کی آنکھ سے، بے حجاب اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک کا دیدار کرنے کے زعم فاسد میں مبتلا ہونے کی بنا پر اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک پر افتراء اور بہتان باندھے جارہے ہیں کہ اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کسی نبی اور رسول کو اسم ذاتی کے ذکر کی اجازت نہیں دی اور نہ ہی اپنی معرفت اور قرب کے حصول کے لیے اسم ذاتی سے اقتباس فیض کی تعلیم اور استعداد عطا فرمائی۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ

جبکہ یہ نظریہ اور عقیدہ قرآن وحدیث اور اجماع امت کا انکار ہے جس کی سنگینی سے علماء کرام تو درکنار ہر باشعور مسلمان بھی باخبر ہے۔ نیز حضرات انبیاء کرام ورسل عظام علیہم الصلوات والتسلیمات کی توہین اور تنقیص شان کے بھی مرتکب ہورہے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور قرب کے حصول کے لیے اسم ذاتی سے اقتباس کی نہ انھیں تعلیم دی گئی اور نہ استعداد اور صلاحیت عطا کی گئی اور نہ ہی انھیں اللہ تعالیٰ کے اسم ذاتی کے ذکر کی

اجازت تھی۔لاحول ولا قوۃ الا باللہ

جبکہ یہ سراسر کتاب وسنت کا انکار ہے اور عقل وخرد سے دشمنی کا مظاہرہ بھی ہے۔

نیز ذاتی انوار وتجلیات کی برداشت کی استعداد میں اس امت کا تمام انبیاء سابقین علیہم السلام پر فوقیت لے جانے کا نظریہ اور حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی امت کے لیے اس دنیا میں ذاتی تجلی سے مشرف فرمائے جانے کا سوال کرنا اور اللہ تعالیٰ کا حضور کی ساری امت کے لیے اس نعمت کو عام کر دینے کا نظریہ اور عقیدہ بھی اللہ تعالیٰ اور حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر افتراء اور بہتان اور حضرات انبیاء کرام ورسل عظام علیہم الصلوٰات والتسلیمات کی توہین وتنقیص ہونے کے ساتھ ساتھ قرآن وحدیث اور اجماع امت کا انکار ہے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب اور غضب کو دعوت دینا ہے۔

ہمدردانہ اپیل:

فقیر راقم الحروف نے ازراہ خیر خواہی قرآن وحدیث اور اجماع امت کی روشنی میں دنیا کی زندگی میں حالت بیداری میں سر کی آنکھ سے دیدار الٰہی کی شرعی حیثیت سپرد قلم کر دی ہے تاکہ اصلاحی جماعت کے لوگ اور دوسرے سادہ لوح مسلمان حقیقت حال سے باخبر ہوں اور جو لوگ دیدارِ الٰہی (صورت مذکورہ میں) کرنے یا کروانے کا دعویٰ کرتے ہیں وہ اس دعویٰ کی سنگینی سے آگاہ ہو کر اس سے سچی توبہ کر کے اپنے دعویٰ کو ترک کر سکیں اور قرآن وحدیث میں وارد اللہ تعالیٰ ورسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیصلہ قبول کر کے اپنے اخلاص کا مظاہرہ کریں اور ایسے ہی ”صراط الصالحین“ نامی کتاب میں مندرج دوسرے غیر شرعی عقائد ونظریات اور تحریفات وغیرہ سے توبہ کریں اور اس کتاب کی اشاعت پر پابندی کا اعلان چھاپیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور سرخرو اور عندالناس مشکور ومحمود ہوں۔

اللہ تعالیٰ کے حضور التجاء ہے کہ وہ اپنے کرم سے اور حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ محبوبی کا صدقہ اس سعی کو جو محض اس کی توفیق سے نصیب ہوئی ہے اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اہل اسلام کے لیے نفع بخش بنائے کہ قبولِ حق اور صراط مستقیم پر استقامت کا ذریعہ ہو جائے۔ امین ثم امین

ضروری وضاحت: نہایت ہی قابل اعتماد بعض علمائے کرام کے ذریعے معلوم ہوا ہے کہ ''صراط الصالحین'' کا مؤلف ایک جاہل انسان ہے جسے رسمی طور پر بھی کسی دینی درسگاہ میں رہ کر اقتباسِ علم دین کی توفیق نہیں ہوئی۔ اس لیے آگاہ رہنا چاہیے کہ کتاب مذکور کسی سنی عالم دین کی تالیف قطعاً نہیں ہے بلکہ قرآن وحدیث کے علوم سے بے بہرہ اور تہی دامن ایک شخص کا کارنامہ ہے جو صحبتِ علما سے محرومی کے باعث ضروریاتِ دین اور ایمان وکفر کے درمیان فرق بھی نہیں جانتا۔ اس لیے عوام الناس اس کتاب کی نسبت کسی غلط فہمی میں ہرگز نہ رہیں۔ اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم

ان ارید الا الاصلاح ما استطعت و ما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت و الیہ انیب و ھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہٖ و یعفو عن السیئات و ما علینا الا البلاغ المبین ۔

والحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین و علی الہ واصحابہ اجمعین

العبد الفقیر الی اللہ الغنی

نذیر احمد سیالوی عفی اللہ عنہ

ورزقہ حسن الخاتمۃ

۶ شوال المکرم ۱۴۳۳ھ/ ۲۰۱۲-۰۸-۲۵

ماخذ ومراجع

قرآن عظیم

جامع البیان فی تفسیر القرآن — ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۱ھ

انوار التنزیل واسرار التاویل (البیضاوی) — عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی، متوفی ۶۸۵ھ

حاشیہ شیخ زادہ علی البیضاوی — محمد بن مصلح الدین المعروف شیخ زادہ، متوفی ۹۵۱ھ

اسرار التنزیل وانوار التاویل — فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ

تفسیر روح المعانی — ابو الفضل سید محمود آلوسی حنفی، متوفی ۱۲۷۰ھ

تفسیر روح البیان — علامہ اسماعیل حقی حنفی، متوفی ۱۱۳۷ھ

تفسیر معالم التنزیل — ابو محمد الحسین بن مسعود البغوی، متوفی ۵۱۶ھ

تفسیر مظہری — اقاضی ثناء اللہ پانی پتی ہندی، متوفی ۱۲۲۵ھ

الجامع لاحکام القرآن للقرطبی — ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی، متوفی ۶۶۸ھ

غرائب القرآن ورغائب الفرقان — نظام الدین حسن بن محمد نیشاپوری، متوفی ۷۲۸ھ

تفسیر جلالین — جلال الدین محلی، متوفی ۸۶۴ھ
علامہ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ

الاتقان فی علوم القرآن — علامہ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ

صحیح البخاری — ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ

فتح الباری شرح صحیح البخاری — شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲

عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری — بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی، متوفی ۸۵۵ھ

کتاب	مصنف
صحیح مسلم	ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری، متوفی ۲۶۱ھ
شرح صحیح مسلم للنووی	ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی، متوفی ۶۷۶ھ
فتح الملھم	شیخ شبیر احمد عثمانی، متوفی ۱۳۶۹ھ
مشکوۃ المصابیح	امام ولی الدین تبریزی، متوفی ۷۴۲ھ
اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ	شیخ عبدالحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ
مرقات شرح مشکوۃ	علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۴ھ
الطبرانی	ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، متوفی ۳۶۰ھ
شعب الایمان	ابوبکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ
کنز العمال	علی متقی بن حسام الدین ہندی، متوفی ۹۷۵ھ
نوادر الاصول	ابوعبداللہ محمد بن علی الحکیم الترمذی، متوفی ۲۵۵ھ
حلیۃ الاولیاء	ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی۔ متوفی ۴۳۰ھ
کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ	قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی، متوفی ۵۴۴ھ
مع شرحہ نسیم الریاض	شہاب الدین احمد بن محمد خفاجی، متوفی ۱۰۶۹ھ
شرح الشفاء للشیخ علی القاری	علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۴ھ
شرح العقائد	سعدالدین مسعود بن عمر تفتازانی، متوفی ۷۹۱ھ
النبراس شرح شرح العقائد	فخر المتکلمین محمد عبدالعزیز پرہاروی، متوفی ۱۲۳۹ھ
شرح المقاصد	علامہ سعدالدین تفتازانی، متوفی ۷۹۳ھ
مواقف	قاضی عضدالدین عبدالرحمن، متوفی ۷۵۶ھ
شرح مواقف	سید شریف علی بن محمد جرجانی، متوفی ۸۱۶ھ

شرح الفقہ الاکبر	علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۴ھ
کفایۃ المعتقد و نکایۃ المنتقد	شیخ ابو محمد عبداللہ بن اسعد یافعی، متوفی ۷۶۸ھ
المعتقد المنتقد	علامہ فضل رسول قادری بدایونی، متوفی ۱۲۸۹ھ
المعتمد المستند	امام اہل سنت احمد رضا خان بریلوی، متوفی ۱۳۴۰ھ
الاقتصاد فی الاعتقاد	امام محمد بن محمد الغزالی، متوفی ۵۰۵ھ
الیواقیت والجواھر فی بیان عقائد الجواھر	امام احمد بن علی الشعرانی، متوفی ۹۷۳ھ
الطریقۃ المحمدیۃ	محمد افندی الرومی البرکلی، متوفی ۹۸۱ھ
مع شرحہ الحدیقۃ الندیۃ	علامہ عبدالغنی النابلسی الحنفی، متوفی ۱۱۴۳ھ
کتاب الاسماء والصفات للبیھقی	ابو بکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ
احیاء علوم الدین	امام محمد بن محمد الغزالی، متوفی ۵۰۵ھ
کتاب التراجم	شیخ ابو بکر محی الدین ابن عربی، متوفی ۶۳۸ھ
کتاب الشاھد	شیخ ابو بکر محی الدین ابن عربی، متوفی ۶۳۸ھ
کتاب الاعلام	شیخ ابو بکر محی الدین ابن عربی، متوفی ۶۳۸ھ
منتھی الارب فی لغات العرب	شیخ فاضل عبدالرحیم بن عبدالکریم صفی پوری
صراط الصالحین	امیر خان نیازی سروری قادری

مصنف کے قلم سے دیگر مفید کتب

[1] نبوت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عقیدہ جمہور اکابر علمائے اُمت

مع

تحقیقات اپنے مندرجات کے آئینہ میں (مطبوعہ)

اس کتاب میں ''تحقیقات'' نامی کتاب کا نہایت سنجیدہ انداز میں علمی و تحقیقی محاسبہ کیا گیا ہے اور دلائل کی زبان میں ثابت کیا گیا ہے کہ تحقیقات گمراہ کن کتاب ہے اور اس میں پیش کیا جانے والا نظریہ سراسر دھوکا دہی پر مبنی ہے۔ مزید شبہات و مغالطات کے قابل تشفی جوابات دیئے گئے ہیں۔

[2] تصریحات بجواب نظریہ وتحقیقات (مطبوعہ)

یہ کتاب ''نظریہ وتحقیقات'' اور ایک بندۂ خدا کے پمفلٹ: ''اللہ جل جلالہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے نبی یا آخری نبی؟'' کا رد بلیغ ہے جس کی افادیت کا اندازہ مطالعہ کرنے کے بعد ہی کیا جا سکتا ہے۔

[3] محاکمہ عطائیہ کا منصفانہ جائزہ (مطبوعہ)

کتاب نبوت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الخ اور تحقیقات کے درمیان ایک فاضل محقق نے محاکمہ تحریر کیا ہے کہ دونوں کتابوں کے درمیان اختلاف لفظی ہے۔ تو حقائق واقعیہ کی روشنی میں اس محاکمہ کا منصفانہ جائزہ پیش کیا ہے جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ یہ محاکمہ نہیں ہے بلکہ مغالطہ ہے۔